احکام میت

موت سے پہلے، موت کے وقت اور موت کے بعد کے ضروری مسائل

مؤلف

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ



ناشر

مکتبۃ الحسن

33 - حق سٹریٹ
اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

ہر جاندار موت کا مزہ چکھے گا۔ (القرآن)

احکامِ میّت

اِس کتاب میں مسلمان کے آخری لمحاتِ زندگی سے لے کر عالمِ برزخ تک تمام مراحل کے متعلق احادیثِ نبویہ اور فقہی مسائل نہایت تفصیل و تحقیق سے جمع کیے گئے ہیں

تالیف

حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیّ صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ

اِدارۃُ المعارف کراچی ۱۴

ترتیب

فہرستِ مضامین

عنوان	صفحہ نمبر

***

پیشِ لفظ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

کتاب ''اَحکامِ میّت'' کا پہلا ایڈیشن تقریباً بیس سال قبل شائع ہوا تھا، پھر جون ۱۹۷۵ء میں اس کا دُوسرا ایڈیشن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی نے شائع کیا، اب اس کا تیسرا ایڈیشن شائع ہو رہا ہے۔

اس اشاعت میں بعض بہت ضروری مسائل کا اضافہ نہایت وضاحت کے ساتھ کیا گیا ہے، قبل الموت، عند الموت اور بعد الموت جو اُمور پیش آیا کرتے ہیں ان کے متعلق اکثر خواص وعوام ناواقف ہونے کے باعث صحیح طریقۂ عمل سے، جو عنداللہ موجبِ ثواب ہو، محروم رہتے ہیں۔

اس ایڈیشن میں الحمد للہ تمام ایسے ضروری مسائل احادیث وفقہ حنفی کی سند کے ساتھ درج کردیئے گئے ہیں، اور بعض مفتی صاحبان نے اس کو بالاستیعاب نظرِ غائر سے ملاحظہ بھی فرمالیا ہے۔

حسبِ ذیل علماء کرام نے بالاستیعاب ملاحظہ فرمالیا ہے:-

۱:- مشفقم جناب مولوی محمد یوسف صاحب لدھیانوی زاد اللہ مجدہم۔

۲:- مشفقم جناب مولوی سبحان محمود صاحب زاد اللہ مجدہم۔

(اُستاذِ حدیث دارالعلوم کراچی)

۳:- عزیزم مولوی عبدالرؤف صاحب سلّمہ اللہ تعالیٰ۔

(نائب مفتی دارالعلوم کراچی)

عزیز موصوف نے اس کتاب کے متعدّد ابواب پر بہت غائر نظر کی ہے، اور جہاں مناسب ہوا وہاں ضروری اضافہ بھی کیا ہے، خصوصاً رُسومات و بدعات کے متعلق مستند کتابوں سے مفید مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے، جزاہم اللہ تعالیٰ۔

۴:- عزیزم مولوی محمد رفیع صاحب عثمانی سلّمہ اللہ تعالیٰ۔

(مفتی و مہتمم دارالعلوم کراچی)

عزیز موصوف نے کتاب کے تمام مسائل پر از ابتداء تا انتہاء نہایت محققانہ نظر کی ہے، اور ہر عنوان کے تحت ہر مسئلۂ فقہی کی تحقیق و تصدیق کی ہے، خصوصاً مسائل و اَحکام متعلق شہید، عدّت، وراثت، ترکہ، وصیت، رُسوماتِ بدعت کو نہایت وضاحت و تشریحات کے ساتھ دورِ حاضر کی ضروریات کے پیشِ نظر تحریر کیا ہے، اور دیگر اَبواب میں بھی جگہ جگہ نہایت اہم اور مخصوص مسائل کا اضافہ کیا ہے، اور فقہ کی مستند و معتبر کتب سے تمام مسائلِ کتاب کی تطبیق کی ہے، جزاہم اللہ تعالیٰ خیراً موفوراً۔

اس اعتبار سے اب یہ کتاب اپنے موضوع پر الحمدللہ نہایت جامع و نافع اور مستند ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے شرفِ قبولیت عطاء فرمائیں، اور اس کے مطابق عمل کرنے والوں کو ہدایت فرمائیں، آمین۔

عاجز و بےنوا محمد عبدالحی صدیقی عفی عنہ

۱۴۰۲ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

بابِ اوّل

مرض، علاج اور عیادت کے متعلق احادیث اور دُعائیں

ہر مرض کی دوا ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر بیماری کی دوا ہے، جب دوا بیماری کے موافق ہوجاتی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مریض اچھا ہوجاتا ہے۔ (مسلم، مشکوۃ)

سننِ ابی داؤد میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: بے شک اللہ تعالیٰ شانہ نے مرض بھی نازل کیا اور دوا بھی اُتاری، اور ہر مرض کے لئے دوا بھی پیدا کی، اس لئے دوا کرو، البتہ حرام چیز سے دوا مت کرو۔ (زاد المعاد)

علاج کا اہتمام اور اُس میں احتیاط

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ مرض میں خود بھی دوا کا استعمال فرمایا کرتے اور لوگوں کو علاج کروانے کی تلقین بھی فرماتے، ارشاد فرمایا کہ: اے بندگانِ خدا! دوا کیا کرو، کیونکہ خدا نے ہر مرض کی شفاء مقرر کی ہے، بجز ایک مرض کے، لوگوں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت زیادہ بڑھاپا۔

(ترمذی، زاد المعاد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیمار کو طبیبِ حاذق سے علاج کرانے کا حکم فرماتے اور پرہیز کرنے کا حکم دیتے۔ (زاد المعاد)

حرام اشیاء کو بطورِ دوا بھی استعمال کرنے سے منع فرماتے، ارشاد فرماتے کہ: اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں میں تمہارے لئے شفاء نہیں رکھی۔ (زاد المعاد)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: بیماری آنے سے پہلے تندرستی سے کچھ فائدے لے لو، اور مرنے سے پہلے اپنی زندگی کے پھل اُٹھالو۔

ف:- مطلب یہ کہ تندرستی اور زندگی کو غنیمت سمجھو اور نیک کام میں اس کو لگائے رکھو، ورنہ بیماری اور موت میں پھر کچھ نہ ہو سکے گا۔

موت کی یاد اور اُس کا شوق

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: لوگو! موت کو یاد کرو اور اس کو یاد رکھو جو دُنیا کی لذتوں کو ختم کر دینے والی ہے۔ (جامع ترمذی، سننِ ابن ماجہ، معارف الحدیث)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: موت مؤمن کا تحفہ ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی، معارف الحدیث)

موت کی تمنا اور دُعا کرنے کی ممانعت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تم میں سے کوئی کسی تکلیف اور دُکھ کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اور نہ دُعا کرے، اگر اندر کے داعیہ سے بالکل ہی مجبور ہو تو یوں دُعا کرے:-

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیٰوۃُ خَیْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِّیْ۔ (حصن حصین)

ترجمہ:- اے اللہ! جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہو اس وقت

تک مجھے زندہ رکھ، اور جب میرے لئے موت بہتر ہو اس وقت
مجھے دُنیا سے اُٹھالے۔ (صحیح بخاری، مسلم، معارف الحدیث)

بیماری میں زمانۂ تندرستی کے اعمال کا ثواب

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ بیمار ہو یا سفر میں جائے اور اس بیماری یا سفر کی وجہ سے اپنی عبادت وغیرہ کے معمولات پورا کرنے سے مجبور ہوجائے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اُس کے اعمال اسی طرح لکھے جاتے ہیں جس طرح وہ صحت وتندرستی کی حالت میں اور زمانۂ اِقامت میں کیا کرتا تھا۔ (صحیح بخاری، معارف الحدیث)

تکلیف وجہِ رفعِ درجات

محمد بن خالد سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور وہ ان کے دادا سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: کسی بندۂ مؤمن کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا بلند مقام طے ہوجاتا ہے جس کو وہ اپنے عمل سے نہیں پاسکتا، تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی جسمانی یا مالی تکلیف میں یا اولاد کی طرف سے کسی صدمہ یا پریشانی میں مبتلا کردیتا ہے، پھر اس کو صبر کی توفیق دے دیتا ہے، یہاں تک کہ اُن مصائب وتکالیف (اور اُن پر صبر) کی وجہ سے اُس بلند مقام پر پہنچادیا جاتا ہے جو اس کے لئے پہلے سے طے ہوچکا تھا۔ (معارف الحدیث، مسندِ احمد، سننِ ابی داؤد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ: مؤمن کو جو بھی بیماری، جو بھی پریشانی، جو بھی رنج وغم اور جو بھی اذیت پہنچتی ہے، یہاں تک کہ کانٹا بھی اس کے چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان چیزوں کے ذریعہ اس کے گناہوں کی صفائی فرمادیتا ہے۔ (صحیح بخاری، مسلم، معارف الحدیث)

حالتِ مرض کی دُعا

جو شخص حالتِ مرض میں یہ دُعا چالیس مرتبہ پڑھے، اگر مرا تو شہید کے

برابر ثواب ملے گا، اور اگر اچھا ہوگیا تو تمام گناہ بخشے جائیں گے:۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

اور اگر مرض میں یہ دُعا پڑھے اور مرجائے تو اس کو دوزخ کی آگ نہ لگے گی:۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ، لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ، لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

زمانۂ بیماری میں صدقِ دل اور سچے شوق سے یہ دُعا پڑھا کرے:۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ شَهَادَةً فِیْ سَبِیْلِکَ، وَاجْعَلْ مَوْتِیْ بِبَلَدِ رَسُوْلِکَ۔ (حصن حصین)

ترجمہ:۔ اے اللہ! مجھے اپنے راستہ میں شہادت عطا فرما، اور مجھے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں موت نصیب فرما۔

مریضوں کی عیادت اور اس کے فضائل

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: ایک مسلمان دُوسرے مسلمان کی عیادت اگر صبح کے وقت کرے تو شام تک اس کے لئے ستر ہزار فرشتے دُعا کرتے ہیں، اور اگر شام کو عیادت کرے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دُعا کرتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ میں سے جو بیمار ہوجاتا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ (زاد المعاد)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: بندۂ مؤمن جب اپنے صاحبِ ایمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو واپس آنے تک وہ گویا جنت کے باغ میں ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم شریف)

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب تم مریض کے پاس جاؤ یا کسی قریب المرگ شخص کے پاس جاؤ تو

اس کے سامنے بھلائی کا کلمہ زبان سے نکالو، کیونکہ تم جو کچھ کہتے ہو فرشتے اُس پر آمین کہتے ہیں۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تم کسی مریض کی عیادت کو جاؤ تو اس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے دُعا کرے، اس لئے کہ اس کی دُعا فرشتوں کی دُعا کے مانند ہوتی ہے۔ (ابنِ ماجہ، مشکوٰۃ)

تسلی اور ہمدردی

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس کی عمر کے بارے میں اس کے دِل کو خوش کرو (یعنی اس کی عمر اور اس کی زندگی کے بارے میں اُمید پیدا کرنے والی باتیں کرو)، اس طرح کی باتیں کسی ہونے والی چیز کو رَدّ تو نہ کرسکیں گی لیکن اس سے اس کا دِل خوش ہوگا اور یہی عیادت کا مقصد ہے۔

(جامع ترمذی، سنن ابنِ ماجہ، معارف الحدیث)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: مریضوں کے پاس عیادت کرنے میں شور وشغب نہ کرنا اور کم بیٹھنا بھی سنت ہے۔ (مشکوٰۃ)

مریض کی عیادت کے لئے کوئی دن یا وقت مقرر کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیبہ میں سے نہیں تھا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن رات تمام اوقات میں (حسبِ ضرورت) مریضوں کی عیادت فرماتے۔ (زاد المعاد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مریض کے قریب تشریف لے جاتے اور اس کے سرہانے بیٹھتے، اس کا حال دریافت کرتے اور پوچھتے: طبیعت کیسی ہے؟ (زاد المعاد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تو بیمار کی پیشانی اور نبض پر ہاتھ رکھتے، اور اگر وہ کچھ مانگتا تو اس کے لئے وہ چیز منگواتے اور فرماتے: مریض جو مانگے وہ اس کو دو، بشرطیکہ مضر نہ ہو۔ (حصن حصین)

اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مریض کی پیشانی پر دستِ مبارک رکھتے، پھر اس کے سینہ اور پیٹ پر ہاتھ پھیرتے اور دُعا کرتے: اے اللہ! اسے شفا دے، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مریض کے پاس تشریف لے جاتے تو فرماتے: کوئی فکر کی بات نہیں، انشاء اللہ تعالیٰ سب ٹھیک ہوجائے گا۔ بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: یہ بیماری گناہوں کا کفارہ اور طہور بن جائے گی۔ (زاد المعاد)

مریض پر دَم اور اس کے لئے دُعاءِ صحت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مریض کے لئے تین بار دُعا فرماتے، جیسا کہ آپؐ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دُعا فرمائی: اے اللہ! سعد کو شفا دے، اے اللہ! سعد کو شفا دے، اے اللہ! سعد کو شفا دے۔ (زاد المعاد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مریض کی پیشانی یا دُکھی ہوئی جگہ پر داہنا ہاتھ رکھ کر فرماتے:-

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ، اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَآءُکَ شِفَآءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا.

ترجمہ:- اے اللہ! اے لوگوں کے ربّ! تکلیف کو دُور فرما اور شفا دے، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفا کے علاوہ کوئی شفا نہیں ہے، ایسی شفا دے جو ذرا مرض نہ چھوڑے۔

یہ دُعا بھی منقول ہے:-

اَللّٰھُمَّ اشْفِہٖ، اَللّٰھُمَّ عَافِہٖ.

(اے اللہ! اس کو شفا دے، اے اللہ اس کو عافیت دے)

یا سات مرتبہ یہ دُعا پڑھے:-

اَسْأَلُ اللہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ، اَنْ یَّشْفِیَکَ.

ترجمہ:- میں سوال کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے جو بڑا ہے، اورعرشِ

عظیم کا ربّ ہے کہ تجھے شفا بخشے۔

جس شخص نے کسی ایسے مریض کی عیادت کی جس کی موت کا وقت نہ آیا ہو، اور یہ دُعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس مریض کو اس مرض سے ضرور شفا دے گا۔

(ابوداؤد کتاب الجنائز و ترمذی ابوب الطب)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درد کی شکایت کی جو اُن کے جسم کے کسی حصہ میں تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس جگہ پر اپنا ہاتھ رکھو جہاں تکلیف ہے، اور تین دفعہ کہو "بِسمِ اللّٰہِ" اور سات مرتبہ کہو:۔

اَعُوْذُ بِعِزَّۃِ اللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ.

ترجمہ:۔ میں پناہ لیتا ہوں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی قدرت کی اس تکلیف کے شر سے جو میں پا رہا ہوں اور جس کا مجھے خطرہ ہے۔

کہتے ہیں کہ: میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری وہ تکلیف دُور فرمادی۔ (صحیح مسلم، معارف الحدیث)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا پڑھ کر حضراتِ حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتے تھے:۔

اُعِیْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْطٰنٍ وَّھَامَّۃٍ وَّمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَّامَّۃٍ.

ترجمہ:۔ میں تمہیں پناہ دیتا ہوں اللہ کے کلماتِ تامہ کی ہر شیطان کے شر سے اور ہر زہریلے جانور سے اور ہر اثر ڈالنے والی آنکھ سے۔

اور فرمایا کرتے تھے کہ: تمہارے جدِ امجد ابراہیم علیہ السلام اپنے دونوں

صاحبزادوں اسماعیل و اسحاق علیہما السلام پر ان کلمات سے دَم کرتے تھے۔

(معارف الحدیث، رواہ البخاری)

اور جس کے زخم یا پھوڑا یا کوئی تکلیف ہوتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر دَم کرتے، چنانچہ شہادت کی اُنگلی زمین پر رکھ دیتے، پھر یہ دُعا پڑھتے:-

بِسْمِ اللهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا يَشْفِيْ سَقِيْمَنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا۔

ترجمہ:- میں اللہ کے نام سے برکت حاصل کرتا ہوں، یہ ہماری زمین کی مٹی ہے جو ہم میں سے کسی کے تھوک میں ملی ہوئی ہے، تا کہ ہمارے بیمار کو ہمارے رَبّ کے حکم سے شفا دے۔

اور اس جگہ اُنگلی پھیرتے۔ (زاد المعاد)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خود بیمار ہوتے تو مُعوّذات پڑھ کر اپنے اُوپر دَم فرمایا کرتے اور خود اپنا دستِ مبارک اپنے جسم پر پھیرتے، پھر جب آپؐ کو وہ بیماری لاحق ہوئی جس میں آپؐ نے وفات پائی تو میں وہی مُعوّذات پڑھ کر آپؐ پر دَم کرتی جن کو پڑھ کر آپؐ دَم کیا کرتے تھے، اور آپؐ کا دستِ مبارک آپؐ کے جسم پر پھیرتی۔

(صحیح بخاری، صحیح مسلم، معارف الحدیث)

نوٹ:- مُعوّذات سے سورۂ اِخلاص، سورۂ فلق اور سورۃ الناس مراد ہے، ان کو پڑھ کر ہتھیلیوں پر دَم کیا جائے، پھر اُن کو سر سے لے کر پاؤں تک تمام جسم پر پھیر لیا جائے، تین مرتبہ ایسا کیا جائے۔

***

بابِ دوم

نزع کی حالت، موت کے وقت میّت کے ساتھ معاملہ اور تجہیز و تکفین کا سامان

جب موت کے آثار ظاہر ہونے لگیں

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مرنے والوں کو کلمہ "لا الٰہ الا اللہ" کی تلقین کریں۔

(صحیح مسلم، معارف الحدیث)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے مرنے والوں (قریب المرگ مریضوں) پر سورۂ یٰسٓ پڑھا کرو۔ (معارف الحدیث، مسندِ احمد، سنن ابی داؤد، ابنِ ماجہ)

سکراتُ الموت

مرنے والے کا منہ مرتے وقت قبلہ کی طرف کردیں، اور خود وہ (قریب المرگ) یہ دُعا مانگے:- "اَللّٰھُمَّ اغفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی" اور "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" پڑھے، اور "اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَسَکَرَاتِ الْمَوْتِ" پڑھے۔ (ترمذی)

ترجمہ:- اے اللہ! میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے اُوپر والے ساتھیوں میں پہنچادے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔
اے اللہ! موت کی سختیوں (کے اس موقع) میں میری مدد فرما۔

مسئلہ:- جب کسی پر موت کا اثر ظاہر ہو تو اس کو چت لٹادو، اس طرح کہ قبلہ اُس کے داہنی طرف ہو، اور سر کو ذرا قبلہ کی طرف گھمادو یا اس کے پاؤں قبلہ کی طرف کردو اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر ذرا اُونچا کردو، اس طرح بھی قبلہ رُخ ہوجائے گا۔ (مسافرِ آخرت)

لیکن اگر مریض کو قبلہ رُخ کرنے سے تکلیف ہو تو اس کے حال پر چھوڑ دو، پھر اس کے پاس بیٹھ کر کلمۂ شہادت کی تلقین اس طرح کریں کہ کوئی اس کے پاس بلند آواز سے کہے:-

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

اور اس کو کلمہ پڑھنے کا حکم نہ کرو، کیونکہ وہ وقت بڑا مشکل ہے، نہ معلوم اس کے منہ سے کیا نکل جائے۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ:- جب وہ ایک دفعہ کلمہ پڑھ لے تو چپ ہو رہو، یہ کوشش نہ کرو کہ برابر کلمہ جاری رہے، اور پڑھتے پڑھتے دَم نکلے، کیونکہ مطلب تو فقط اتنا ہے کہ سب سے آخری بات جو اس کے منہ سے نکلے کلمہ ہونا چاہئے، اس کی ضرورت نہیں کہ دَم ٹوٹنے تک کلمہ برابر جاری رہے، ہاں! اگر کلمہ پڑھ لینے کے بعد پھر کوئی دُنیا کی بات چیت کرے، تو پھر کلمہ پڑھنے لگو، جب وہ پڑھ لے تو پھر چپ ہو رہو۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ:- جب سانس اُکھڑ جائے اور جلدی جلدی چلنے لگے، اور ٹانگیں ڈھیلی پڑجائیں کہ کھڑی نہ ہوسکیں اور ناک ٹیڑھی ہوجائے اور کنپٹیاں بیٹھ جائیں تو سمجھو کہ اس کی موت کا وقت آگیا، اس وقت کلمہ زور زور سے پڑھنا شروع کردو۔

(بہشتی زیور)

مسئلہ:- سورۂ یٰسٓ پڑھنے سے موت کی سختی کم ہوجاتی ہے، اس کے سرہانے یا اور کہیں اس کے پاس بیٹھ کر پڑھ دو یا کسی سے پڑھوادو۔

مسئلہ:- اس وقت کوئی بات ایسی نہ کرو کہ اس کا دِل دُنیا کی طرف مائل

ہوجائے، کیونکہ یہ وقت دُنیا سے جدائی اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں حاضری کا وقت ہے، ایسے کام کرو، ایسی باتیں کرو کہ دُنیا سے دِل پھر کر اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہوجائے کہ مردہ کی خیرخواہی اسی میں ہے، ایسے وقت میں بال بچوں کو سامنے لانا یا اور کوئی جس سے اس کو زیادہ محبت تھی اسے سامنے لانا، ایسی باتیں کرنا کہ دِل اس کا ان کی طرف مائل ہوجائے اور اُن کی محبت اس کے دِل میں سماجائے، بڑی بُری بات ہے کہ دُنیا کی محبت لئے رُخصت ہو۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ:- مرتے وقت اگر اس کے منہ سے خدانخواستہ کفر کی کوئی بات نکلے تو اس کا خیال نہ کرو، نہ اس کا چرچا کرو، بلکہ یہ سمجھ کر کہ موت کی سختی کی وجہ سے عقل ٹھکانے نہیں رہی، اس وجہ سے ایسا ہوا، اور عقل جاتے رہنے کے وقت جو کچھ ہو سب معاف ہے، اور اللہ تعالیٰ سے اُس کی بخشش کی دُعا کرتے رہو۔ (بہشتی زیور)

جب موت واقع ہوجائے تو اہلِ تعلق یہ دُعا پڑھیں:-

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاخْلُفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا. (ترمذی)

ترجمہ:- بے شک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں، اور اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ! میری مصیبت میں اجر دے اور اس کے عوض مجھے اچھا بدلہ عنایت فرما۔

مسئلہ:- جب موت واقع ہوجائے تو کپڑے کی ایک چوڑی پٹی لے کر میّت کی ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر، سر پر لاکر گرہ لگادیں، اور نرمی سے آنکھیں بند کردیں، اور اُس وقت یہ دُعا پڑھیں:-

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْهِ اَمْرَهٗ وَسَهِّلْ عَلَيْهِ مَا بَعْدَهٗ وَاَسْعِدْهُ بِلِقَائِكَ وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ اِلَيْهِ خَيْرًا مِّمَّا خَرَجَ عَنْهُ.

ترجمہ:- شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے اور رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے دین پر، اے اللہ! اس میت پر اس کا کام آسان فرما
اور اس پر وہ حالات آسان فرما جو اَب اس کے بعد آئیں گے
اور اس کو اپنے دیدارِ مبارک سے مشرف فرما اور جہاں گیا ہے
(یعنی آخرت) اس کو بہتر کردے اس جگہ سے جہاں سے گیا ہے
(یعنی دُنیا سے)۔ (درِمختار)

مسئلہ:- پھر اس کے ہاتھ پاؤں سیدھے کردیں اور پیروں کے انگوٹھے ملاکر کپڑے کی کتر وغیرہ سے باندھ دیں، پھر اُسے ایک چادر اوڑھا کر چارپائی یا چوکی پر رکھیں، زمین پر نہ چھوڑیں، اور پیٹ پر کوئی لمبا لوہا یا بھاری چیز رکھ دیں تاکہ پیٹ نہ پھولے، غسل کی حاجت والے آدمی اور حیض یا نفاس والی عورت کو اس کے پاس نہ آنے دو۔ (مسافرِ آخرت، درِمختار، بہشتی زیور)

پھر اس کے دوست احباب کو خبر دو تاکہ اس کی نماز میں زیادہ سے زیادہ شریک ہوں اور اس کے لئے دُعا کریں۔

مسئلہ:- اگر میسر ہو تو خوشبو (اگربتی وغیرہ) جلاکر میّت کے قریب رکھ دو۔
(مسافرِ آخرت)

مسئلہ:- غسل سے پہلے میّت کے پاس قرآن پڑھنا دُرست نہیں۔
(بہشتی زیور)

مسئلہ:- تجہیز و تکفین میں بہت جلدی کی جائے، سب سے پہلے قبر کا بندوبست کرو، اور غسل، کفن، جنازہ اور دفن کا سامان فراہم کرلو، جسے اپنے اپنے موقع پر استعمال کیا جائے گا۔ (بہشتی زیور)

نوٹ:- اس پورے سامان کی فہرست آگے آرہی ہے۔

مسئلہ:- اگر جمعہ کے دن کسی کا انتقال ہوا تو اگر جمعہ کی نماز سے پہلے کفن دفن ہوسکے تو ضرور کرلیں، صرف اس خیال سے جنازہ روک رکھنا کہ جمعہ کے بعد مجمع زیادہ ہوگا، مکروہ ہے۔ (بہشتی گوہر وشامی)

جو شخص حالتِ اِحرام میں فوت ہوجائے اس کی تجہیز و تکفین

مسئلہ:- جو شخص حج یا عمرہ کے لئے گیا ہو اور اِحرام کی حالت میں فوت ہوجائے تو اس کی تجہیز و تکفین اور غسل وغیرہ سب اسی طرح کئے جائیں گے، جس طرح دُوسرے لوگوں کے لئے کئے جاتے ہیں، کیونکہ موت سے اس کا اِحرام ختم ہوجاتا ہے، لہٰذا اس کا سر ڈھکنا اور خوشبو لگانا وغیرہ سب اُسی طرح ہوگا جس طرح عام مسلمانوں کا ہوتا ہے۔ (فتح الملہم ج:۳ ص:۲۴۱، شامی ج:۱ ص:۸۰۳)

جو شخص بحری جہاز میں فوت ہوجائے

مسئلہ:- اگر کوئی شخص پانی کے جہاز یا کشتی وغیرہ میں فوت ہوجائے اور خشکی وہاں سے اس قدر دُور ہو کہ نعش کے خراب ہوجانے کا اندیشہ ہو تو اس وقت چاہئے کہ غسل، کفن اور نمازِ جنازہ سے فارغ ہوکر اس کے کفن کو اس پر اچھی طرح باندھ کر دریا میں ڈال دیں اور اس کے ساتھ کوئی وزنی پتھر یا لوہا وغیرہ بھی باندھ دیں تاکہ نیچے بیٹھ جائے۔

اور اگر کنارہ اتنی دُور نہ ہو اور نعش کے خراب ہونے کا خطرہ نہ ہو تو نمازِ جنازہ پڑھ کر نعش کو رکھ چھوڑیں اور پہنچ کر زمین میں دفن کردیں۔ (بہشتی گوہر و عالمگیری)

غسل و کفن وغیرہ میں کافر کے ساتھ معاملہ

یہاں تک تمام مسائل مسلمان میّت کے متعلق لکھے گئے ہیں، میّت اگر کافر ہو اور اس کی لاش ٹھکانے لگانی پڑے یا مسلمان میّت کے رشتہ داروں میں کوئی شخص کافر ہو تو اس کے مسائل یہاں لکھے جاتے ہیں۔

مسئلہ:- مرنے والا اگر مرتد ہو یعنی پہلے مسلمان تھا پھر کافر ہو گیا اور کافر ہی مرا، تو اس کا غسل وکفن اور نمازِ جنازہ کچھ نہ ہوگی، نہ مسلمانوں کے طریقہ سے اُس کا جنازہ اُٹھایا جائے، نہ اس کے ہم مذہب کافروں تک اس کی لاش پہنچانے کی کوشش کی جائے، بلکہ کسی گڑھے میں کتے کی لاش کی طرح ڈال دیا جائے۔
(درمختار وشامی ج:۱ ص:۸۳۳)

مسئلہ:- جو کافر مرتد نہیں، بلکہ شروع ہی سے کافر تھا اور اسی حالت میں مرگیا تو اگر اس کا کوئی رشتہ دار اس کا ہم مذہب موجود ہو، تو بہتر یہ ہے کہ اس کی لاش اُسی کے لئے چھوڑ دی جائے، تاکہ وہ جس طرح چاہے اُسے دفن وغیرہ کرے، اور اگر اس کا کوئی رشتہ دار اس کے مذہب کا نہ ہو تو اس کے مسلمان رشتہ داروں پر اس کا غسل وکفن واجب تو نہیں، البتہ اُن کے لئے اتنا جائز ہے کہ غسل وکفن اور دفن کا جو مسنون طریقہ آگے مسلمانوں کے لئے آرہا ہے، اس کی رعایت کئے بغیر اُسے ناپاک کپڑے کی طرح دھوکر کسی کپڑے میں لپیٹ کر کسی گڑھے میں دبادیں۔ (درمختار وشامی)

مسئلہ:- اگر کسی مسلمان میّت کے سب رشتہ دار کافر ہوں تو اس کی تجہیز و تکفین، نمازِ جنازہ اور دفن کرنا مسلمانوں کے ذمہ فرضِ کفایہ ہے، اُس کی لاش کافر رشتہ داروں کے حوالہ نہ کی جائے، کافر رشتہ داروں کو اسے غسل دینے کا حق بھی نہیں۔
(درمختار وشامی)

مسئلہ:- کسی مسلمان کو دفن کرنے کے لئے اس کے کافر رشتہ دار کو قبر میں داخل نہ کیا جائے۔ (درمختار وشامی)

مسئلہ:- اگر کسی مسلمان مرد کا انتقال ایسی جگہ ہو جائے کہ کوئی مسلمان مرد وہاں موجود نہ ہو، نہ اُس کی بیوی ہو جو اُسے غسل دے سکے، بلکہ صرف مسلمان عورتیں اور کافر مرد ہوں، تو ایسی مجبوری میں مسلمان عورتوں کو چاہئے کہ وہ کسی کافر مرد کو غسل دینے کا طریقہ بتلادیں، کیونکہ کسی مرد کو غسل دینا بیوی کے سوا کسی عورت کو جائز نہیں، وہ کافر اُسے غسل دیدے پھر مسلمان عورتیں اس پر نمازِ جنازہ پڑھ لیں۔
(شامی ج:۱ ص:۸۳۳)

میّت پر نوحہ و ماتم نہیں کرنا چاہیے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دفعہ سعد بن عبادہؓ مریض ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لئے ہوئے ان کی عیادت کے لئے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اندر تشریف لائے تو اُن کو بڑی سخت حالت میں پایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اس حالت میں دیکھا کہ اُن کے گرد آدمیوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ختم ہو چکے؟ (بطورِ مایوسی یا حاضرین سے استفسار کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی)، تو لوگوں نے عرض کیا: نہیں! ابھی ختم نہیں ہوئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی یہ حالت دیکھ کر رونا آ گیا، جب اور لوگوں نے آپ پر گریہ کے آثار دیکھے تو وہ بھی رونے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگو! اچھی طرح سن لو اور سمجھ لو! کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو اور دِل کے غم پر تو سزا نہیں دیتا، کیونکہ اس پر بندہ کا اختیار اور قابو نہیں ہے۔ پھر زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: لیکن اس کی غلطی پر، یعنی زبان سے نوحہ و ماتم کرنے پر سزا دیتا ہے، اور "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـآ اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡنَ" پڑھنے اور دُعا و اِستغفار کرنے پر رحمت فرماتا ہے۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم، معارف الحدیث)

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ اُن کے شوہر ابوسلمہؓ کی وفات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اُن کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو بند کیا اور فرمایا: جب رُوح جسم سے نکالی جاتی ہے تو بینائی بھی اس کے ساتھ چلی جاتی ہے، اس لئے موت کے بعد آنکھوں کو بند ہی کر دینا چاہئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر اُن کے گھر کے آدمی چلّا چلّا کر رونے لگے اور اس رنج اور صدمہ کی حالت میں اُن کی زبان سے ایسی باتیں نکلنے لگیں جو خود ان لوگوں کے حق میں بددُعا تھیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسم نے فرمایا: لوگو! اپنے حق میں خیر اور بھلائی کی دُعا کرو، اس لئے کہ تم جو کہہ رہو ہو ملائکہ اس پر

آمین کہتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح دُعا فرمائی:-

اے اللہ! ابوسلمہ کی مغفرت فرما اور اپنے ہدایت یافتہ بندوں میں ان کا درجہ بلند فرما، اور اس کے بجائے تو ہی نگرانی فرما ان کے پسماندگان کی، اور ربّ العالمین! بخش دے ہم کو اور اس کو، اور اس کی قبر کو وسیع اور منوّر فرما۔ (صحیح مسلم، معارف الحدیث)

میّت کے لئے آنسو بہانا جائز ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے لئے "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" کہنا اور اللہ کی قضا پر راضی رہنا مسنون قرار دیا ہے، اور یہ باتیں گریۂ چشم اور غمِ دِل کے منافی نہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ تمام مخلوق میں سب سے زیادہ راضی بقضاءِ الٰہی اور سب سے زیادہ حمد کرنے والے تھے اور اس کے باوجود اپنے صاحبزادے ابراہیمؓ پر وفورِ محبت وشفقت سے رقت کے باعث رو دیئے، مگر اس حالت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضاء وشکر سے بھرا ہوا اور زبان اس کے ذکر وحمد میں مشغول تھی۔ (زاد المعاد)

میّت کا بوسہ لینا

غسل دینے کے بعد میّت کو وفورِ محبت یا عقیدت سے بوسہ دینا جائز ہے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا اور روئے، اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ (زاد المعاد)

تجہیز وتکفین میں جلدی

حصین بن وحوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ طلحہ بن براءؓ بیمار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے، ان کی حالت نازک دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُوسرے آدمیوں سے فرمایا: میں محسوس

کرتا ہوں کہ ان کی موت کا وقت آ ہی گیا ہے، اگر ایسا ہوجائے تو مجھے خبر کی جائے، اور ان کی تجہیز و تکفین میں جلدی کی جائے، کیونکہ کسی مسلمان کی میّت کے لئے مناسب نہیں کہ وہ دیر تک اپنے گھر والوں کے بیچ میں رہے۔

(سنن ابی داؤد و معارف الحدیث)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ: جب تمہارا کوئی آدمی انتقال کرجائے تو اس کو دیر تک گھر میں مت رکھو، اور قبر تک پہنچانے اور دفن کرنے میں سرعت سے کام لو۔ (بیہقی شعب الایمان و معارف الحدیث)

تجہیز و تکفین کے مصارف کس کے ذمہ ہیں؟

غسل، خوشبو، کفن، جنازہ اور دفن کے مصارف کس کے ذمہ ہیں؟ اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

۱:- اگر میّت نے اپنی ملکیت میں اتنا مال (ترکہ) چھوڑا ہو کہ ان مصارف کے لئے کافی ہو، تو یہ خرچ میّت کے ترکہ میں سے کیا جائے گا۔ (شامی)

لیکن اگر کوئی اور شخص بخوشی یہ مصارف اپنے پاس سے ادا کردے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، خواہ یہ شخص میّت کا وارث ہو یا اجنبی، البتہ عاقل بالغ ہونا ضروری ہے۔

۲:- جس میّت نے مال بالکل نہیں چھوڑا اس کی تجہیز و تکفین کے مصارف اُس شخص کے ذمہ ہیں جس پر میّت کی زندگی میں اس کا خرچ (نفقہ) واجب تھا، اگر میّت کا خرچ اس کی زندگی میں شرعاً ایک سے زیادہ افراد (وارثوں وغیرہ) پر مشترک طور پر واجب تھا تو تجہیز و تکفین کے مصارف بھی اُن پر مشترک طور پر واجب ہوں گے، یعنی اُن وارثوں سے ان کے حصۂ میراث کے مطابق چندہ جمع کیا جائے، یعنی اگر یہ میّت کچھ مال چھوڑ کر مرتا تو جس شخص کو زیادہ میراث ملتی اس سے اسی حساب سے

کفن دفن کا خرچ زیادہ لیا جائے گا، اور جس شخص کو کم میراث ملتی اس سے اُسی حساب سے کفن دفن کا خرچ کم لیا جائے گا۔ (شامی ج:۱ ص:۸۱۰ ومفید الوارثین ص:۳۶)

۳:- میّت اگر شادی شدہ عورت ہو تو اس کی تجہیز وتکفین کے مصارف اس کے شوہر کے ذمہ ہیں، خواہ عورت نے مال چھوڑا ہو یا نہ چھوڑا ہو۔

(درمختار، شامی، امداد الفتاویٰ)

۴:- اگر میّت نے مال نہیں چھوڑا، اور ایسا بھی کوئی شخص زندہ نہیں جس پر اس کا نفقہ واجب ہوتا، تو اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ تجہیز وتکفین کے مصارف بیت المال (سرکاری خزانہ) سے ادا کرے۔

اگر حکومت بھی یہ فریضہ ادا نہیں کرتی تو جن جن مسلمانوں کو ایسی میّت کی اطلاع ہو اُن سب پر فرضِ کفایہ کے طور پر لازم ہے کہ مل کر یہ خرچ برداشت کریں، اگر اطلاع پانے والوں میں سے کسی نے بھی یہ کام نہ کیا تو وہ سب گنہگار ہوں گے۔

(درمختار، شامی)

۵:- اگر کسی نے میّت کے وارثوں کی عدم موجودگی میں اُن کی یا حکومت کی اجازت کے بغیر اپنے پاس سے یہ خیال کر کے خرچ کر دیا کہ بعد میں وارثوں سے لے لوں گا، تو اگر بعد میں وارث بخوشی دے دیں تو ٹھیک، ورنہ وہ ان سے جبراً وصول نہیں کرسکتا، کیونکہ یہ اس کا اِحسان تھا جو اس نے ازخود کیا ہے، وارث اس کے ذمہ دار نہیں۔ (شامی)

۶:- یہاں تجہیز وتکفین کے جن مصارف کا حکم لکھا گیا ہے ان سے مراد غسل، خوشبو، کفن اور حمل ودفن کے وہ اخراجات ہیں جو شرعی طریقہ کے مطابق ہوں، جن کی تفصیل آگے آرہی ہے، بہت سی رسمیں جو ناواقف لوگوں نے اپنی طرف سے ایجاد کر رکھی ہیں، ان کے اخراجات کا یہ حکم نہیں، ان زائد اخراجات کا ذمہ دار وہی شخص ہوگا جو یہ زائد خرچ کرے گا۔ (شامی)

مسئلہ:- یاد رہے کہ زکوٰۃ کی رقم کسی کی تجہیز وتکفین میں خرچ کرنے سے

زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، اگرچہ میّت فقیر ہی ہو، کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی فقیر کے قبضہ میں مالکانہ طور پر دے دی جائے، اور میّت کسی چیز کا نہ مالک ہوسکتا ہے، نہ اُس پر قبضہ کرسکتا ہے۔

البتہ اگر کسی فقیر کو زکوٰۃ مالکانہ طور پر کسی شرط کے بغیر قبضہ میں دے دی جائے، پھر وہ فقیر اپنی خوشی سے کسی کی تجہیز و تکفین میں خرچ کردے تو فقیر کو تجہیز و تکفین کا ثواب ہوگا اور زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔

تجہیز و تکفین کے سامان کی مکمل فہرست

میّت کے غسل، کفن، جنازہ اور دفن کا مفصل طریقہ اور ضروری مسائل آگے اپنے اپنے موقع پر تفصیل سے بیان ہوں گے، مگر ان کاموں کے لئے جس جس سامان کی ضرورت ہوتی ہے، سہولت کے لئے اس کی مفصل فہرست یہاں درج کی جارہی ہے، تاکہ سب سامان ایک ساتھ جمع کرلیا جائے، ہر چیز کے لئے الگ الگ نہ جانا پڑے، ان میں سے جو چیزیں گھر میں موجود ہوں اور پاک صاف ہوں وہ بھی استعمال کی جاسکتی ہیں، بازار سے نئی منگانا ضروری نہیں، اکثر اشیاء اُن رفاہی انجمنوں سے بھی تیار مل جاتی ہیں جو کفن، دفن اور میّت گاڑی کا انتظام کرتی ہیں، ان اشیاء کے استعمال کا طریقہ آگے اپنے اپنے موقع پر تفصیل سے بیان ہوگا۔

غسل کا سامان

۱:- نہلانے کے لئے پانی کے برتن ـــــ حسبِ ضرورت (اگرچہ مستعمل ہوں)۔

۲:- لوٹا ـــــــــــــ ایک (اگرچہ مستعمل ہو)۔

۳:- غسل کا تختہ ـــــــــ (ایک) اکثر مساجد میں رہتا ہے یا کوئی اور تختہ جس پر میّت کو لٹا کر غسل دیا جاسکے، فراہم کرلیا جائے۔

۴:- استنجے کے ڈھیلے ـــــــــ ۳ یا ۵ عدد۔

۵:- بیری کے پتے ________ ۲ مٹھی (اگر نہ ملیں تو مضائقہ نہیں)۔

۶:- لوبان ________ ایک تولہ۔

۷:- عطر ________ ۳ ماشہ۔

۸:- رُوئی ________ نصف چھٹانک۔

۹:- گلِ خیرو ________ ایک چھٹانک، یہ نہ ہو تو نہانے کا صابن بھی کافی ہے۔

۱۰:- کافور ________ ۶ ماشہ۔

۱۱:- تہبند ________ (۲ عدد) گھر میں موجود نہ ہوں تو بالغ (مرد و عورت) کے لئے سوا گز لمبا کپڑا جس کا عرض ۱۴ گرہ سے کم نہ ہو، ایک تہبند کے لئے کافی ہے۔ دو تہبند کے لئے ۱۴ گرہ عرض کا ڈھائی گز کپڑا منگالیں۔

۱۲:- دستانے ________ (۲ عدد) کسی پاک صاف موٹے کپڑے کی دو تھلیاں سی کر اتنی بڑی بنالیں کہ نہلانے والے کا ہاتھ اس میں پہنچے سے کچھ اُوپر کلائی تک آسانی سے آجائے یہی ہتھیلیاں دستانوں کے طور پر استعمال ہوں گی، ایک تھیلی کے لئے کپڑا ۶ گرہ لمبا اور ۳ گرہ چوڑا کافی ہے۔

کفن کا سامان

۱۳:- کفن کا کپڑا ________ مرد کے پورے کفن کے لئے ایک گز عرض کا تقریباً دس گز کپڑا سفید، عورت کے لئے (مع چادر گھوارہ) $21\frac{1}{2}$ (ساڑھے اکیس)

گز کپڑا سفید۔ بچوں کے لئے کفن کے کپڑے بھی بڑوں کی طرح ہوتے ہیں، لیکن اُن میں کپڑا کم خرچ ہوگا، ان کے حسبِ حال کمی کرلی جائے۔

جنازہ کا سامان

۱۴:- جنازہ کی چارپائی ——— (ایک) اکثر مسجدوں میں یا میّت گاڑی والوں سے مل جاتی ہے، ورنہ گھر کی چارپائی بھی جو پاک صاف ہو کافی ہے۔

۱۵:- گہوارہ (صرف عورتوں کے لئے)۔ (ایک) عورت کے جنازہ پر ایک چیز قبر کی طرح اُبھری ہوئی رکھی جاتی ہے جس پر چادر ڈالی جاتی ہے، تاکہ پردہ رہے، اُسے گہوارہ کہتے ہیں، یہ بھی عموماً مسجدوں یا میّت گاڑی والوں سے مل جاتا ہے، اگر یہ نہ ہو تو بانس کی تیلیاں یا درخت کی شاخ جنازہ پر رکھ کر اُس پر چادر ڈال دی جائے۔ (مسافرِ آخرت)

۱۶:- جنازہ کی چادر ——— (ایک) جو چادر جنازہ کے اُوپر اوڑھا دیتے ہیں، یہ بھی عام طور سے مسجدوں یا میّت گاڑی والوں سے مل جاتی ہے، مرد کے جنازہ پر اگر یہ نہ ہو تو کچھ حرج نہیں، اور مرد کے ترکہ سے اُسے خریدنا جائز نہیں۔

البتہ عورت کے جنازہ کے لئے چادر ضروری ہے تاکہ پردہ رہے، اگر گھر میں

کوئی چادر ایسی موجود نہ ہو جو عورت کے جنازہ پر ڈالی جاسکے تو اس کے ترکہ سے خرید لی جائے، قبر جاکر اُتارلیں اور واپس لاکر ترکہ میں رکھ دیں۔

(اصلاح الرسوم ص: ۱۷۰ بزیادہ ایضاح)

اسی لئے اس سے پہلے مرد کے کفن کے لئے جو کپڑا لکھا گیا ہے اس میں یہ چادر شمار نہیں کی گئی، اور عورت کے کفن کے لئے جو ساڑھے اکیس (۲۱ ½) گز کپڑا لکھا گیا ہے اس میں ½ ۳ گز لمبی، ۲ گز چوڑی چادر آسانی کے لئے شمار کرلی گئی ہے، ورنہ یہ بھی کفن کا جزء نہیں، لہٰذا اس کا کفن کے ہم رنگ ہونا ضروری نہیں، پردے کے لئے کوئی سا کپڑا ہو کافی ہے، بلکہ کوئی شخص اپنی چادر جنازہ پر ڈال دے اور قبر پر جاکر اُتار لے تو یہ بھی کافی ہے۔

(بہشتی زیور و مسافرِ آخرت)

۱۷:- تختے یا لمبے چوڑے پتھر یا سیمنٹ کے بنے ہوئے سلیب — قبر کی پیمائش کے مطابق یہ قبر کو پاٹنے کے لئے استعمال ہوں گے، عام طور سے قبرستان والے فراہم کردیتے ہیں، ورنہ اُن سے تعداد اور سائز پوچھ کر خود منگالیں۔

***

بابِ سوم
غسل اور کفن کے مسائل

میّت کو نہلانے اور کفنانے کا ثواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص میّت کو غسل دے وہ گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسے اب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو، اور جو میّت پر کفن ڈالے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا جوڑا پہنائیں گے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الجنائز جلد:۴)

میّت کو کون نہلائے؟

* میّت کو نہلانے کا حق سب سے پہلے تو اس کے قریب ترین رشتہ داروں کو ہے، بہتر ہے کہ وہ خود نہلائیں، اور عورت کی میّت کو قریبی رشتہ دار عورت نہلائے، کیونکہ یہ اپنے عزیز کی آخری خدمت ہے۔ (درِمختار)

* کوئی دُوسرا شخص بھی نہلاسکتا ہے، لیکن مرد کو مرد اور عورت کو عورت غسل دے، جو ضروری مسائل سے واقف اور دیندار ہو۔ (شامی)

* کسی کو اُجرت دے کر بھی میّت کو غسل دلایا جاسکتا ہے، لیکن اُجرت لے کر غسل دینے والا ثواب کا مستحق نہیں ہوتا، اگرچہ اُجرت لینا جائز ہے۔ (بہشتی گوہر)

* اگر کوئی مرد مرگیا اور مردوں میں سے کوئی نہلانے والا نہیں، تو بیوی کے علاوہ کسی عورت کے لئے اس کو غسل دینا جائز نہیں، اگرچہ محرم ہی ہو، اگر بیوی بھی نہ ہو تو عورتیں اُسے تیمّم کرادیں غسل نہ دیں، لیکن تیمّم کرانے والی عورتیں اگر میّت کے لئے غیرمحرم ہوں تو اس کے بدن کو ہاتھ نہ لگائیں، بلکہ اپنے ہاتھ میں دستانے

پہن کر تیمّم کرائیں۔ (بہشتی زیور)

* کسی کا خاوند مرگیا تو بیوی کو اس کا چہرہ دیکھنا، نہلانا اور کفنانا دُرست ہے، اور اگر بیوی مرجائے تو شوہر کو اسے نہلانا، اس کا بدن چھونا اور ہاتھ لگانا دُرست نہیں، البتہ دیکھنا دُرست ہے، اور کپڑے کے اُوپر سے ہاتھ لگانا اور جنازہ اُٹھانا بھی جائز ہے۔ (بہشتی زیور، مسافرِ آخرت)

* اگر کسی نابالغ لڑکے کا انتقال ہوجائے اور وہ ابھی اتنا چھوٹا تھا کہ اسے دیکھنے سے شہوت نہیں ہوتی تو مردوں کی طرح عورتیں بھی ایسے لڑکے کو غسل دے سکتی ہیں، اور اگر نابالغ لڑکی کا انتقال ہوجائے اور وہ اتنی کم عمر ہو کہ اسے دیکھنے سے شہوت نہیں ہوتی، تو ایسی کم عمر لڑکی کو عورتوں کی طرح مرد بھی غسل دے سکتے ہیں۔

البتہ نابالغ لڑکا اور لڑکی اتنے بڑے ہوں کہ انہیں دیکھنے سے شہوت ہوتی ہے تو لڑکے کو مرد اور لڑکی کو عورتیں ہی غسل دیں۔ (عالمگیری)

* غسل دینے والا باوضو ہو تو بہتر ہے۔

* جو شخص حالتِ جنابت میں ہو یا جو عورت حیض یا نفاس میں ہو وہ میّت کو غسل نہ دے، کیونکہ اس کا غسل دینا مکروہ ہے۔ (شامی، بہشتی زیور)

غسل دینے والوں کے لئے چند ہدایات

۱:- اس کتاب میں آگے جو طریقہ لکھا ہے اس کے مطابق غسل دیا جائے۔

۲:- غسل کے لئے جس سامان کی فہرست پیچھے لکھی گئی ہے، وہ سب سامان اپنے پاس جمع کرلیں۔

۳:- غسل دینے کے لئے بیری کے پتے ڈال کر گرم پانی تیار کرلیں، جب نیم گرم رہ جائے اس سے غسل دیں، اگر بیری کے پتے میسر نہ ہوں تو یہی سادہ نیم گرم پانی کافی ہے۔ (بہشتی زیور)

۴:- بہت تیز گرم پانی سے غسل نہ دیں۔ (بہشتی زیور)

۵:- غسل دینے کے لئے گھر کے برتن استعمال کئے جاسکتے ہیں، اگرچہ وہ مستعمل ہوں، نئے برتن منگانا ضروری نہیں۔ (بہشتی زیور)

۶:- جس جگہ غسل دیا جائے وہ ایسی ہو کہ پانی بہہ کر پھیل نہ جائے، ورنہ لوگوں کو چلنے پھرنے میں تکلیف ہوگی۔ (بہشتی زیور)

۷:- جس جگہ غسل دیا جائے وہاں پردہ ہونا چاہئے۔

۸:- میّت کے بالوں میں کنگھی نہ کرو، نہ ناخن کاٹو، نہ کہیں کے بال کاٹو، سب اسی طرح رہنے دو۔ (مسافرِ آخرت)

۹:- اگر نہلانے میں میّت کا کوئی عیب دیکھیں تو کسی سے نہ کہیں، اگر خدانخواستہ مرنے سے اس کا چہرہ بگڑ گیا یا کالا ہوگیا، تو یہ بھی نہ کہیں اور بالکل اس کا چرچا نہ کریں، کہ سب ناجائز ہے۔ (بہشتی زیور)

۱۰:- اور اگر کوئی اچھی علامت دیکھیں مثلاً چہرہ کی نورانیت اور تبسم وغیرہ تو اسے ظاہر کردینا مستحب ہے۔ (شامی)

۱۱:- جو شخص پانی میں ڈوب کر یا آگ میں جل کر ہلاک ہوا یا کافروں سے جنگ میں شہید ہوا یا ناحق قتل کردیا گیا ہو یا کسی حادثہ میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے ہوں یا حمل کا اسقاط ہوا ہو یا بچہ مردہ پیدا ہوا ہو تو اس کے غسل اور کفن دفن وغیرہ کے مسائل اسی کتاب کے بابِ پنجم میں دیکھ لئے جائیں۔

۱۲:- اگر پانی نہ ہونے کے سبب کسی میّت کو تیمّم کرادیا گیا ہو، اور پھر پانی مل جائے تو اس کو غسل دے دینا چاہئے۔ (بہشتی گوہر)

میّت کو غسل دینے کا مفصل طریقہ

جس تختہ پر غسل دیا جائے اس کو تین دفعہ یا پانچ یا سات دفعہ لوبان کی دھونی دے لو، اور میّت کو اس پر اس طرح لٹاؤ کہ قبلہ اس کے دائیں طرف ہو، اگر موقع نہ ہو اور کچھ مشکل ہو تو جس طرف چاہو لٹادو۔

(فتح القدیر ج:۱ ص:۴۴۹ و شامی ج:۱ ص:۸۰۰، مسافرِ آخرت)

پھر میّت کے بدن کے کپڑے (کرتہ، شیروانی، بنیان وغیرہ) چاک کرلو، اور ایک تہبند اس کے ستر پر ڈال کر اندر ہی اندر وہ کپڑے اُتارلو، یہ تہبند موٹے کپڑے کا ناف سے پنڈلی تک ہونا چاہئے، تاکہ بھیگنے کے بعد اندر کا بدن نظر نہ آئے۔

مسئلہ:- ناف سے لے کر زانو تک دیکھنا جائز نہیں، ایسی جگہ ہاتھ لگانا بھی ناجائز ہے، میّت کو استنجاء کرانے اور غسل دینے میں اس جگہ کے لئے دستانہ پہننا چاہئے، یا کپڑا ہاتھ پر لپیٹ لیں، کیونکہ جس جگہ زندگی میں ہاتھ لگانا جائز نہیں وہاں مرنے کے بعد بھی بلا دستانوں کے ہاتھ لگانا جائز نہیں، اور اس پر نگاہ بھی نہ ڈالو۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ:- غسل شروع کرنے سے پہلے بائیں ہاتھ میں دستانہ پہن کر مٹی کے تین یا پانچ ڈھیلوں سے استنجاء کراؤ، پھر پانی سے پاک کرو، پھر وضو اس طرح کراؤ کہ نہ کلی کراؤ، نہ ناک میں پانی ڈالو، نہ گٹے (پہنچے) تک ہاتھ دُھلاؤ، بلکہ رُوئی کا پھایا تر کرکے ہونٹوں، دانتوں اور مسوڑھوں پر پھیر کر پھینک دو، اس طرح تین دفعہ کرو، پھر اسی طرح ناک کے دونوں سوراخوں کو رُوئی کے پھائے سے صاف کرو، لیکن اگر غسل کی ضرورت (جنابت) کی حالت میں موت ہوئی ہو یا عورت کا انتقال حیض یا نفاس کی حالت میں ہوا ہو تو منہ اور ناک میں پانی ڈالنا ضروری ہے، پانی ڈال کر کپڑے سے نکال لو۔

پھر ناک اور منہ اور کانوں میں رُوئی رکھ دو، تاکہ وضو اور غسل کراتے وقت پانی اندر نہ جائے، پھر منہ دُھلاؤ، پھر ہاتھ کہنیوں سمیت دُھلاؤ، پھر سر کا مسح کراؤ، پھر تین دفعہ دونوں پیر دھوؤ۔

جب وضو کرا چکو تو سر کو (اور اگر مرد ہے تو ڈاڑھی کو بھی) گلِ خیرو سے یا خطمی یا کھلی یا بیسن یا صابن وغیرہ سے کہ جس سے صاف ہو جائے مل کر دھو دو۔

پھر اُسے بائیں کروٹ پر لٹاؤ اور بیری کے پتوں میں پکایا ہوا نیم گرم پانی دائیں کروٹ پر تین دفعہ سر سے پیر تک اتنا ڈالو کہ نیچے کی جانب بائیں کروٹ تک

پہنچ جائے۔

پھر دائیں کروٹ پر لٹا کر اُسی طرح سر سے پیر تک تین دفعہ اتنا پانی ڈالو کہ نیچے کی جانب دائیں کروٹ تک پہنچ جائے۔

اس کے بعد میّت کو اپنے بدن کی ٹیک لگا کر ذرا بٹھلانے کے قریب کردو، اور اس کے پیٹ کو اُوپر سے نیچے کی طرف آہستہ آہستہ ملو اور دباؤ، اگر کچھ فضلہ (پیشاب یا پاخانہ وغیرہ) خارج ہو تو صرف اُسی کو پونچھ کر دھو دو، وضو اور غسل دُہرانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اس ناپاکی کے نکلنے سے میّت کے وضو اور غسل میں کوئی نقصان نہیں آتا۔

پھر اس کو بائیں کروٹ پر لٹا کر دائیں کروٹ پر کافور ملا ہوا پانی سر سے پیر تک تین دفعہ خوب بہادو کہ نیچے بائیں کروٹ بھی خوب تر ہو جائے، پھر دُوسرا دستانہ پہن کر سارا بدن کسی کپڑے سے خشک کر کے تہہ بند دُوسرا بدل دو۔

پھر چارپائی پر کفن کے کپڑے اس طریقے سے اُوپر نیچے بچھاؤ جو آگے ''کفن پہنانے کے مسنون طریقہ'' میں لکھا ہے، پھر میّت کو آہستگی سے غسل کے تختے سے اُٹھا کر کفن کے اُوپر لٹا دو، اور ناک، کان اور منہ سے رُوئی نکال ڈالو۔

(فتاویٰ ہندیہ، درمختار، مسافرِ آخرت، بہشتی زیور)

مسئلہ:- نہلانے کا جو طریقہ اُوپر بیان ہوا سنت ہے، لیکن اگر کوئی اس طرح تین دفعہ نہ نہلائے بلکہ صرف ایک دفعہ سارے بدن کو دھو ڈالے تب بھی فرض ادا ہو گیا۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ:- اگر میّت کے اُوپر پانی برس جائے یا اور کسی طرح سے پورا بدن بھیگ جائے تو یہ بھیگ جانا غسل کے قائم مقام نہیں ہوسکتا، اُسے غسل دینا بہرحال فرض ہے، اسی طرح جو شخص پانی میں ڈوب کر مرگیا ہو تو وہ جس وقت نکالا جائے اس کو غسل دینا فرض ہے، اس لئے کہ میّت کو غسل دینا زندوں پر فرض ہے، اور مذکورہ صورتوں میں اُن کا کوئی عمل نہیں ہوا، ہاں! اگر پانی سے نکالتے وقت غسل کی نیت سے

اس کو پانی میں حرکت دے دی جائے تو غسل کا فرض ادا ہو جائے گا۔ (بہشتی زیور)

میّت کو نہلانے کے بعد خود غسل کرنا

میّت کو غسل دینے والے کو بعد میں خود بھی غسل کر لینا مستحب ہے۔ (شامی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص میّت کو غسل دے تو اس کو چاہئے کہ غسل کرے۔

(ابنِ ماجہ)

اور دُوسری حدیثوں میں اضافہ ہے کہ: جو شخص میّت کا جنازہ اُٹھائے اس کو چاہئے کہ وضو کرے۔ (معارف الحدیث)

میّت کو غسل اور کفن دینے کی فضیلت

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جو شخص میّت کو غسل دے وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو، اور جو میّت پر کفن ڈالے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا جوڑا پہنائیں گے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین یمنی کپڑوں میں کفنائے گئے، اُن تین کپڑوں میں نہ تو (سلا ہوا) کرتہ تھا، نہ عمامہ۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، معارف الحدیث)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ سفید کپڑے پہنا کرو، وہ تمہارے لئے اچھے کپڑے ہیں، اور انہی میں اپنے مردوں کو کفنایا کرو۔

(سننِ ابی داؤد، جامع ترمذی، سننِ ابنِ ماجہ، معارف الحدیث)

کفن کا بیان

مسئلہ:- جیسا کہ میّت کو غسل دینا فرضِ کفایہ ہے، کفن دینا، اس پر نمازِ

جنازہ پڑھنا اور دفن کرنا بھی فرضِ کفایہ ہے۔

مسئلہ:- کفن کا کپڑا ابھی اگر گھر میں موجود ہو اور پاک صاف ہو تو اس کے استعمال میں حرج نہیں۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ:- کفن کا کپڑا اُسی حیثیت کا ہونا چاہئے جیسا مردہ اکثر اپنی زندگی میں استعمال کرتا تھا، تکلّفات فضول ہیں۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ:- مرد و عورت دونوں کے لئے سب سے اچھا کفن سفید کپڑے کا ہے، اور نیا اور پرانا یکساں ہے۔ (درِمختار، امداد الفتاویٰ)

مسئلہ:- مرد کے لئے خالص ریشمی یا زعفران یا عصفر سے رنگے ہوئے کپڑے کا کفن مکروہ ہے، عورت کے لئے جائز ہے۔ (درِمختار)

مسئلہ:- اپنے لئے پہلے سے کفن تیار رکھنا مکروہ نہیں، قبر کا تیار رکھنا مکروہ ہے۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ:- تبرک کے طور پر آبِ زمزم میں تر کیا ہوا کفن دینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ باعثِ برکت ہے۔ (امداد الفتاویٰ مع حاشیہ)

مسئلہ:- کفن میں یا قبر کے اندر عہدنامہ یا کسی بزرگ کا شجرہ یا قرآنی آیات یا کوئی دُعا رکھنا دُرست نہیں، اسی طرح کفن پر یا سینہ پر کافور سے یا روشنائی سے کلمہ وغیرہ یا کوئی دُعا لکھنا بھی دُرست نہیں۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ:- کسی بزرگ کا استعمال کیا ہوا کپڑا یا غلافِ کعبہ کے نیچے کا کپڑا ہو تو یہ کفن کے لئے بغیر دُھلے نئے کپڑے سے بھی بہتر ہے، اس کپڑے کا اگر کرتہ (جو میّت کو کفن میں پہنایا جاتا ہے) ہو سکے تو کرتہ کردو، اور اگر چھوٹا ہو تو کرتہ میں سی دو۔

(امداد الفتاویٰ ج:۱ ص:۴۸۸)

مسئلہ:- کعبہ شریف کے غلاف کے اُوپر کا کپڑا جس پر کلمہ یا قرآنی آیات لکھی ہوں وہ کفن یا قبر میں رکھنا دُرست نہیں۔ (امداد الفتاویٰ و شامی)

غلافِ کعبہ اگر خالص ریشم کا ہو تو مرد کو اس میں کفنانا بہرحال ناجائز ہے، خواہ اس پر کچھ لکھا ہوا نہ ہو، کیونکہ میّت کو ایسے کپڑے میں کفن دینا جائز نہیں جسے پہننا اُسے زندگی میں جائز نہ تھا، اور خالص ریشم کا کپڑا مردوں کو پہننا جائز نہیں، عورتوں کو جائز ہے۔ (درمختار)

مسئلہ:- بعض جگہ رواج ہے کہ نوجوان لڑکی یا نئی دُلہن مرجاتی ہے تو اس کے جنازہ پر سرخ چادر یا زری گوٹہ کا دوپٹہ وغیرہ ڈالتے ہیں، یہ ناجائز ہے۔

(ردالمختار و امداد الفتاویٰ)

مسئلہ:- کسی انسان کی قبر کھل جائے یا اور کسی وجہ سے اس کی لاش قبر سے باہر نکل آئے اور اس پر کفن نہ ہو تو اس کو بھی مسنون کفن دینا چاہئے، بشرطیکہ وہ لاش پھٹی نہ ہو، اور اگر پھٹ گئی ہو تو صرف کسی کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے، مسنون کفن کی حاجت نہیں۔ (بہشتی گوہر)

نوٹ:- جو میّت پانی میں ڈوب کر یا آگ میں جل کر ہلاک ہو یا کافروں سے جنگ میں شہید ہوا یا ناحق قتل کر دیا گیا یا کسی حادثہ میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے ہوں یا حمل کا اسقاط ہوا ہو یا بچہ مردہ پیدا ہو ہو اس کے غسل، کفن، نمازِ جنازہ اور دفن وغیرہ کے مسائل بابِ پنجم میں دیکھ لئے جائیں۔

حدیث:- حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تم لوگ سفید کپڑے پہنا کرو، وہ تمہارے لئے اچھے کپڑے ہیں، اور اُنہی (سفید کپڑوں) میں اپنے مردوں کو کفنایا کرو۔

(سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن ابنِ ماجہ)

حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیش قیمت کفن نہ استعمال کرو، کیونکہ وہ (کفن بہرحال) جلد ہی ختم ہوجاتا ہے (پھر بیش قیمت کفن کا میّت کو کیا فائدہ؟)۔ (سنن ابی داؤد، معارف الحدیث)

مرد کا کفن

مرد کے کفن کے مسنون کپڑے تین ہیں:-

۱:- ازار ــــــــــــ سر سے پاؤں تک۔

۲:- لفافہ (اسے چادر بھی کہتے ہیں) ــــ ازار سے لمبائی میں ۴ گرہ زیادہ۔

۳:- کرتہ بغیر آستین اور بغیر کلی کا (اسے قمیص یا کفنی بھی کہتے ہیں) ــــ گردن سے پاؤں تک۔

عورت کا کفن

عورت کے کفن کے لئے مسنون کپڑے پانچ ہیں:-

۱:- ازار ــــــــــــ سر سے پاؤں تک (مرد کی طرح)

۲:- لفافہ ــــــــــــ ازار سے لمبائی میں ۴ گرہ زیادہ (مرد کی طرح)

۳:- کرتہ، بغیر آستین اور بغیر کلی کا ــــ گردن سے پاؤں تک (مرد کی طرح)

۴:- سینہ بند ــــــــــــ بغل سے رانوں تک ہو تو زیادہ اچھا ہے ورنہ ناف تک بھی دُرست ہے، اور چوڑائی میں اتنا ہو کہ بندھ جائے۔

۵:- سر بند، اسے اوڑھنی یا خمار بھی کہتے ہیں ــــــــ تین ہاتھ لمبا۔

خلاصہ یہ کہ عورت کے کفن میں تین کپڑے تو بعینہٖ وہ ہیں جو مرد کے لئے ہوتے ہیں، البتہ دو کپڑے زائد ہیں، یعنی سینہ بند اور سر بند۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ:- مرد کو تین اور عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنانا مسنون ہے، لیکن اگر مرد کو دو کپڑوں (ازار اور لفافہ) میں، اور عورت کو تین کپڑوں (ازار، لفافہ و سر بند) میں کفنا دیا تو یہ بھی دُرست ہے، اور اتنا کفن بھی کافی ہے۔

اس سے کم کفن دینا مکروہ اور بُرا ہے، ہاں! اگر کوئی مجبوری اور لاچاری ہوتو کم بھی دُرست ہے۔ (بہشتی زیور)

نوٹ:- کفن کے کپڑوں کی مفصل پیمائش اور کفن تیار کرنے اور میّت کو اس میں کفنانے کا طریقہ آگے ذرا تفصیل سے بیان ہوگا۔

بچوں کا کفن

مسئلہ:- اگر نابالغ لڑکا یا نابالغ لڑکی مرجائے جو ابھی جوان نہیں ہوئے لیکن جوانی کے قریب پہنچ گئے تھے تو لڑکے کے کفن میں تین کپڑے دینا اور لڑکی کے کفن میں پانچ کپڑے دینا دُرست ہے، اگرلڑکی کو پانچ کی بجائے تین اورلڑکے کوتین کے بجائے دو ہی کپڑے دیئے جائیں تب بھی کافی ہے،غرضیکہ جوحکم بالغ مرد وعورت کا ہے وہی حکم نابالغ لڑکے اورلڑکی کا ہے، بالغ مرد وعورت کے لئے وہ حکم تاکیدی ہےاور نابالغ کے لئے بہتر ہے۔ (بہشتی زیور وشامی)

مسئلہ:- جولڑکا یا لڑکی بہت کم عمری میں فوت ہوجائیں کہ جوانی کے قریب بھی نہ ہوئے ہوں تو بہتر یہ ہے کہ لڑکے کو مردوں کی طرح تین کپڑے اورلڑکی کو عورتوں کی طرح پانچ کپڑے کفن میں دیئے جائیں، اور اگرلڑکے کوصرف ایک اور لڑکی کوصرف دو کپڑے کفن میں دے دیئے جائیں تو بھی دُرست ہے، اورنمازِ جنازہ اور تدفین حسبِ دستور کی جائے۔ (بہشتی زیور، عالمگیری)

مسئلہ:- جو بچہ زندہ پیدا ہوا پھرتھوڑی ہی دیر میں مرگیا یا فوراً پیدا ہونے کے بعد ہی مرگیا تو وہ بھی اسی قاعدہ سے نہلا دیا جائے اور کفنا کرنماز پڑھی جائے پھر دفن کردیا جائے، اوراس کا نام بھی کچھ رکھا جائے۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ:- جو بچہ ماں کے پیٹ سے مرا ہی پیدا ہواور پیدا ہوتے وقت زندگی کی کوئی علامت نہیں پائی گئی، اس کو بھی اسی طرح نہلاؤ، لیکن قاعدہ کے موافق کفن نہ دو، بلکہ کسی ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کردو، اس پر نمازِ جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے

گی، البتہ نام اس کا بھی کچھ نہ کچھ رکھ دینا چاہئے۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ:- اگر حمل گر جائے تو اگر بچہ کے ہاتھ، پاؤں، منہ، ناک وغیرہ عضو کچھ نہ بنے ہوں تو نہ نہلائے اور نہ کفنائے، کچھ بھی نہ کرے، بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ کر ایک گڑھا کھود کر گاڑ دو، اور اگر اُس بچہ کے کچھ عضو بن گئے تو اس کا وہی حکم ہے جو مردہ بچہ پیدا ہونے کا ہے، یعنی نام رکھا جائے اور نہلا دیا جائے، لیکن قاعدہ کے موافق کفن نہ دیا جائے، نہ نماز پڑھی جائے، بلکہ کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ:- ولادت کے وقت بچہ کا فقط سر نکلا، اس وقت وہ زندہ تھا پھر مر گیا، تو اس کا وہی حکم ہے جو مردہ بچہ پیدا ہونے کا حکم ہے، البتہ اگر زیادہ حصہ نکل آیا اس کے بعد مرا تو ایسا سمجھیں گے کہ وہ زندہ پیدا ہوا، اور اگر سر کی طرف سے پیدا ہوا تو سینہ تک نکلنے سے سمجھیں گے کہ زیادہ حصہ نکل آیا اور اگر اُلٹا پیدا ہوا تو ناف تک نکلنا چاہئے۔[1] (بہشتی زیور)

کفن کی پیمائش اور تیاری کا طریقہ

کفن کی پیمائش اور اس کی تیاری کا طریقہ مرد کے لئے یہ ہے کہ میّت کے قد کے برابر ایک لکڑی[2] لو اور اس میں ایک نشان کندھے کے مقابل لگالو، اور ایک دھاگا سینہ کے مقابل رکھ کر جسم کی گولائی میں کو نکالو، کہ دونوں سرے اُس دھاگے کے دونوں طرف کی پسلیوں پر پہنچ جائیں[3]، اور اس کو توڑ کر اپنے پاس رکھ لو، پھر ایک کپڑا

(۱) فلو خرج رأسهٗ وهو يصيح ثم مات لم يرث ولم يصلّ عليه ما لم يخرج اكثر بدنه حيًّا، وحد الأكثر من قبل الرِّجل سُرّتهٗ ومن قبل الرأس صدرهٗ. ۱۲ (رد المحتار)

(۲) مقصود پیمائش کرنا ہے، فیتہ جس سے درزی ناپتے ہیں اگر موجود ہو تو پیمائش اس سے کر لی جائے۔ ۱۲ رفیع

(۳) یعنی بایاں سرا دائیں پسلی پر اور دایاں سرا بائیں پسلی پر۔ (رفیع)

لو جس کا عرض اس دھاگے کے برابر یا قریب برابر کے ہو، اگر عرض اس قدر نہ ہو تو اس میں جوڑ لگا کر پورا کرلو، اور اس پوری لکڑی کے برابر لمبی ایک چادر پھاڑ لو، اس کو ازار کہتے ہیں۔

اسی طرح دُوسری چادر پھاڑو، جو عرض میں تو اسی قدر ہو البتہ طول میں ازار سے چار گرہ زیادہ ہو، اس کو لفافہ کہتے ہیں۔

پھر ایک کپڑا لو جس کا عرض بقدر چوڑائی جسم مردے کے ہو، اور لکڑی کے نشان سے آخر تک جس قدر طول ہے اس کا دُگنا پھاڑ لو، اور دونوں سرے کپڑے کے ملا کر بیچ میں سے اتنا چاک کھول لو کہ سر کی طرف سے گلے میں آجائے، اس کو قمیص یا کفنی کہتے ہیں۔

مستورات کا کفن

عورت کے لئے مردوں کے سب کپڑے تو وہی ہیں، اور انہیں تیار کرنے کا طریقہ بھی وہی ہے جو اُوپر بیان ہوا، اس کے علاوہ عورتوں کے لئے دو کپڑے اور ہیں ا:-سینہ بند، ۲:-سر بند، جسے اوڑھنی کہتے ہیں۔ سینہ بند زیرِ بغل سے رانوں تک اور دھاگہ مذکور کے بقدر چوڑا۔ سر بند نصف ازار سے تین گرہ زیادہ لمبا اور بارہ گرہ چوڑا۔

کفن کے متعلقات

اُوپر تو کفن کا بیان ہوا، اور کفن اسی قدر مسنون ہے، اور بعض کپڑے کفن کے متعلقات سے ہیں، یعنی غسل کے لئے تہبند دو عدد، دستانے دو عدد، اور عورت کے جنازہ کے لئے گہوارہ کی چادر، ان کپڑوں کی تفصیل تجہیز و تکفین کے سامان کی فہرست میں بیان ہوچکی ہے۔

اب بڑے شخص کے کفن کو یکجائی طور پر لکھ دیا جاتا ہے تا کہ اور آسانی ہو۔

نمبر شمار	نام پارچہ	طول	عرض	اندازۂ پیمائش	کیفیت
۱	ازار	اڑھائی گز	سوا گز سے ڈیڑھ گز تک	پاؤں سے سر تک	چودہ یا پندرہ یا سولہ گرہ عرض کا کپڑا ہو تو ڈیڑھ پاٹ کا ہوگا۔
۲	لفافہ	پونے تین گز	سوا گز سے ڈیڑھ گز تک	ازار سے چار گرہ زیادہ	چودہ یا پندرہ یا سولہ گرہ عرض کا کپڑا ہو تو ڈیڑھ پاٹ کا ہوگا۔
۳	کرتہ، قمیص یا کفنی	اڑھائی گز تا پونے تین گز	ایک گز	گردن سے پاؤں تک	چودہ گرہ یا ایک گز کے عرض کی تیار ہوتی ہے، دوہرا کرکے اور بیچ میں اتنا چاک کھول کر کہ اس میں سر آجائے گلے میں ڈالتے ہیں۔
۴	سینہ بند	دو گز	سوا گز	زیرِ بغل سے رانوں تک	بغل سے رانوں تک باندھا جاتا ہے۔
۵	سر بند	ڈیڑھ گز	بارہ گرہ	جہاں تک آجائے	سر اور بالوں پر ڈالتے ہیں، لپیٹتے نہیں۔

ہدایت:- مرد کے کفنِ مسنون میں ایک گز عرض کا کپڑا تخمیناً دس گز صَرف ہوتا ہے اور عورت کے لئے مع چادر گہوارہ ساڑھے اکیس گز، اور غسل کے تہبند اور دستانے اس سے جدا ہیں، اور بچہ کا کفن اس کے مناسبِ حال مثلِ سابق ہوتا ہے۔

زائد کپڑے

بعض کپڑے لوگوں نے کفن کے ساتھ ضروری سمجھ رکھے ہیں حالانکہ وہ کفنِ مسنون سے خارج ہیں، اس لئے میّت کے ترکہ میں سے جو کہ سب وارثوں میں مشترک ہے، اور ممکن ہے کہ ان میں بعض نابالغ بھی ہوں یا بعض یہاں حاضر نہ ہوں، اُن کپڑوں کا خریدنا ان کے مال میں ناجائز تصرف کرنا ہے، اوّل تو ان چیزوں کی حاجت نہیں، بلکہ اس کی پابندی التزام ما لا یلزم کی بناء پر بدعت ہے، اور اگر بلا پابندی کسی مصلحت سے اس کو رکھا جائے تو کوئی شخص بالغ خاص اپنے مال سے خریدے تو مضائقہ نہیں، البتہ عورتوں کے جنازہ پر (گہوارے کی) چادر پردہ کے لئے ضروری ہے، جس کی تفصیل تجہیز وتکفین کے سامان کی فہرست میں بیان ہو چکی ہے۔

وہ زائد کپڑے یہ ہیں:-

جائے نماز:- طول سوا گز، عرض چودہ گرہ، یہ محض رسم ہے، جیسے نمازِ جنازہ میں مقتدیوں کے لئے چٹائی یا فرش کی ضرورت نہیں اسی طرح امام کو جائے نماز کی حاجت نہیں۔

پٹکا:- طول ڈیڑھ گز، عرض چودہ گرہ، یہ مردہ کو قبر میں اُتارنے کے لئے ہوتا ہے۔

بچھونا:- طول اڑھائی گز، عرض سوا گز، یہ چارپائی پر بچھانے کے لئے ہوتا ہے۔

دامنی:- طول دو گز، عرض سوا گز، بقدرِ استطاعت چار سے سات تک محتاجوں کو دیتے ہیں، جو محض عورت کے لئے مخصوص ہے۔

چادر کلاں:- مرد کے جنازہ پر طول تین گز، عرض پونے دو گز، جو چارپائی کو ڈھانک لیتی ہے، البتہ عورت کے لئے ضروری ہے، جو گہوارے پر ڈالی جاتی ہے، مگر ہے کفن سے خارج، اس لئے اس کا ہم رنگِ کفن ہونا ضروری نہیں، پردہ کے

لئے کوئی سا کپڑا ہو کافی ہے، اس کی تفصیل تجہیز و تکفین کے سامان کی فہرست میں آچکی ہے۔

کفنانے کا بیان

جب میّت کو غسل دے چکو تو چارپائی بچھا کر کفن کو تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا سات دفعہ لوبان وغیرہ کی دُھونی دو، پھر کفن کو چارپائی پر بچھا کر میّت کو اس پر لٹا دو، اور ناک، کان اور منہ سے رُوئی جو غسل کے وقت رکھی گئی تھی نکال ڈالو، لیکن کفن بچھانے اور میّت کو اس میں کفنانے کا طریقہ مرد و عورت کے لئے کچھ مختلف ہے، اس لئے یہاں اس کی تفصیل مرد و عورت کے لئے الگ الگ لکھی جاتی ہے۔

مرد کو کفنانے کا طریقہ

مرد کو کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ چارپائی پر پہلے لفافہ بچھا کر اُس پر ازار بچھا دو، پھر کرتہ (قمیص) کا نچلا نصف حصہ بچھاؤ، اور اُوپر کا باقی حصہ سمیٹ کر سرہانے کی طرف رکھ دو، پھر میّت کو غسل کے تختہ سے آہستگی سے اُٹھا کر اس بچھے ہوئے کفن پر لٹا دو، اور قمیص کا جو نصف حصہ سرہانے کی طرف رکھا تھا، اس کو سر کی طرف اُلٹ دو کہ قمیص کا سوراخ (گریبان) گلے میں آجائے، اور پیروں کی طرف بڑھا دو، جب اس طرح قمیص (کرتہ) پہنچا چکو تو غسل کے بعد جو تہبند میّت کے بدن پر ڈالا گیا تھا وہ نکال دو، اور اس کے سر اور ڈاڑھی پر عطر وغیرہ کوئی خوشبو لگا دو، یاد رہے کہ مرد کو زعفران نہیں لگانی چاہئے، پھر پیشانی، ناک اور دونوں ہتھیلیوں اور دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر (کہ جن اعضاء پر آدمی سجدہ کرتا ہے) کافور مل دو۔

اس کے بعد ازار کا بایاں پلّہ (کنارہ) میّت کے اُوپر لپیٹ دو، پھر دایاں لپیٹو، یعنی بایاں پلّہ نیچے رہے اور دایاں اُوپر، پھر لفافہ اسی طرح لپیٹو کہ بایاں پلّہ نیچے اور دایاں اُوپر رہے، پھر کپڑے کی دھجی (کتر) لے کر کفن کو سر اور پاؤں کی طرف سے

باندھ دو، اور بیچ میں سے کمر کے نیچے کو بھی ایک دھجی نکال کر باندھ دو، تاکہ ہوا سے یا ہلنے جلنے سے کھل نہ جائے۔ (شامی، بہشتی زیور، مسافرِ آخرت)

عورت کو کفنانے کا طریقہ

عورت کے لئے پہلے لفافہ بچھا کر اس پر سینہ بند اور اس پر ازار بچھاؤ، پھر قمیص کا نچلا نصف حصہ بچھاؤ، اور اُوپر کا باقی حصہ سمیٹ کر سرہانے کی طرف رکھ دو، پھر میّت کو غسل کے تختے سے آہستگی سے اُٹھا کر اس بچھے ہوئے کفن پر لٹادو، اور قمیص کا جو نصف حصہ سرہانے کی طرف رکھا تھا اس کو سر کی طرف اُلٹ دو کہ قمیص کا سوراخ (گریبان) گلے میں آجائے اور پیروں کی طرف بڑھادو، جب اس طرح قمیص پہنا چکو تو جو تہبند غسل کے بعد عورت کے بدن پر ڈالا گیا تھا وہ نکال دو، اور اس کے سر پر عطر وغیرہ کوئی خوشبو لگادو، عورت کو زعفران بھی لگا سکتے ہیں، پھر پیشانی، ناک اور دونوں ہتھیلیوں اور دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر کافور مل دو، پھر سر کے بالوں کو دو حصے کر کے قمیص کے اُوپر سینہ پر ڈال دو، ایک حصہ داہنی طرف اور دُوسرا بائیں طرف، پھر سر بند یعنی اوڑھنی سر پر اور بالوں پر ڈال دو، ان کو باندھنا یا لپیٹنا نہیں چاہئے۔

اس کے بعد میّت کے اُوپر ازار اس طرح لپیٹو کہ بایاں پلّہ (کنارہ) نیچے اور دایاں اُوپر رہے، سربند اس کے اندر آجائے گا، اس کے بعد سینہ بند اس کے اندر آجائے گا، اس کے بعد سینہ بند سینہ کے اُوپر بغلوں سے نکال کر گھٹنوں تک دائیں بائیں سے باندھو، پھر لفافہ اُسی طرح لپیٹو کہ بایاں پلّہ نیچے اور دایاں اُوپر رہے، اس کے بعد دھجی (کتر) سے کفن کو سر اور پاؤں کی طرف سے باندھ دو، اور بیچ میں کمر کے نیچے کو بھی ایک بڑی دھجی نکال کر باندھ دو، تاکہ ہلنے جلنے سے کھل نہ جائے۔

(بہشتی زیور، مسافرِ آخرت)

مسئلہ:- بعض لوگ کفن پر بھی عطر لگاتے ہیں، اور عطر کی پھریری میّت کے کان میں رکھ دیتے ہیں، یہ سب جہالت ہے، جتنا شریعت میں آیا ہے اس سے زائد

مت کرو۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ[1]:- جنازہ کے اُوپر جو چادر اوڑھا دیتے ہیں یہ کفن میں داخل نہیں، اور مرد کے لئے ضروری بھی نہیں، لیکن اگر کوئی شخص اپنی چادر اس پر ڈال دے اور قبر پر جاکر اپنی چادر اُتار لے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ (مسافرِ آخرت)

البتہ عورت کے جنازہ پر چادر ڈالنا پردے کے لئے ضروری ہے، مگر کفن میں یہ بھی داخل نہیں، چنانچہ اس کا ہم رنگِ کفن ہونا ضروری نہیں، پردے کے لئے کوئی سا کپڑا ہو کافی ہے، بلکہ کوئی شخص اپنی چادر اس پر ڈال دے اور قبر پر جاکر اپنی چادر اُتار لے تو یہ بھی کافی ہے۔ (مسافرِ آخرت و بہشتی زیور)

مسئلہ:- اگر گہوارہ موجود ہو تو عورت کے جنازہ پر وہ رکھ کر اُس پر چادر ڈال دی جائے، ورنہ بانس کی تیلیاں یا درخت کی ہری شاخ رکھ کر اُس پر چادر ڈال دیں، تاکہ پردہ رہے۔ (مسافرِ آخرت)

مسئلہ:- مذکورہ بالا طریقہ سے جنازہ تیار کرکے اس آخرت کے مسافر کو نمازِ جنازہ کے لئے صبر و تحمل کے ساتھ رُخصت کرو، کسی کو منہ دکھلانا ہو تو دکھلا دو، اس موقع پر بعض عورتیں بلند آواز سے رونے اور بین کرنے لگتی ہیں، یا جنازہ کے ساتھ گھر سے باہر نکل آتی ہیں، اور پردہ سے بھی غافل ہوجاتی ہیں، ان سب باتوں سے خود بچنا اور دُوسروں کو بچانا ضروری ہے، ورنہ صبر کا عظیم الشان ثواب بھی جاتا رہے گا اور آخرت کا وبال بھی سر پڑے گا۔

تجہیز و تکفین سے بچا ہوا سامان

مسئلہ:- غسل اور کفن دفن کے سامان میں سے اگر کچھ کپڑا وغیرہ بچ جائے تو وہ یونہی کسی کو دے دینا یا ضائع کردینا جائز نہیں، بلکہ اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ

---

(۱) اس مسئلہ کی کچھ تفصیل پیچھے "جنازہ کا سامان" کے عنوان سے آچکی ہے، وہاں بھی دیکھ لی جائے۔۱۲

میّت کے ترکہ سے لیا گیا تھا تب تو اُسے ترکہ ہی میں رکھنا واجب ہے، تاکہ شریعت کے مطابق ترکہ کی تقسیم میں وہ بچا ہوا سامان بھی شامل ہوجائے، اور اگر کسی اور شخص نے اپنی طرف سے دیا تھا تو بچا ہوا سامان اُسی کو واپس کردیا جائے۔ (عالمگیریہ)

مسئلہ:- اگر کسی لاوارث فقیر کی تجہیز و تکفین کے لئے لوگوں سے چندہ لیا گیا تھا تو جو سامان یا رقم بچے وہ چندہ دینے والوں کو واپس کیا جائے، اگر چندہ دینے والے یا اُن کا پتہ معلوم نہ ہوسکے تو کسی اور لاوارث فقیر کی تجہیز و تکفین میں خرچ کردیا جائے، ورنہ فقراء و مساکین کو صدقہ میں دے دیا جائے۔ (درمختار و شامی)

جنازہ اُٹھانے کا بیان

حدیث:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی ایمان کی صفت کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ جائے اور اس وقت تک جنازہ کے ساتھ رہے جب تک کہ اس پر نماز پڑھی جائے اور اس کے دفن سے فراغت ہو تو وہ ثواب کے دو قیراط لے کر واپس ہوگا، جن میں سے ہر قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہوگا، اور جو آدمی صرف نمازِ جنازہ پڑھ کر واپس آجائے دفن ہونے تک ساتھ نہ دے تو وہ ثواب کا (ایسا ہی) ایک قیراط لے کر واپس ہوگا۔ (معارف الحدیث، صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حدیث:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنازہ کو تیز لے جایا کرو، اگر وہ نیک ہے تو (قبر اس کے لئے) خیر ہے (یعنی اچھی منزل ہے) جہاں تم (تیز چل کے) اُسے جلد پہنچا دوگے، اور اگر اس کے سوا دُوسری صورت ہے (یعنی جنازہ نیک کا نہیں ہے) تو ایک بُرا بوجھ (تمہارے کندھوں پر) ہے (تم تیز چل کے جلدی) اس کو اپنے کندھوں سے اُتار دوگے۔ (صحیح بخاری و مسلم، معارف الحدیث)

حدیث میں ہے کہ جو شخص (جنازہ کی) چارپائی چاروں طرف سے اُٹھائے

(یعنی چاروں طرف سے کندھا دے) تو اس کے چالیس کبیرہ گناہوں (یعنی صغائر میں جو بڑے صغائر ہیں) بخش دیئے جائیں گے۔ (بہشتی زیور بحوالہ ابنِ عساکر)

مسئلہ:- میّت اگر پڑوسی یا رشتہ دار یا کوئی نیک پرہیزگار شخص ہو تو اس کے جنازہ کے ساتھ جانا نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ:- ضرورت پیش آجائے تو جنازہ اُجرت دے کر بھی اُٹھوایا جاسکتا ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ:- عورتوں کا جنازہ کے ہمراہ جانا مکروہ تحریمی ہے۔ (بہشتی گوہر)

جنازہ لے جانے کا مسنون طریقہ

مسئلہ:- اگر میّت شیر خوار بچہ یا اس سے کچھ بڑا ہو تو لوگوں کو چاہئے کہ اُسے دست بدست لے جائیں، یعنی ایک آدمی اُس کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اُٹھالے، پھر اس سے دُوسرا آدمی لے لے، اسی طرح بدلتے ہوئے لے جائیں۔ (بہشتی گوہر)

اور اگر میّت بڑی (مرد یا عورت) ہو تو اس کو کسی چارپائی وغیرہ پر لٹا کر لے جائیں، سرہانا آگے رکھیں، اور اس کے چاروں پایوں کو ایک ایک آدمی اُٹھائے، میّت کی چارپائی ہاتھوں سے اُٹھا کر کندھوں پر رکھنا چاہئے، ہاتھوں سے اُٹھائے بغیر مال و اسباب کی طرح گردن پر لادنا مکروہ ہے، پیٹھ پر لادنا بھی مکروہ ہے، اسی طرح بلاعذر اس کا کسی جانور یا گاڑی وغیرہ پر رکھ کر لے جانا بھی مکروہ ہے، اور عذر ہو تو بلاکراہت جائز ہے، مثلاً قبرستان بہت دُور ہو۔ (بہشتی گوہر مع حاشیہ)

مسئلہ:- جنازہ کو دو پٹیوں (لکڑیوں) کے درمیان اس طرح اُٹھانا بھی مکروہ ہے کہ دو آدمیوں نے اُٹھا رکھا ہو، ایک نے آگے سے دُوسرے نے پیچھے سے، جیسے بھاری سامان کھینچا جاتا ہے، ہاں! مجبوری میں مضائقہ نہیں، مثلاً راستہ اتنا تنگ ہو کہ چار آدمی سنت کے مطابق اُٹھا کر نہ گزر سکیں۔ (عالمگیری)

مسئلہ:- جنازہ کو اُٹھانے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے میّت کے داہنی

طرف کا اگلا پایا اپنے داہنے کندھے پر رکھ کر کم از کم دس قدم چلے، اس کے بعد اسی طرف کا پچھلا پایا اپنے داہنے کندھے پر رکھ کر کم از کم دس قدم چلے، اس کے بعد میّت کے بائیں طرف کا اگلا پایہ اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر، پھر پچھلا بایاں پایا اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر کم سے کم دس دس قدم چلے، تاکہ چاروں پایوں کو ملا کر چالیس قدم ہو جائیں، حدیث شریف میں جنازہ کو کم از کم چالیس قدم تک کندھا دینے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ (بہشتی گوہر، درِمختار، شامی)

مسئلہ:- جنازہ کو تیز قدم لے جانا مسنون ہے، مگر نہ اتنی تیز کہ نعش کو حرکت و اضطراب ہونے لگے۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ:- جنازہ کے ہمراہ پیادہ پا (پیدل) چلنا مستحب ہے، اور اگر کسی سواری پر ہو تو جنازہ کے پیچھے چلے۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ:- جو لوگ جنازہ کے ہمراہ ہوں ان کو جنازہ کے پیچھے چلنا مستحب ہے، اگرچہ جنازہ کے آگے چلنا بھی جائز ہے، ہاں! اگر جنازہ سے آگے بہت دُور چلا جائے یا سب لوگ جنازہ کے آگے ہو جائیں تو مکروہ ہے، اسی طرح جنازہ کے آگے کسی سواری پر چلنا بھی مکروہ ہے۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ:- جو لوگ جنازہ کے ساتھ ہوں انہیں جنازہ کے دائیں یا بائیں نہیں چلنا چاہئے۔ (عالمگیری)

مسئلہ:- جنازہ کے ہمراہ جو لوگ ہوں اُن کا کوئی دُعا یا ذکر بلند آواز سے پڑھنا مکروہ ہے۔ (بہشتی گوہر بحوالہ البحر الرائق)

مسئلہ:- جو لوگ جنازہ کے ساتھ نہ ہوں بلکہ کہیں بیٹھے ہوں اور ان کا ارادہ جنازہ کے ساتھ جانے کا بھی نہ ہو، اُن کو جنازہ دیکھ کر کھڑا نہیں ہونا چاہئے۔
(بہشتی گوہر بحوالہ مراقی الفلاح)

مسئلہ:- جو لوگ جنازہ کے ہمراہ جائیں ان کو قبل اس کے کہ شانوں سے جنازہ اُتارا جائے بیٹھنا مکروہ ہے، ہاں! اگر کوئی ضرورت بیٹھنے کی پیش آئے تو مضائقہ

نہیں۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ:- جو شخص جنازہ کے ساتھ ہو اُسے بغیر نمازِ جنازہ پڑھے واپس نہیں آنا چاہئے، البتہ نماز پڑھ کر میّت والوں سے اجازت لے کر آ سکتا ہے، اور دفن کے بعد اجازت کی ضرورت نہیں۔ (عالمگیری)

حدیث:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کے ساتھ پیدل تشریف لے جاتے تھے۔ (ترمذی)

اور جب تک جنازہ کندھوں سے اُتارا نہ جاتا، نہ بیٹھتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:-

اِذَا اَتَیْتُمُ الْجَنَازَۃَ فَلَا تَجْلِسُوْا حَتّٰی تُوْضَعَ.

ترجمہ:- جب تم جنازہ میں آؤ تو جب تک اُسے نہ رکھ دیا جائے مت بیٹھو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ: جب تک لحد (قبر) میں نہ رکھ دیا جائے نہ بیٹھو۔ (مدارج النبوۃ)

حدیث:- جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کے ساتھ جاتے تو پیدل چلتے، اور فرماتے کہ: میں سوار نہیں ہوتا جبکہ فرشتے پیدل جا رہے ہوں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم (دفن سے) فارغ ہو جاتے تو کبھی پیدل واپس ہوتے، کبھی سوار ہو کر۔

(زاد المعاد)

حدیث:- رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب جنازہ کے ساتھ چلتے تو خاموش رہتے اور اپنے دِل میں موت کے متعلق گفتگو فرماتے۔ (ابنِ سعد)

***

بابِ چہارم

نمازِ جنازہ، دفن، قبر، زیارتِ قبور، سوگ، تعزیت، پسماندگان کو کھانا بھیجنا اور ایصالِ ثواب کے مفصل اَحکام

نمازِ جنازہ کا بیان

میّت پر نمازِ جنازہ پڑھنا بھی فرضِ کفایہ ہے، یعنی اگر کسی نے بھی اُس پر نماز نہ پڑھی تو جن جن لوگوں کو معلوم تھا وہ سب گنہگار ہوں گے، اور اگر صرف ایک شخص نے بھی نماز پڑھ لی تو فرضِ کفایہ ادا ہوگیا، کیونکہ جماعت نمازِ جنازہ کے لئے شرط یا واجب نہیں، تفصیل آگے آئے گی۔ (شامی)

مسئلہ:- اگر جمعہ کے دن کسی کا انتقال ہوگیا تو اگر جمعہ کی نماز سے پہلے کفن، نماز اور دفن وغیرہ ہوسکے تو ضرور کرلیں، صرف اس خیال سے جنازہ روک رکھنا کہ جمعہ کی نماز میں مجمع زیادہ ہوگا مکروہ ہے۔ (شامی، بہشتی گوہر)

مسئلہ:- اگر جنازہ اُس وقت آیا جبکہ فرض نماز کی جماعت (جمعہ یا غیرِ جمعہ کی) تیار ہو تو پہلے فرض اور سنتیں پڑھ لیں، پھر جنازہ کی نماز پڑھیں۔ (درمختار و شامی)

مسئلہ:- اگر نمازِ عید کے وقت جنازہ آیا ہے تو پہلے عید کی نماز پڑھیں، پھر عید کا خطبہ پڑھا جائے، اس کے بعد جنازہ کی نماز پڑھیں۔

(امداد الفتاویٰ ج:۱ ص:۵۰۵)

مسئلہ:- مرنے والے نے وصیت کی کہ میری نمازِ جنازہ فلاں شخص پڑھائے تو یہ وصیت معتبر نہیں، اور شرعاً اس پر عمل کرنا ضروری نہیں، نمازِ جنازہ

پڑھانے کا جن لوگوں کو شریعت نے حق دیا ہے ان کی تفصیل آگے آئے گی، انہی کو امام بنانا چاہئے، البتہ اگر وہی کسی اور کو امام بنانا چاہیں تو مضائقہ نہیں۔

(مراقی الفلاح ص:۳۲۴)

نمازِ جنازہ کا وقت

جس طرح پنج وقتہ نمازوں کے لئے اوقات مقرر ہیں، نمازِ جنازہ کے لئے اس طرح کا کوئی خاص وقت ضروری یا شرط نہیں۔ (شامی، بہشتی گوہر)

مسئلہ:- نمازِ فجر کے بعد طلوعِ آفتاب سے پہلے اور نمازِ عصر کے بعد آفتاب زرد ہونے سے پہلے نفل اور سنتیں پڑھنا تو ممنوع ہے، مگر نمازِ جنازہ ان اوقات میں بھی بلا کراہت دُرست ہے۔ (عالمگیری، شامی، امداد الفتاویٰ)

مسئلہ:- آفتاب کے طلوع، زوال (ٹھیک دوپہر) اور غروب کے وقت دُوسری نمازوں کی طرح نمازِ جنازہ بھی جائز نہیں، طلوع کا وقت آفتاب کا اُوپر کا کنارہ ظاہر ہونے سے شروع ہوکر اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ آفتاب پورا نکل کر اُونچا نہ ہوجائے، یعنی جب تک نظر اس پر جم سکتی ہو، اور غروب کا وقت آفتاب کا رنگ زرد پڑجانے سے شروع ہوتا ہے، یعنی جب سے کہ اس پر نظر جمنے لگے اور اُس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ آفتاب پورا غائب نہ ہوجائے۔

(شامی ج:۱ ص:۳۴۱، ۳۴۴، عالمگیری ج:۱ ص:۵۲، بہشتی زیور)

مسئلہ:- نمازِ جنازہ مذکورہ بالا تین اوقات میں پڑھنا اس صورت میں ناجائز ہے جبکہ جنازہ ان اوقات سے پہلے آچکا ہو، اور اگر جنازہ خاص طلوع، زوال یا غروب ہی کے وقت آیا تو اس پر نمازِ جنازہ اُس وقت بھی جائز ہے۔

(عالمگیری، درمختار، شامی)

خلاصہ:- خلاصہ یہ کہ نمازِ جنازہ ان تین اوقات (طلوع، زوال، غروب) کے علاوہ ہر وقت بلا کراہت جائز ہے، اور ان تین اوقات میں بھی اُس صورت میں

جائز ہے جبکہ جنازہ خاص انہی اوقات میں آیا ہو۔

نمازِ جنازہ فرض ہونے کی شرائط

نمازِ جنازہ کے فرض ہونے کی وہی سب شرطیں ہیں جو اور نمازوں کے لئے ہیں، یعنی قدرت، بلوغ اور اسلام، البتہ اس میں ایک شرط اور زیادہ ہے اور وہ یہ کہ اس شخص کی موت کا علم بھی ہو، پس جس کو یہ خبر نہ ہوگی وہ معذور ہے، نمازِ جنازہ اس پر فرض نہیں۔ (بہشتی گوہر)

دُرستگی کی شرطیں اور اُن کی دو قسمیں

نمازِ جنازہ کے صحیح ہونے کے لئے دو قسم کی شرطیں ہیں، ایک قسم کی وہ شرطیں ہیں جو نماز پڑھنے والوں میں پائی جانی ضروری ہیں، وہ وہی ہیں جو اور نمازوں کے لئے ہیں، یعنی طہارت، سترِ عورت (بدن کے ضروری حصوں کا چھپا ہوا ہونا)، قبلہ کی طرف منہ کرنا اور نیت۔

البتہ نمازِ جنازہ کے لئے تیمّم، نماز نہ ملنے کے خوف سے جائز ہے، مثلاً نمازِ جنازہ ہو رہی ہو اور وضو کرنے میں یہ اندیشہ ہو کہ نماز ختم ہو جائے گی تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لینا چاہئے، اگرچہ پانی موجود ہو، بخلاف اور نمازوں کے کہ اُن میں اگر وقت چلے جانے کا خوف ہو تب بھی پانی پر قدرت کی صورت میں تیمّم جائز نہیں۔ (بہشتی گوہر)

جوتے پہن کر نماز پڑھنا

آج کل بعض لوگ جنازہ کی نماز جوتے پہنے ہوئے پڑھتے ہیں، ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ جس جگہ کھڑے ہوں وہ جگہ اور جوتے دونوں پاک ہوں، ورنہ ان کی نماز نہیں ہوگی۔ (بہشتی گوہر)

اور اگر جوتا پیر سے نکال دیا جائے اور اس پر کھڑے ہوں تو صرف جوتے کے اُوپر کا حصہ جو پیر سے متصل ہو اس کا پاک ہونا ضروری ہے، اگرچہ تلا ناپاک ہو، نیز

اس صورت میں اگر وہ زمین بھی ناپاک ہو تو کوئی حرج نہیں۔ (بہشتی گوہر، امداد الاحکام)

وہ شرطیں جن کا میّت میں پایا جانا ضروری ہے

دُوسری قسم کی وہ شرطیں ہیں جن کا میّت سے تعلق ہے، وہ چھ ہیں۔

پہلی شرط

میّت کا مسلمان ہونا، پس کافر اور مرتد پر نماز صحیح نہیں، مسلمان اگرچہ فاسق اور بدعتی ہو اس پر نماز صحیح ہے، سوائے اُن لوگوں کے جو مسلمان حاکمِ برحق سے بغاوت کرتے ہوئے یا ڈاکہ زنی کرتے ہوئے یا قبائلی، وطنی، صوبائی یا لسانی تعصب کے لئے لڑتے ہوئے مارے جائیں، ان لوگوں پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ اور اگر لڑائی کے بعد قتل کئے گئے یا لڑائی کے بعد اپنی موت سے مرجائیں تو پھر ان کی نماز پڑھی جائے گی۔ (بہشتی گوہر و درِمختار و شامی)

اسی طرح جس شخص نے اپنے باپ یا ماں کو قتل کیا ہو، اور اس کی سزا میں وہ مارا جائے تو اس کی نماز بھی نہیں پڑھی جائے گی۔ (بہشتی گوہر)

جس شخص نے خودکشی کی ہو صحیح یہ ہے کہ اس کو غسل دیا جائے گا اور اس پر نمازِ جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ:- میّت سے مراد وہ شخص ہے جو زندہ پیدا ہوکر مرگیا ہو، یا بطنِ مادر سے اس کے جسم کا اکثر حصہ بحالتِ زندگی باہر آیا ہو، اور اگر مرا ہوا پیدا ہو یا اکثر حصہ نکلنے سے پہلے مرجائے تو اس کی نماز دُرست نہیں۔ (بہشتی زیور و بہشتی گوہر)

دُوسری شرط

میّت کے بدن اور کفن کا نجاستِ حقیقیہ اور حکمیہ سے طاہر ہونا، ہاں! اگر نجاستِ حقیقیہ اُسی کے بدن سے کفنانے کے بعد خارج ہوئی ہو اور اس سبب سے اس کا بدن یا کفن بالکل نجس ہوجائے تو کچھ مضائقہ نہیں، نماز دُرست ہے، دھونے کی

ضرورت نہیں۔ (بہشتی گوہر وشامی)

مسئلہ:- اگر کوئی میّت نجاستِ حکمیہ سے طاہر نہ ہو، یعنی اس کو غسل نہ دیا گیا ہو، اور درصورت ناممکن ہونے غسل کے تیمّم بھی نہ کرایا گیا ہو، اس پر نماز دُرست نہیں، ہاں! اگر اس کا طاہر ہونا ممکن نہ ہو، مثلاً بے غسل یا تیمّم کرائے ہوئے دفن کر چکے ہوں اور قبر پر مٹی بھی پڑ چکی ہو، مگر نعش پھٹی نہ ہو تو پھر اس کی نماز اس کی قبر پر اسی حالت میں پڑھی جائے گی۔

اگر کسی میّت پر بے غسل یا تیمّم کے نماز پڑھی گئی ہو اور وہ دفن کر دیا گیا ہو، اور بعد دفن کے معلوم ہو کہ اس کو غسل نہ دیا گیا تھا، تو جب تک نعش پھٹی نہ ہو اس کی نماز دوبارہ اس کی قبر پر پڑھی جائے، اس لئے کہ پہلی نماز صحیح نہیں ہوئی، ہاں! اب چونکہ غسل ممکن نہیں ہے لہٰذا نماز ہو جائے گی۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ:- اگر کوئی مسلمان بے نمازِ جنازہ پڑھے ہوئے دفن کر دیا گیا ہو تو اس کی نماز اس کی قبر پر پڑھی جائے گی، جب تک کہ اس کی نعش کے پھٹ جانے کا اندیشہ نہ ہو، جب خیال ہو کہ اب نعش پھٹ گئی ہوگی تو پھر نماز نہ پڑھی جائے، اور نعش پھٹنے کی مدت ہر جگہ کے اعتبار سے مختلف ہے، اس کی تعیین نہیں ہوسکتی، یہی زیادہ صحیح ہے، اور بعض نے تین دن اور بعض نے دس دن اور بعض نے ایک ماہ کی مدت بیان کی ہے۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ:- میّت اگر کسی پاک پلنگ یا تخت یا کسی پاک گدّے یا لحاف پر رکھی ہو تو اس پلنگ وغیرہ کی جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں، ایسی صورت میں بلاشک وشبہ نمازِ جنازہ دُرست ہے، اور اگر پلنگ یا تخت وغیرہ بھی ناپاک ہو، یا میّت کو بغیر تخت اور پلنگ کے ناپاک زمین پر رکھ دیا ہے تو ایسی صورت میں میّت کی جگہ کے پاک ہونے کے شرط ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک شرط ہے، لہٰذا ناپاک تخت یا ناپاک زمین پر رکھنے کی صورت میں نمازِ جنازہ دُرست نہیں ہوگی، اور بعض کے نزدیک شرط نہیں، لہٰذا نماز صحیح ہو جائے گی۔ (بہشتی گوہر)

تیسری شرط

میّت کے جسم واجب الستر (یعنی بدن کا وہ حصہ جس کا چھپانا واجب اور ضروری ہے) کا پوشیدہ ہونا، اگر میّت برہنہ ہو تو اس پر نمازِ جنازہ دُرست نہیں۔
(بہشتی گوہر)

چوتھی شرط

میّت کا نماز پڑھنے والوں سے آگے ہونا، اگر میّت نماز پڑھنے والے کے پیچھے ہو تو نماز دُرست نہیں۔ (بہشتی گوہر)

پانچویں شرط

میّت کا یا جس چیز پر میّت ہو اس کا زمین پر رکھا ہوا ہونا، اگر میّت کو لوگ اپنے ہاتھوں پر اُٹھائے ہوئے ہوں، یا کسی گاڑی یا جانور پر ہو اور اسی حالت میں اس کی نماز پڑھی جائے تو عذر کے بغیر صحیح نہ ہوگی۔ (بہشتی گوہر و شامی ج:۱ ص:۸۱۳)

چھٹی شرط

میّت کا وہاں موجود ہونا، اگر میّت وہاں موجود نہ ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

نمازِ جنازہ کے فرائض

نمازِ جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں۔

۱:- چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا، ہر تکبیر یہاں قائم مقام ایک رکعت کے سمجھی جاتی ہے، یعنی جیسے دُوسری نمازوں میں رکعت ضروری ہے ویسے ہی نمازِ جنازہ میں ہر تکبیر ضروری ہے۔ (بہشتی گوہر)

اگر امام جنازہ کی نماز میں چار تکبیر سے زائد کہے تو حنفی مقتدیوں کو چاہئے کہ ان زائد تکبیرات میں اس کا اتباع نہ کریں، بلکہ سکوت کئے ہوئے کھڑے رہیں، جب امام سلام پھیرے تو خود بھی سلام پھیر دیں، ہاں! اگر زائد تکبیریں امام سے نہ سنی

جائیں بلکہ مکبّر سے، تو مقتدیوں کو چاہئے کہ اتباع کریں، اور ہر تکبیر کو تکبیرِ تحریمہ سمجھیں، یہ خیال کر کے کہ شاید اس سے پہلے جو چار تکبیریں مکبّر نقل کر چکا ہے وہ غلط ہوں، امام نے اب تکبیرِ تحریمہ کہی ہو۔ (درمختار و شامی)

۲:- قیام، یعنی کھڑے ہوکر نمازِ جنازہ پڑھنا، جس طرح فرض و واجب نمازوں میں قیام فرض ہے اور بے عذر اس کا ترک جائز نہیں، اسی طرح نمازِ جنازہ بھی بلاعذر بیٹھ کر پڑھنے سے ادا نہیں ہوتی۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ:- اذان و اقامت اور قراءت، رُکوع، سجدہ، قعدہ وغیرہ اس نماز میں نہیں۔ (بہشتی گوہر بزیادۃٍ)

نمازِ جنازہ میں تین چیزیں مسنون ہیں

۱:- اللہ کی حمد کرنا۔

۲:- نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود پڑھنا۔

۳:- اور میّت کے لئے دُعا کرنا۔ (بہشتی گوہر)

جماعت اس نماز میں شرط نہیں، پس اگر ایک شخص بھی جنازہ کی نماز پڑھ لے تو فرض ادا ہوجائے گا، خواہ وہ نماز پڑھنے والا عورت ہو یا مرد، بالغ ہو یا نابالغ، اور اگر کسی نے بھی نہ پڑھی تو سب گنہگار ہوں گے۔ (بہشتی گوہر و شامی)

مسئلہ:- لیکن نمازِ جنازہ کی جماعت میں جتنے زیادہ لوگ ہوں اُتنا ہی بہتر ہے، اس لئے کہ یہ دُعا ہے میّت کے لئے، اور چند مسلمانوں کا جمع ہوکر بارگاہِ الٰہی میں کسی چیز کے لئے دُعا کرنا ایک عجیب خاصیت رکھتا ہے نزولِ رحمت اور قبول کے لئے، لیکن نمازِ جنازہ میں اس غرض سے تأخیر کرنا کہ جماعت زیادہ ہوجائے مکروہ ہے۔ (بہشتی گوہر)

نمازِ جنازہ کا طریقہ

نمازِ جنازہ کا مسنون اور مستحب طریقہ یہ ہے کہ میّت کو آگے رکھ کر امام اس

کے سینے کے محاذی کھڑا ہو جائے اور سب لوگ یہ نیت کریں:-

نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ صَلٰوۃَ الْجَنَازَۃِ لِلّٰہِ تَعَالٰی وَدُعَاءً لِّلْمَیِّتِ.

ترجمہ:- میں نے یہ ارادہ کیا کہ نمازِ جنازہ پڑھوں، جو خدا کی نماز ہے اور میّت کے لئے دُعا ہے۔

یہ نیت کر کے دونوں ہاتھ مثلِ تکبیرِ تحریمہ کے کانوں تک اُٹھا کر ایک مرتبہ "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہہ کر دونوں ہاتھ مثلِ نماز کے باندھ لیں، پھر "سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ" آخر تک پڑھیں، اس کے بعد پھر ایک بار "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہیں، مگر اس مرتبہ ہاتھ نہ اُٹھائیں، بعد اس کے دُرود شریف پڑھیں، اور بہتر یہ ہے کہ وہی دُرود شریف پڑھا جائے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے، پھر ایک مرتبہ "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہیں، اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اُٹھائیں، اس تکبیر کے بعد میّت کے لئے دُعا کریں، اگر وہ بالغ ہو، خواہ مرد ہو یا عورت، تو یہ دُعا پڑھیں:-

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا، اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ.

اور بعض احادیث میں یہ دُعا بھی آئی ہے:-

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَعَافِہٖ وَاعْفُ عَنْہُ وَاَکْرِمْ نُزُلَہٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَہٗ وَاغْسِلْہُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّہٖ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْہُ دَارًا خَیْرًا مِّنْ دَارِہٖ وَاَھْلًا خَیْرًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَزَوْجًا خَیْرًا مِّنْ زَوْجِہٖ وَاَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ وَاَعِذْہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ.

اور اگر دونوں دُعاؤں کو پڑھ لے تب بھی بہتر ہے، بلکہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ردالمحتار میں دونوں دُعاؤں کو ایک ہی ملا کر لکھا ہے، ان دونوں دُعاؤں کے سوا

اور بھی دُعائیں احادیث میں آئی ہیں، اور ان کو ہمارے فقہاءؒ نے بھی نقل کیا ہے، جس دُعا کو چاہے اختیار کرے۔

اور اگر میّت نابالغ لڑکا ہوتو یہ دُعا پڑھے:-

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا.

اور اگر میّت نابالغ لڑکی ہوتو بھی یہی دُعا ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ تینوں "اِجْعَلْہُ" کی جگہ "اِجْعَلْھَا" اور "شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا" کی جگہ "شَافِعَۃً وَّمُشَفَّعَۃً" پڑھیں۔

جب یہ دُعا پڑھ چکیں تو پھر ایک مرتبہ "اَللّٰہُ اَکْبَر" کہیں اور اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اُٹھائیں، اور اس تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیر دیں، جس طرح نماز میں سلام پھیرتے ہیں، اس نماز میں التحیات اور قرآن مجید کی قراءت وغیرہ نہیں ہے۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ:- اگر کسی کو نمازِ جنازہ کی دُعا یاد نہ ہوتو صرف "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ" پڑھ لے، اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو صرف چار تکبیریں کہہ دینے سے بھی نماز ہوجائے گی، اس لئے کہ دُعا اور دُرود شریف فرض نہیں مسنون ہے۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ:- نمازِ جنازہ کے بعد وہیں ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنا مکروہ ہے، سنت سے ثابت نہیں ہے، کیونکہ نمازِ جنازہ خود دُعا ہے۔

مسئلہ:- نمازِ جنازہ امام اور مقتدی دونوں کے حق میں یکساں ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ امام تکبیریں اور سلام بلند آواز سے کہے گا اور مقتدی آہستہ آواز سے، باقی چیزیں ثناء اور دُعا اور دُرود مقتدی بھی آہستہ آواز سے پڑھیں گے اور امام بھی آہستہ آواز سے پڑھے گا۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ:- جنازہ کی نماز میں مستحب ہے کہ حاضرین کی تین صفیں کردی

جائیں، یہاں تک کہ اگر صرف سات آدمی ہوں تو ایک آدمی ان میں سے امام بنادیا جائے، اور پہلی صف میں تین آدمی کھڑے ہوں اور دُوسری میں دو اور تیسری میں ایک۔ (بہشتی گوہر)

وہ چیزیں جن سے نمازِ جنازہ فاسد ہوجاتی ہے

مسئلہ:- جنازہ کی نماز بھی ان چیزوں سے فاسد ہوجاتی ہے جن چیزوں سے دُوسری نمازوں میں فساد آتا ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ جنازہ کی نماز میں قہقہہ سے وضو نہیں جاتا، اور عورت کی محاذات سے بھی اس میں فساد نہیں آتا۔ (بہشتی گوہر)

مسجد اور وہ مقامات جن میں نمازِ جنازہ مکروہ ہے

جنازہ کی نماز اس مسجد میں پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے جو پنج وقتہ نمازوں یا جمعہ یا عیدین کی نماز کے لئے بنائی گئی ہو، خواہ جنازہ مسجد کے اندر ہو یا مسجد سے باہر ہو اور نماز پڑھنے والے اندر ہوں[1]، ہاں! جو خاص جنازہ کی نماز کے لئے بنائی گئی اس میں مکروہ نہیں۔ (بہشتی گوہر)

اگر مسجد کے باہر کوئی جگہ نہ ہو تو بہ مجبوری مسجد میں پڑھنا مکروہ نہیں۔

(امداد الفتاویٰ ج:۱ ص:۵۳۴)

حرمین شریفین میں اسی عذر کی بناء پر مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے۔

مسئلہ:- عام راستہ پر نمازِ جنازہ پڑھنا کہ جس سے گزرنے والوں کو تکلیف ہو مکروہ ہے۔ (شامی ج:۱ ص:۸۲۷)

مسئلہ:- کسی دُوسرے کی زمین پر اس کی اجازت کے بغیر نمازِ جنازہ پڑھنا

---

(۱) اور اگر یہ صورت ہو کہ جنازہ اور امام مع کچھ مقتدیوں کے مسجد سے باہر ہوں اور باقی مقتدی اندر ہوں تو اس صورت کو بھی علامہ شامی اور صاحبِ درمختار نے مکروہ قرار دیا ہے، لیکن امداد المفتین میں فتاویٰ بزازیہ کے حوالہ سے اُسے جائز لکھا ہے، لہٰذا احتیاط بہرحال اس میں ہے کہ بلاعذر اس صورت سے بھی اجتناب کیا جائے۔ (رفیع)

مکروہ ہے۔ (شامی ج:۱ ص:۸۲۷)

مسئلہ:- میّت کو نماز کے بغیر بھی مسجد میں داخل کرنا مکروہ ہے۔

(شامی ج:۱ ص:۸۲۷)

مسئلہ:- جنازہ کی نماز بیٹھ کر یا سواری کی حالت میں پڑھنا جائز نہیں، جبکہ کوئی عذر نہ ہو۔ (بہشتی گوہر)

اگر بیک وقت کئی جنازے جمع ہوجائیں؟

مسئلہ:- اگر ایک ہی وقت میں کئی جنازے جمع ہوجائیں تو بہتر یہ ہے کہ ہر جنازہ کی نماز علیحدہ پڑھی جائے، اور اگر سب جنازوں کی ایک ہی نماز پڑھی جائے تب بھی جائز ہے، اور اس وقت چاہئے کہ سب جنازوں کی صف قائم کردی جائے جس کی بہتر صورت یہ ہے کہ ایک جنازہ کے آگے دُوسرا جنازہ رکھ دیا جائے کہ سب کے پیر ایک طرف ہوں اور سب کے سر ایک طرف، اور یہ صورت اس لئے بہتر ہے کہ اس میں سب کا سینہ امام کے مقابل ہوجائے گا، جو مسنون ہے۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ:- اگر جنازے مختلف اصناف (قسموں) کے ہوں تو اس ترتیب سے ان کی صف قائم کی جائے کہ امام کے قریب مردوں کے جنازے، اُن کے بعد لڑکوں کے اور اُن کے بعد بالغہ عورتوں کے، اُن کے بعد نابالغہ لڑکیوں کے۔ (بہشتی گوہر)

جنازہ کی نماز میں مسبوق اور لاحق کے اَحکام

مسئلہ:- اگر کوئی شخص جنازہ کی نماز میں ایسے وقت پہنچا کہ کچھ تکبیریں اس کے آنے سے پہلے ہوچکی ہوں تو جس قدر تکبیریں ہوچکی ہوں ان کے اعتبار سے وہ شخص مسبوق سمجھا جائے گا،[1] اور اس کو چاہئے کہ فوراً آتے ہی مثل اور نمازوں کے

---

(۱) کیونکہ پیچھے معلوم ہوچکا ہے کہ نمازِ جنازہ میں تکبیرِ تحریمہ سمیت ہر تکبیر پوری ایک رکعت کے حکم میں ہے، پس جتنی تکبیریں فوت ہوئیں گویا کہ اتنی ہی رکعتیں فوت ہوگئیں۔ (شامی) رفیع

تکبیرِ تحریمہ کہہ کر شریک نہ ہوجائے[1] بلکہ امام کی اگلی تکبیر کا انتظار کرے، جب امام تکبیر کہے تو اس کے ساتھ یہ بھی تکبیر کہے، اور یہ تکبیر اس کے حق میں تکبیرِ تحریمہ ہوگی، پھر جب امام سلام پھیر دے تو یہ شخص اپنی گئی ہوئی تکبیروں کو ادا کرلے[2] اور اس میں کچھ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔[3] (بہشتی گوہر)

مسئلہ:- اگر کوئی شخص ایسے وقت پہنچے کہ امام چوتھی تکبیر بھی کہہ چکا ہو تو وہ شخص اس چوتھی تکبیر کے حق میں مسبوق نہ سمجھا جائے گا، اس کو چاہئے کہ فوراً تکبیر کہہ کر امام کے سلام سے پہلے شریک ہوجائے، اور ختمِ نماز کے بعد اپنی گئی ہوئی تین تکبیروں کا اعادہ کرلے۔ (بہشتی گوہر و شامی)

مسئلہ:- اگر کوئی شخص تکبیرِ تحریمہ یعنی پہلی تکبیر یا کسی اور تکبیر کے وقت موجود نہ تھا اور نماز میں شرکت کے لئے تیار تھا، مگر سستی یا کسی اور وجہ سے شریک نہ ہوا[4] تو اس کو امام کی اگلی تکبیر کا انتظار نہ کرنا چاہئے، بلکہ فوراً تکبیر کہہ کر شریکِ نماز ہوجانا چاہئے، اور اس تکبیر کا اعادہ[5] اس کے ذمہ نہ ہوگا، بشرطیکہ قبل اس کے کہ امام

---

(۱) کیونکہ یہ تکبیر بھی فوت شدہ رکعت کی طرح ہے اور مسبوق اپنی فوت شدہ کوئی رکعت نماز میں داخل ہوتے ہی نہیں پڑھتا بلکہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد پڑھتا ہے، اسی طرح یہ فوت شدہ تکبیریں بھی امام کے سلام کے بعد پڑھی جائیں گی۔ (شامی) رفیع

(۲) لیکن اگر وہ شخص امام کی اگلی تکبیر کا انتظار کئے بغیر فوراً آتے ہی ''اللہ اکبر'' کہہ کر نماز میں شریک ہوگیا تو پھر بھی نماز دُرست ہوجائے گی، البتہ شریک ہوتے وقت جو تکبیر اس نے کہی وہ اُن چار تکبیروں میں شمار نہ ہوگی جو نمازِ جنازہ میں فرض ہیں، لہٰذا جب امام سلام پھیر دے تو اس شخص پر لازم ہے کہ جو تکبیریں اس کے نماز میں شامل ہونے سے پہلے ہوچکی تھیں وہ پڑھ کر پھر سلام پھیرے۔ (شامی) رفیع

(۳) یعنی جنازہ کی نماز کا مسبوق جب اپنی فوت شدہ تکبیریں (امام کے سلام کے بعد) پڑھے اور یہ خوف ہو کہ اگر دُعا پڑھے گا تو دیر ہوجائے گی، یعنی جنازہ اس کے سامنے سے اُٹھالیا جائے گا تو دُعا نہ پڑھے، بلکہ صرف فوت شدہ تکبیریں پے در پے پڑھ کر سلام پھیر دے۔ (شامی) رفیع

(۴) یعنی تکبیر نہ کہی (کما فی الشامی)۔ رفیع (۵) یعنی امام کے سلام کے بعد (شامی)۔ رفیع

اگلی تکبیر کہے، یہ اس تکبیر کو ادا کر لے، مگر امام کی معیت نہ ہو، ہاں! اس تکبیر سے پہلے جو تکبیریں فوت ہوچکیں اُن تکبیروں میں یہ شخص مسبوق ہے، وہ تکبیریں یہ امام کے سلام کے بعد ادا کرے۔ (شامی و بہشتی گوہر)

مسئلہ:- جنازہ کی نماز کا مسبوق جب اپنی گئی ہوئی تکبیروں کو ادا کرے اور یہ خوف ہو کہ اگر دُعا پڑھے گا تو دیر ہوگی اور جنازہ اس کے سامنے سے اُٹھالیا جائے گا تو دُعا نہ پڑھے۔ (بہشتی گوہر و شامی)

مسئلہ:- جنازہ کی نماز میں اگر کوئی شخص لاحق ہوجائے تو اس کا وہی حکم ہے جو اور نمازوں کے لاحق کا ہے۔[1] (بہشتی گوہر)

---

(۱) تفصیل اس کی یہ ہے کہ مقتدی (یعنی امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے) کی دو قسمیں ہیں، ا:-مسبوق، ۲:-لاحق۔ مسبوق وہ مقتدی ہے جس کی ایک یا زائد رکعتیں جماعت میں شامل ہونے سے پہلے فوت ہوگئی ہوں، اور لاحق وہ مقتدی ہے جس کی کوئی ایک یا زائد یا سب رکعتیں جماعت میں شامل ہونے کے بعد فوت ہوئی ہوں، خواہ کسی عذر سے، مثلاً نماز میں سوجانے یا غافل ہوجانے کے باعث، یا بلاعذر محض سستی وغیرہ کی وجہ سے۔

چونکہ نمازِ جنازہ میں تکبیروں کا وہی حکم ہے جو دُوسری نمازوں میں رکعتوں کا ہے اس لئے نمازِ جنازہ میں اگر کسی کی کچھ تکبیریں جماعت میں شامل ہونے سے پہلے فوت ہوگئیں تو وہ مسبوق ہے، اور جس کی تکبیریں نماز میں شامل ہونے کے بعد فوت ہوئیں وہ لاحق ہے۔

مسبوق اور لاحق کے حکم میں یہ فرق ہے کہ مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتیں امام کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کرتا ہے اور لاحق پہلے اپنی فوت شدہ رکعتیں پڑھتا ہے، پھر اگر جماعت باقی ہو تو امام کی پیروی کرتا ہے، ورنہ باقی نماز بھی تنہا پوری کر کے سلام پھیر دیتا ہے۔

نمازِ جنازہ میں مسبوق کا حکم دُوسری نمازوں سے بعض اُمور میں مختلف ہے، جس کی تفصیل پیچھے کتاب میں بیان ہوچکی ہے، لیکن لاحق کا حکم نمازِ جنازہ اور دُوسری نمازوں میں یکساں ہے، لہٰذا جو شخص نمازِ جنازہ میں لاحق ہوجائے یعنی ''اللہ اکبر'' کہہ کر جماعت میں شامل ہوجانے کے بعد اس کی کوئی ایک یا زائد تکبیریں چھوٹ جائیں تو اس پر لازم ہے کہ پہلے فوت شدہ تکبیریں پڑھے پھر امام کے ساتھ شریک ہو، لیکن اگر فوت شدہ تکبیریں پوری پڑھنے سے پہلے ہی امام نے

(باقی اگلے صفحہ پر)

جنازہ کی نماز میں امامت کا مستحق

مسئلہ:- جنازہ کی نماز میں امامت کا استحقاق سب سے زیادہ حاکمِ وقت کو ہے، گو تقویٰ اور ورع میں اس سے بہتر لوگ بھی وہاں موجود ہوں، اگر حاکمِ وقت (بادشاہ وسربراہِ مملکت) وہاں نہ ہو تو اس کا نائب یعنی جو شخص اس کی طرف سے حاکمِ شہر ہو وہ مستحق امامت کا ہے، گو ورع اور تقویٰ میں اس سے افضل لوگ وہاں موجود ہوں، اور وہ بھی نہ ہو تو قاضیٔ شہر، وہ بھی نہ ہو تو اس کا نائب، ان لوگوں کے ہوتے ہوئے دُوسرے کو امام بنانا بلا اُن کی اجازت کے جائز نہیں، انہی کا امام بنانا واجب ہے، اگر یہ لوگ وہاں موجود نہ ہوں تو اس محلّہ کا امام مستحق ہے، بشرطیکہ میّت کے اعزہ میں سے کوئی شخص اس سے افضل نہ ہو، ورنہ میّت کے وہ اعزہ جن کو حقِ ولایت حاصل ہے امامت کے مستحق ہیں یا وہ شخص جس کو وہ اجازت دیں، اگر بے اجازت ولیٔ میّت کے کسی ایسے شخص نے نماز پڑھا دی ہو جس کو امامت کا استحقاق نہیں اور ولی اس نماز میں شریک نہ ہوا تو ولی کو اختیار ہے کہ اُس میّت پر بعد میں نماز پڑھ لے، حتیٰ کہ اگر میّت دفن ہوچکی ہو تب بھی اس کی قبر پر نماز پڑھ سکتا ہے، تاوقتیکہ نعش کے پھٹ جانے کا خیال نہ ہو۔ (بہشتی گوہر والبحر الرائق)

مسئلہ:- اگر بے اجازت ولیٔ میّت کے کسی ایسے شخص نے نماز پڑھائی ہو جس کو امامت کا استحقاق ہے تو پھر ولیٔ میّت نماز کا اعادہ نہیں کرسکتا۔

اسی طرح اگر ولیٔ میّت نے بحالت نہ موجود ہونے بادشاہِ وقت وغیرہ کے

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

اگلی تکبیر کہہ دی تو اس تکبیر میں اس کے ساتھ شریک نہ ہو، بلکہ فوت شدہ تکبیریں پوری کرکے اس تکبیر کو بھی تنہا پڑھ لے، پھر اگر امام کی کوئی تکبیر باقی ہو تو اس میں امام کے ساتھ شریک ہوجائے، اور جب امام سلام پھیرے تو یہ بھی سلام پھیر دے، اور اگر یہ شخص اپنی فوت شدہ تکبیریں پڑھ کر ایسے وقت فارغ ہوا جبکہ امام سلام بھی پھیر چکا تھا تو سلام بھی تنہا پھیر دے۔ (یہ سب تفصیل البحر الرائق اور بہشتی گوہر سے ماخوذ ہے، رفیع)

نماز پڑھائی ہو تو بادشاہِ وقت وغیرہ کو اعادہ کا اختیار نہیں ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ اگر ولیٔ میّت بحالتِ موجود ہونے بادشاہِ وقت وغیرہ کے نماز پڑھادے تب بھی بادشاہِ وقت وغیرہ کو اعادہ کا اختیار نہ ہوگا، گو ایسی حالت میں بادشاہِ وقت کو امام نہ بنانے سے ترکِ واجب کا گناہ اولیاءِ میّت پر ہوگا۔ (بہشتی گوہر)

حاصل یہ کہ ایک جنازہ کی نماز کئی مرتبہ پڑھنا جائز نہیں مگر ولیٔ میّت کو جبکہ اس کی بے اجازت کسی غیر مستحق نے نماز پڑھادی ہو تو دوبارہ پڑھنا دُرست ہے۔ (بہشتی گوہر)

نمازِ جنازہ غائبانہ

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غائبانہ نمازِ جنازہ نہیں پڑھتے تھے، لیکن یہ صحیح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہِ حبشہ نجاشی کی نمازِ جنازہ غائبانہ پڑھی، اور حضرت معاویہ لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی، لیکن ہوسکتا ہے کہ (میّت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف کردی گئی ہو یا) یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہو۔[1] (شامی)

---

(۱) جس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ان دو حضرات کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابہ کرامؓ کی وفات ہوئی، قراءِ صحابہؓ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز ترین صحابہؓ میں سے تھے، وہ سفر میں شہید ہوئے، حضرت جعفر طیارؓ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے، حضرت زید بن حارثہؓ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنّیٰ (منہ بولے بیٹے) تھے، ان سب کا انتقال سفر اور حالتِ جہاد میں ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ طیبہ میں خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی غائبانہ نمازِ جنازہ نہیں پڑھی، حالانکہ مدینہ طیبہؔ میں وفات پانے والے حضرات پر نمازِ جنازہ پڑھنے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت اہتمام فرماتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرما رکھی تھی کہ: ''تم میں سے کسی کا بھی انتقال ہو تو مجھے ضرور خبر کرو، کیونکہ اس پر میرا نماز پڑھنا اس کے لئے رحمت ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ جن دو حضرات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی وہ یا تو اُن دو حضرات کی خصوصیت تھی یا............ (باقی اگلے صفحہ پر)

غائبانہ نمازِ جنازہ کو امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ مطلقاً منع کرتے ہیں (مدارج النبوۃ)، اور ائمۂ حنفیہ کا اس کے عدمِ جواز پر اتفاق ہے۔

جنازہ کا سامنے[1] موجود ہونا صحتِ نمازِ جنازہ کی شرط ہے۔

(شامی، البحر، بہشتی گوہر، مدارج النبوۃ)

جنازہ میں کثرتِ تعداد کی برکت اور اہمیت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس میّت پر مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت نماز پڑے جن کی تعداد سو تک پہنچ جائے اور وہ سب اللہ کے حضور میں اس میّت کے لئے سفارش کریں (یعنی مغفرت و رحمت کی دُعا کریں) تو اُن کی یہ سفارش اور دُعا ضرور ہی قبول ہوگی۔ (صحیح مسلم شریف، معارف الحدیث)

حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا کہ: جس مسلمان بندہ کا انتقال ہو اور مسلمانوں کی تین صفیں اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں (اور اس کے لئے مغفرت و جنت کی دُعا کریں) تو ضرور ہی اللہ تعالیٰ اس کے واسطے (مغفرت اور جنت) واجب کردیتا ہے۔

مالک بن ہبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ دستور تھا کہ جب وہ نمازِ جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد کم محسوس کرتے تو اسی حدیث کی وجہ سے اُن لوگوں کو تین صفوں میں تقسیم کردیتے تھے۔ (سنن ابی داوٗد، معارف الحدیث)

مسئلہ:- جب میّت کی نماز سے فراغت ہوجائے تو فوراً اس کے دفن کرنے

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی میّت کو نماز کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کردیا تھا، فتح القدیر میں علامہ ابن الہمامؒ نے اس کے دلائل تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔ رفیع

(۱) اگرچہ صرف امام ہی کے سامنے ہو۔ (شامی ج:۱ ص:۸۱۳)

کے لئے جہاں قبر کھدی ہو لے جانا چاہئے، جنازہ اُٹھانے اور لے جانے کا مفصل طریقہ پیچھے بیان ہو چکا ہے۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ:- نمازِ جنازہ کے بعد اہلِ جنازہ کی اجازت کے بغیر دفن سے پہلے واپس نہ ہونا چاہئے، اور دفن کے بعد بغیر اجازت کے بھی واپس ہو سکتے ہیں۔

(عالمگیری ج:۱ ص:۱۶۵)

دفن کا بیان

میّت کے غسل، کفن اور نمازِ جنازہ کی طرح دفن کرنا بھی فرضِ کفایہ ہے، اگر کسی نے بھی یہ فرض ادا نہ کیا تو سب گنہگار ہوں گے۔ (بہشتی گوہر و عالمگیری)

قبر کی نوعیت

قبر کم از کم میّت کے نصف قد کے برابر گہری کھودی جائے، اور پورے قد کے برابر گہری ہو تو زیادہ بہتر ہے، قد سے زیادہ نہ ہونی چاہئے، اور موافق اس کے قد کے لمبی ہو، اور چوڑائی نصف قد کے برابر، بغلی[1] قبر بہ نسبت صندوقی[2] (شق) کے بہتر ہے، ہاں! اگر زمین بہت نرم ہو اور بغلی کھودنے سے قبر کے بیٹھ جانے کا اندیشہ ہو تو پھر بغلی قبر نہ کھودی جائے۔ (شامی، مدارج النبوۃ)

یہ بھی جائز ہے کہ اگر زمین نرم یا سیلاب زدہ ہو اور بغلی قبر نہ کھد سکے تو میّت کو کسی صندوق (تابوت) میں رکھ کر دفن کردیں، صندوق خواہ لکڑی کا ہو یا پتھر یا لوہے کا، بہتر یہ ہے کہ صندوق میں مٹی بچھادی جائے۔ (شامی و بحر و بہشتی گوہر)

---

(۱) یعنی لحد، اس کا طریقہ یہ ہے کہ قبر کھود کر اس کے اندر سے قبلہ کی جانب ایک گڑھا کھودا جائے جس میں میّت کو رکھا جاسکے، یہ ایک چھوٹی سی کوٹھڑی کی طرح ہوتا ہے۔ (شامی) رفیع

(۲) اس کا طریقہ یہ ہے کہ تقریباً ایک فٹ قبر کھود کر اس کے بیچوں بیچ ایک گڑھا میّت کے نصف قد یا پورے قد کے برابر گہرا کھودا جائے، جس کا طول میّت کے قد کے برابر ہو اور چوڑائی زیادہ سے زیادہ نصف قد کے برابر۔ (شامی بزیادۃ الیضاح) رفیع

بغلی قبر کو کچی اینٹیں اور نرکل وغیرہ لگا کر بند کرنا چاہئے، پختہ اینٹیں یا لکڑی کے تختے لگا کر بند کرنا مکروہ ہے، البتہ جہاں زمین نرم یا سیلابی ہونے کی وجہ سے قبر کے بیٹھ جانے کا اندیشہ ہو تو پختہ اینٹ یا لکڑی کے تختوں سے بند کیا جاسکتا ہے، اور ایسی صورت میں صندوق (تابوت) میں رکھنا بھی جائز ہے، البتہ صندوقی قبر (شق) میں میّت کے اُوپر لکڑی کے تختے یا سیمنٹ کے سلیپر لگانا بلاکراہت دُرست ہے۔

(درِمختار)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر کو اُونچا نہ بناتے اور اسے اینٹ پتھر وغیرہ سے پختہ تعمیر نہ کرتے، اور اُسے قلعی اور سخت مٹی سے نہ لیپتے، قبر کے اُوپر کوئی عمارت اور قبہ نہ بناتے، یہ سب بدعت اور مکروہ ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں صحابہؓ کی قبریں بھی زمین کے (تقریباً) برابر ہیں، سنگریزے سرخ اُن پر چسپاں ہیں۔

(مدارج النبوۃ، سفر السعادۃ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی ہیئت اور شکل اُونٹ کے کوہان کے مشابہ ہے۔ (شامی بحوالہ بخاری شریف)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ (میرے والد) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مرضِ وفات میں وصیت فرمائی تھی کہ میرے واسطے بغلی قبر بنائی جائے اور اس کو بند کرنے کے لئے کچی اینٹیں کھڑی کردی جائیں، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا گیا تھا۔ (مسلم شریف، معارف الحدیث)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیبہ یہ تھی کہ لحد[1] (بغلی قبر) بنواتے، اور

---

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک بھی لحد یعنی بغلی بنائی گئی تھی، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صندوقی قبر بھی جس کو عربی میں "شـــق" کہتے ہیں، حسبِ موقع بنائی گئی ہے، لیکن افضل لحد یعنی بغلی قبر ہی کا طریقہ ہے۔ (معارف الحدیث) رفیع

قبر گہری کرواتے اور میّت کے سر اور پاؤں کی جگہ کو فراخ کرواتے۔[1] (زاد المعاد)

مسئلہ:- کسی میّت کو، چھوٹا ہو یا بڑا، گھر کے اندر دفن نہ کرنا چاہئے، اس لئے کہ یہ بات انبیاءِ کرام علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے۔ (بہشتی گوہر، درمختار، البحر الرائق)

مسئلہ:- قبر کے لئے اگر عام مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ نہ ملے یا کسی خاص وجہ سے اجازت نہ ہو تو قبر کے لئے زمین خرید لی جائے، اس کی قیمت بھی دیگر سامانِ تجہیز و تکفین کی طرح میّت کے ترکہ میں سے ادا کی جائے گی۔

(مفید الوارثین ص:۳۲)

نعش کو ایک شہر سے دُوسرے شہر لے جانا

مسئلہ:- نعش کو ایک شہر سے دُوسرے شہر میں دفن کے لئے لے جانا خلافِ اَوْلیٰ ہے، جبکہ وہ دُوسرا مقام ایک دو میل سے زیادہ نہ ہو، اور اگر اس سے زیادہ مسافت ہو تو جائز نہیں، اور دفن کے بعد نعش کھود کر لے جانا تو ہر حالت میں ناجائز ہے۔ (بہشتی گوہر)

قبر میں اُتارنا

جنازہ کو پہلے قبلہ کی سمت قبر کے کنارے اس طرح رکھیں کہ قبلہ میّت کے دائیں طرف ہو، پھر اُتارنے والے قبلہ رُو کھڑے ہوکر میّت کو احتیاط سے اُٹھا کر قبر میں رکھ دیں۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ:- قبر میں رکھتے وقت "بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللهِ" کہنا مستحب ہے۔ (بہشتی گوہر و زاد المعاد)

مسئلہ:- قبر میں اُتارنے والوں کا طاق یا جفت ہونا مسنون نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی قبرِ مقدس میں چار آدمیوں نے اُتارا تھا۔ (بہشتی گوہر)

---

(۱) بظاہر اس کا مطلب یہ ہے کہ قبر کی لمبائی میّت کے قد سے کچھ زائد رکھی جاتی تھی تاکہ سر اور پاؤں کی طرف جگہ کشادہ رہے۔ (رفیع)

مسئلہ:- قبر میں میّت کو اُتارتے وقت یا دفن کے بعد اذان کہنا بدعت ہے۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ:- میّت کو قبر میں رکھ کر داہنے پہلو پر اس کو قبلہ رُو کردینا مسنون ہے، صرف منہ قبلہ کی طرف کردینا کافی نہیں بلکہ پورے بدن کو اچھی طرح کروٹ دے دینا چاہئے۔ (بہشتی گوہر واصلاحِ انقلابِ اُمت)

مسئلہ:- قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی وہ گرہ جو کفن کھل جانے کے خوف سے دی گئی تھی، کھول دی جائے۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ:- عورت کو قبر میں رکھتے وقت پردہ کرکے رکھنا مستحب ہے، اور اگر میّت کے بدن کے ظاہر ہوجانے کا خوف ہو تو پھر پردہ کرنا واجب ہے۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ:- مردوں کے دفن کے وقت قبر پر پردہ کرنا نہ چاہئے، ہاں! اگر عذر ہو مثلاً پانی برس رہا ہو یا برف گر رہی ہو یا دھوپ ہو تو پھر جائز ہے۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ:- جب میّت کو قبر میں رکھ دیں تو قبر اگر بغلی (لحد) ہے تو اسے کچی اینٹوں اور نرکل وغیرہ سے بند کردیں، اور اگر قبر صندوقی یعنی شق ہے تو اس کے اُوپر لکڑی کے تختے یا سیمنٹ کے سلیب رکھ کر بند کردیا جائے، تختوں وغیرہ کے درمیان جو سوراخ اور جھریاں رہ جائیں ان کو کچے ڈھیلوں، پتھروں یا گارے سے بند کردیں، اس کے بعد مٹی ڈالنا شروع کریں۔ (بہشتی گوہر وشامی)

مسئلہ:- مٹی ڈالتے وقت مستحب ہے کہ سرہانے کی طرف سے ابتداء کی جائے اور ہر شخص تین مرتبہ اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر قبر میں ڈال دے اور پہلی مرتبہ ڈالتے وقت کہے: "مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ" اور دُوسری مرتبہ کہے: "وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ" اور تیسری مرتبہ کہے: "وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى"۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ:- جس قدر مٹی اس کی قبر سے نکلی ہو وہ سب اس پر ڈال دیں، اس سے زیادہ مٹی ڈالنا مکروہ ہے، جبکہ بہت زیادہ ہو کہ قبر ایک بالشت سے بہت زیادہ اُونچی ہوجائے، اور اگر باہر کی مٹی تھوڑی سی ہو تو مکروہ نہیں۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ:- قبر کا مربع (چوکور) بنانا مکروہ ہے، مستحب یہ ہے کہ اُٹھی ہوئی مثل کوہانِ شتر (اُونٹ کے کوہان) کے بنائی جائے، اس کی بلندی ایک بالشت یا اس سے کچھ زیادہ ہونا چاہئے۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ:- مٹی ڈال چکنے کے بعد قبر پر پانی چھڑک دینا مستحب ہے۔
(بہشتی گوہر)

دفن کے متفرق مسائل

مسئلہ:- اگر میّت کو قبر میں قبلہ رُو کرنا یاد نہ رہے اور بعد دفن کرنے اور مٹی ڈالنے کے خیال آئے تو پھر قبلہ رُو کرنے کے لئے اُس کی قبر کھولنا جائز نہیں، ہاں! اگر صرف تختے رکھے گئے ہوں مٹی نہ ڈالی گئی ہو، تو تختے ہٹا کر اس کو قبلہ رُو کر دینا چاہئے۔
(بہشتی گوہر)

مسئلہ:- اگر کوئی شخص پانی کے جہاز یا کشتی پر مر جائے اور زمین وہاں سے اس قدر دُور ہو کہ لاش کے خراب ہو جانے کا خوف ہو تو اُس وقت چاہئے کہ غسل اور تکفین اور نماز سے فراغت کر کے اس کے ساتھ کوئی وزنی چیز پتھر یا لوہا وغیرہ باندھ کر اس کو دریا میں ڈال دیں، اور اگر کنارہ اس قدر دُور نہ ہو اور وہاں جلدی اُترنے کی اُمید ہو تو اس لاش کو رکھ چھوڑیں اور پہنچ کر زمین میں دفن کر دیں۔ (بہشتی گوہر و عالمگیری)

مسئلہ:- جب قبر میں مٹی پڑ چکے تو اس کے بعد میّت کا قبر سے نکالنا جائز نہیں، ہاں! اگر کسی آدمی کی حق تلفی ہوتی ہو تو البتہ نکالنا جائز ہے۔

مثال ۱:- جس زمین میں اس کو دفن کیا ہے وہ کسی دُوسرے کی مِلک ہو اور وہ اس کے دفن پر راضی نہ ہو۔

مثال ۲:- کسی شخص کا مال قبر میں رہ گیا ہو۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ:- اگر کوئی عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں زندہ بچہ ہو تو اس کا پیٹ چاک کر کے وہ بچہ نکال لیا جائے، اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کا مال نگل کر

مرجائے اور مال والا مانگے تو وہ مال اس کا پیٹ چاک کر کے نکال لیا جائے، لیکن اگر میّت مال چھوڑ کر مرا ہے تو اس کے ترکہ میں سے وہ مال ادا کردیا جائے اور پیٹ چاک نہ کیا جائے۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ:- ایک قبر میں ایک سے زیادہ لاشوں کو دفن نہیں کرنا چاہئے، البتہ شدید ضرورت کے وقت جائز ہے، پھر اگر سب مردے مرد ہوں تو جو اُن سب میں افضل ہو اس کو آگے (قبلہ کی طرف) رکھیں، باقی سب کو اس کے پیچھے درجہ بدرجہ رکھ دیں، اور اگر کچھ مرد ہوں، کچھ عورتیں اور کچھ بچے تو مردوں کو آگے رکھیں، پھر بچوں کو، پھر عورتوں کو رکھ دیں، اور ہر دو میّت کے درمیان مٹی سے کچھ آڑ بنادیں۔
(بہشتی گوہر و عالمگیری)

تدفین کے بعد

میّت کے دفن سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ اُس قبر کے پاس کھڑے ہوکر میّت کے لئے منکر نکیر کے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دُعا خود بھی فرماتے اور دُوسروں کو بھی تلقین فرماتے کہ اپنے بھائی کے لئے ثاب قدم رہنے کی دُعا کرو۔ (زاد المعاد)

مسئلہ:- دفن کے بعد تھوڑی دیر[1] قبر پر ٹھہرنا اور میّت کے لئے دُعاءِ مغفرت کرنا یا قرآن شریف پڑھ کر ثواب پہنچانا مستحب ہے۔ (شامی و بہشتی گوہر)

مسئلہ:- دفن کے بعد قبر کے سرہانے سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات

---

(۱) فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اتنی دیر ٹھہرنا مستحب ہے جتنی دیر میں ایک اُونٹ ذبح کرکے اس کا گوشت تقسیم ہوسکتا ہے (عالمگیری ج:۱ ص:۱۶۶)، یہ مطلب نہیں کہ اُونٹ ذبح کیا جائے اور گوشت تقسیم کیا جائے، بلکہ صرف وقت کی مقدار بتانا مقصود ہے کہ جتنا وقت ان دونوں کاموں میں صرف ہوتا ہے اتنی دیر ٹھہرنا چاہئے، عرب لوگ یہ دونوں کام نہایت پھرتی سے کرلینے کے عادی تھے، عصر کی نماز کے بعد یہ دونوں کام اگر کرتے تو مغرب سے بہت پہلے فارغ ہوجاتے تھے، جیسا کہ روایاتِ حدیث میں مذکور ہے۔ (رفیع)

"مُفْلِحُوْنَ" تک اور پائنتی کی طرف سورۂ بقرہ کی آخری آیات "اٰمَنَ الرَّسُوْلُ" سے ختمِ سورۃ تک پڑھنا مستحب ہے۔ (بیہقی شعب الایمان، معارف الحدیث ج:۳ ص:۴۸۵)

دفن کے بعد کی دُعا

میّت اگر مرد ہو تو دفن کے بعد یہ دُعا بھی پڑھنا بہتر ہے:-

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ.

میّت اگر عورت ہو تو یہ دُعا پڑھنا بہتر ہے:-

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا وَاَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْاِسْلَامِ وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا جِئْنَا شُفَعَاءَ فَاغْفِرْ لَهَا. (معارف الحدیث)

مسئلہ:- نمازِ جنازہ کے بعد اہلِ میّت کی اجازت کے بغیر دفن سے پہلے واپس نہ ہونا چاہئے، لیکن دفن کے بعد اُن کی اجازت کے بغیر بھی واپس جاسکتے ہیں۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۱۶۵)

قبر پر کتبہ وغیرہ لگانا

صحیح حدیث میں ہے کہ جب حضرت عثمان[1] بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفن کیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بھاری پتھر اُٹھا کر (علامت کے طور پر) اُن کی قبر پر رکھ دیا، اور فرمایا کہ: میں اس کے ذریعہ اپنے بھائی کی قبر کو

(۱) یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے۔ (حاشیہ ترمذی) رفیع

پہچان سکوں گا۔ (مدارج النبوۃ، شامی)

مسئلہ:- قبر پر کوئی چیز (نام وغیرہ) بطور یادداشت لکھنا بعض علماء کے نزدیک جائز نہیں، اور بعض علماء نے ضرورت ہو تو اس کی اجازت دی ہے، لیکن قبر پر یا اس کے کتبہ پر قرآن شریف کی آیت لکھنا یا شعر یا مبالغہ آمیز تعریف لکھنا مکروہ ہے۔ (شامی)

قبر پر عمارت بنانا ممنوع ہے

قبر پر کوئی عمارت مثل گنبد یا قبہ بنانا بغرضِ زینت حرام ہے، اور مضبوطی کی نیت سے بنانا مکروہ ہے۔ (بہشتی گوہر)

قبر پر چلنے اور بیٹھنے کی ممانعت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ بھی ہے کہ قبروں پر چلنے، بیٹھنے اور ٹیک لگانے سے پرہیز کیا جائے۔ (زاد المعاد)

وہ کام جو خلافِ سنت ہیں

یہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں کہ قبروں کو (بہت زیادہ) اُونچا کیا جائے، نہ پکی اینٹوں اور پتھروں سے، نہ کچی اینٹوں سے، اور نہ قبروں کو پختہ کرنا سنت میں داخل ہے، اور نہ اُن پر قبے بنانا۔ (زاد المعاد)

قبروں پر چراغ جلانے اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ (زاد المعاد)

قبر بیٹھ جائے تو دوبارہ مٹی ڈالنا

مسئلہ:- قبر بیٹھ جائے تو اس پر دوبارہ مٹی ڈالنا جائز ہے۔

(امداد الفتاویٰ ص:۵۲۵)

موت پر صبر اور اس کا اجر و ثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: جب میں کسی ایمان والے بندے (یا بندی) کے کسی پیارے کو اُٹھالوں، پھر وہ ثواب کی اُمید میں صبر کرتو میرے پاس اُس کے لئے جنت کے سوا کوئی معاوضہ نہیں۔ (صحیح بخاری، معارف الحدیث)

میّت کا سوگ منانا

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: کسی مؤمن کے لئے حلال نہیں کہ تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ منائے، سوائے بیوہ کے کہ (شوہر کی موت پر) اس کے سوگ[1] کی مدّت چار مہینے دس دن ہے۔ (ترمذی ابواب الطّلاق، و بخاری)

سنت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہیں، اللہ کی حمد و ثناء کریں، اور (جب بھی غم یاد آئے) "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" پڑھا کریں، اور مصیبت کے باعث کپڑے پھاڑنے والوں، بلند آواز سے بین اور نوحہ و ماتم کرنے والوں اور بال منڈانے والوں سے بیزاری کا اظہار کریں۔ (زاد المعاد)

میّت اور پسماندگان کے ساتھ حسنِ سلوک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میّت کے ساتھ ایسا احسان اور معاملہ فرماتے تھے جو اس کے لئے قبر اور آخرت میں سودمند ہو، اور اس کے گھر والوں اور رشتہ داروں کے ساتھ بھی حسنِ سلوک فرماتے، میّت کے لئے استغفار فرماتے، اور نمازِ جنازہ کے

---

(۱) یہاں سوگ سے مراد زیب و زینت کو چھوڑ دینا ہے، یعنی بیوہ کو اپنے شوہر کی وفات کے بعد عدّت میں چار مہینے دس دن تک سوگ کرنا (زیب و زینت کو چھوڑ دینا) تو ضروری ہے، اس کے علاوہ کسی شخص کو کسی موقع پر تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں۔
عدّت کے مفصل اَحکام و مسائل آگے آئیں گے۔ (رفیع)

بعد مدفن تک جنازہ کے ساتھ جاتے، اور قبر کے سرہانے کھڑے ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کے لئے کلمۂ ایمان پر ثابت قدم رہنے کی دُعا فرماتے، پھر اس کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے جایا کرتے، اور صاحبِ قبر کو سلام کرتے اور اس کے لئے دُعا فرمایا کرتے تھے۔ (مدارج النبوۃ)

پسماندگان سے تعزیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: جس شخص نے کسی مصیبت زدہ کی تعزیت (تسلی) کی اس کے لئے ایسا ہی اجر وثواب ہے جیسا اُس مصیبت زدہ کے لئے۔ (جامع ترمذی، ابنِ ماجہ، معارف الحدیث)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی تعزیت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔

مسئلہ:- جس گھر میں غمی ہو، اُن کے یہاں تیسرے دن تک ایک بار تعزیت کے لئے جانا مستحب ہے، میّت کے متعلقین کو تسکین وتسلی دینا اور صبر کے فضائل اور اس کا عظیم الشان اجر وثواب سنا کر ان کو صبر کی رغبت دلانا اور میّت کے لئے دُعاءِ مغفرت کرنا جائز (بلکہ بڑا نیک کام) ہے، اسی کو تعزیت کہتے ہیں، تین دن کے بعد تعزیت کرنا مکروہِ تنزیہی ہے، لیکن اگر تعزیت کرنے والا سفر میں ہو یا میّت کے عزیز واقارب (جن کے پاس تعزیت کے لئے جانا چاہئے وہ) سفر میں ہوں اور تین دن کے بعد آئیں تو اس صورت میں تین دن کے بعد بھی تعزیت کو جانا مکروہ نہیں۔ (بہشتی گوہر)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوبِ تعزیت

معاذ بن جبلؓ کے بیٹے کی وفات پر

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُن کے بیٹے کا انتقال

ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو تعزیت نامہ لکھوایا، جس کا ترجمہ یہاں نقل کیا جاتا ہے:-

(شروع) اللہ کے نام کے ساتھ جو بڑا رحم کرنے والا اور مہربان ہے، اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے معاذ بن جبلؓ کے نام، تم پر سلامتی ہو، میں پہلے تم سے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، حمد وثناء کے بعد (دُعا کرتا ہوں کہ) اللہ تمہیں اجرِ عظیم عطا فرمائے اور صبر کی توفیق دے اور ہمیں اور تمہیں شکر ادا کرنا نصیب فرمائے، اس لئے کہ بے شک ہماری جانیں، ہمارا مال اور ہمارے اہل و عیال (سب) اللہ بزرگ و برتر کے خوشگوار عطیے اور عاریت کے طور پر سپرد کی ہوئی امانتیں ہیں (اس اُصول کے مطابق تمہارا بیٹا بھی تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت تھا) اللہ تعالیٰ نے خوشی اور عیش کے ساتھ تم کو اس سے نفع اُٹھانے اور جی بہلانے کا موقع دیا، اور (اب) تم سے اس کو اجرِ عظیم کے عوض میں واپس لے لیا ہے، اللہ کی خاص نوازش اور رحمت و ہدایت (کی تم کو بشارت ہے) اگر تم نے ثواب کی نیت سے صبر کیا، پس تم صبر (وشکر) کے ساتھ رہو، (دیکھو) تمہارا رونا دھونا تمہارے اجر کو ضائع نہ کردے کہ پھر تمہیں پشیمانی اُٹھانی پڑے، اور یاد رکھو! کہ رونا دھونا کسی میّت کو لوٹا کرنہیں لاتا اور نہ ہی غم و اندوہ کو دُور کرتا ہے، اور جو ہونے والا ہے وہ تو ہوکر رہے گا، اور جو ہونا تھا وہ ہو چکا، والسلام۔ (ترمذی، حصن حصین، معارف الحدیث)

اہلِ میّت کے لئے کھانا بھیجنا مستحب ہے

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جب (ان کے والدِ ماجد حضرت) جعفر (بن ابی طالب) رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کیا جائے، وہ اس اطلاع کی وجہ سے ایسے حال میں ہیں کہ کھانا تیار کرنے کی طرف توجہ نہ کرسکیں گے۔

(جامع ترمذی، ابن ماجہ، معارف الحدیث)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیبہ یہ بھی تھی کہ میّت کے اہلِ خانہ تعزیت کے لئے آنے والوں کو کھانا کھلانے کا اہتمام نہ کریں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ دُوسرے لوگ (دوست اور عزیز) اُن کے لئے کھانا تیار کرکے انہیں بھیجیں، یہ چیز اخلاقِ حسنہ کا ایک نمونہ ہے اور پسماندگان کو سبکدوش کرنے والا عمل ہے۔

(زادالمعاد)

مسئلہ:- اہلِ میّت کے پڑوسیوں اور دُور کے رشتہ داروں کے لئے مستحب ہے کہ وہ ایک دن ایک رات کا کھانا تیار کرکے میّت والوں کے یہاں بھیجیں، اور اگر وہ غم کی وجہ سے نہ کھاتے ہوں تو اصرار کرکے انہیں کھلائیں۔

(درمختار و شامی ج:۱ ص:۸۴۱)

مسئلہ:- جو لوگ میّت کی تجہیز و تکفین اور دفن کے کاموں میں مصروف ہوں اُن کو بھی یہ کھانا کھلانا جائز ہے۔ (مدارج النبوۃ ج:۱ ص:۱۰۷)

اہلِ میّت کی طرف سے دعوتِ طعام بدعت ہے

آج کل بعض ناواقف لوگوں میں جو رسم ہے کہ تعزیت کے لئے آنے والوں کے واسطے میّت کے گھر والے کھانا پکواتے اور اُن کی دعوت کرتے ہیں، یہ سنت کے خلاف ہونے کے باعث ناجائز ہے اور بدعت ہے، کیونکہ دعوت خوشی کے موقع پر ہوتی ہے، غمی پر نہیں، آنے والوں کو بھی چاہئے کہ اگر وہ اہلِ میّت کے واسطے

کھانا نہیں بھیجتے تو کم از کم اُن پر اپنا بوجھ تو نہ ڈالیں۔ (شامی ج:۱ ص:۸۴۱،۸۴۲)

زیارتِ قبور

حدیث:- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو زیارتِ قبور سے منع کیا تھا (اب اجازت دیتا ہوں کہ) تم قبروں کی زیارت کرلیا کرو، کیونکہ (اس کا فائدہ یہ ہے کہ) اس سے دُنیا کی بے رغبتی اور آخرت کی یاد اور فکر پیدا ہوتی ہے۔ (سنن ابنِ ماجہ، معارف الحدیث)

مسئلہ:- قبروں کی زیارت کرنا، یعنی اُن کو جاکر دیکھنا مردوں کے لئے مستحب ہے، بہتر یہ ہے کہ ہر ہفتہ میں کم از کم ایک بار قبروں کی زیارت کی جائے، اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ وہ دن جمعہ کا ہو۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ:- بزرگوں کی قبر کی زیارت کے لئے سفر کرنا بھی جائز ہے، جبکہ کوئی عقیدہ اور عمل خلافِ شرع نہ ہو، جیسا کہ آج کل عرسوں میں مفاسد ہوتے ہیں۔

(بہشتی گوہر)

مسئلہ:- کبھی کبھی شبِ براءت میں بھی قبرستان جانا اور اہلِ قبور کے لئے دُعائے مغفرت کرنا سنت سے ثابت ہے، (رسالہ شبِ براءت) جب قبرستان میں داخل ہوں تو وہاں کے سب اہلِ قبور کی نیت کرکے ان کو ایک بار سلام کرنا چاہئے، حدیث شریف میں ہے کہ: جو شخص بھی اپنے کسی جاننے والے (مسلمان) کی قبر پر گزرتا اور اس کو سلام کرتا ہے، وہ میّت اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کو سلام کا جواب دیتا ہے (اگرچہ اس جواب کو سلام کرنے والا نہیں سنتا)۔ (بہشتی جوہر بحوالہ کنز العمال)

مسئلہ:- اہلِ قبور کو سلام ان الفاظ میں کرنا چاہئے:-

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَآ اَهْلَ الْقُبُوْرِ، يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ۔

ترجمہ:- سلام ہو تم پر اے قبر والو! اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری

مغفرت فرمائے، تم ہم سے آگے جانے والے ہو اور ہم پیچھے پیچھے آرہے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینۂ طیبہ کی چند قبروں سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو انہی الفاظ میں سلام فرمایا تھا۔ (جامع ترمذی، معارف الحدیث)

مسئلہ:- سلام کے بعد قبلہ کی طرف پشت کر کے اور میّت (قبر) کی جانب منہ کر کے جتنا ہو سکے قرآن شریف پڑھ کر میّت کو ثواب پہنچادیں، مثلاً سورۂ فاتحہ، سورۂ یٰسٓ، سورۂ تَبَارَکَ الَّذِیْ، سورۂ اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ یا سورۂ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ، گیارہ بار یا سات بار یا جس قدر آسانی سے پڑھا جاسکے، پڑھ کر دُعا کریں کہ یا اللہ! اس کا ثواب صاحبِ قبر کو پہنچادے۔ (مرقاۃ شرحِ مشکوٰۃ ج:۴ ص:۱۱۵، مراقی الفلاح ص:۳۴۱)

مسئلہ:- میّت کے لئے دُعائے مغفرت بھی کرنی چاہئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ کریمہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبروں کی زیارت اس لئے (بھی) فرماتے تھے کہ اُن کے لئے دُعائے مغفرت فرمائیں۔ (مدارج النبوۃ)

عورتوں کا قبرستان جانا

عورتوں کا قبرستان جانا بعض فقہاء کرام کے نزدیک تو بالکل ناجائز ہے، لیکن فتویٰ اس پر ہے کہ جوان عورت کو تو جانا جائز ہی نہیں، اور بوڑھی عورت کو اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ پردہ کے ساتھ جائے، بن سنور کر یا خوشبو لگا کر نہ جائے، اور اس بات کا یقین ہو کہ کوئی کام خلافِ شریعت نہ کرے گی، مثلاً رونا پیٹنا، اہلِ قبور سے حاجتیں مانگنا، اور دُوسری ناجائز باتیں اور بدعتیں جو قبروں پر کی جاتی ہیں، اُن سب سے پرہیز کیا جائے۔

ایک حدیث شریف میں قبرستان جانے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت مذکور ہے، فقہائے کرامؒ فرماتے ہیں کہ جو عورتیں مذکورہ بالا شرطوں کی پابندی کے بغیر قبرستان جاتی ہوں وہ اس لعنت کی زد میں ہیں۔

(شامی ج:۱ ص:۸۴۳، امداد الفتاویٰ ج:۱ ص:۵۲۰، امداد الاحکام ج:۱ ص:۷۲۰)

ایصالِ ثواب کا مسنون طریقہ

اس کی حقیقت شرع میں فقط اتنی ہے کہ کسی نے کوئی نیک کام کیا، اس پر اس کو جو کچھ ثواب ملا اس نے اپنی طرف سے وہ ثواب کسی دُوسرے کو دے دیا (خواہ مردہ ہو یا زندہ)، وہ اس طرح کہ یا اللہ! میرے اس عمل کا ثواب جو آپ نے مجھے عطا فرمایا ہے وہ فلاں شخص کو دے دیجئے اور پہنچادیجئے، مثلاً کسی نے خدا کی راہ میں کچھ کھانا یا مٹھائی یا کوئی نقد رقم یا کپڑا وغیرہ دیا یا نفل نمازیں پڑھیں، نفل روزے رکھے یا نفل حج یا عمرے کئے یا کلامِ پاک کی تلاوت کی، تسبیحات، کلمۂ طیبہ وغیرہ پڑھا یا مستقل خیراتِ جاریہ قائم کیں، مثلاً تعمیرِ مساجد، دینی مدارس یا دینی و مذہبی کتابوں کی اشاعت فی سبیل اللہ کی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ جو کچھ اس کا ثواب مجھے ملا ہے وہ ثواب فلاں شخص کو پہنچادیجئے، خواہ اس قسم کا نیک کام آج کیا ہو یا اس سے پہلے عمر بھر میں کبھی کیا تھا، دونوں کا ثواب پہنچ جاتا ہے، بس اس قدر شرع سے ثابت ہے۔ (شامی و بہشتی زیور)

اس کے علاوہ جو مختلف رسمیں اور صورتیں ایصالِ ثواب کی لوگوں نے ایجاد کر رکھی ہیں سب بے بنیاد ہیں، بلکہ ان کا کرنا گناہ ہے، بعض بحدِ شرک ہیں اور بدعت ہیں، اس لئے ان سے اجتناب کرنا لازمی ہے کہ بجائے حصولِ ثواب کے اور اُلٹا کبیرہ گناہوں کا ارتکاب ہوجاتا ہے۔

ایصالِ ثواب کے لئے شرعاً نہ کوئی خاص وقت یا دن مقرر ہے کہ اس کے علاوہ ایصالِ ثواب نہ ہوسکتا ہو، نہ کوئی خاص جگہ مقرر ہے، نہ کوئی خاص عبادت، نہ یہ ضروری ہے کہ ایصالِ ثواب کے لئے آدمی جمع ہوں یا کھانے کی کوئی چیز مٹھائی وغیرہ سامنے رکھی جائے یا اُس پر دَم کیا جائے یا کسی عالمِ دین یا حافظ قاری کو ضرور بلایا جائے، نہ یہ ضروری ہے کہ پورا قرآن ختم کیا جائے یا کوئی خاص سورۃ یا دُعا کسی مخصوص تعداد میں پڑھی جائے، لوگوں نے اپنی طرف سے ایجاد کرکے یہ رسمیں اور پابندیاں

بڑھالی ہیں، ورنہ شریعت نے ایصالِ ثواب کو اتنا آسان بنایا ہے کہ جو شخص جس وقت، جس دن چاہے کوئی سی بھی نفلی عبادت کر کے اس کا ثواب میّت کو پہنچا سکتا ہے۔

فرض عبادت کا ایصالِ ثواب

فقہاءِ حنفیہ کا اس پر تو اتفاق ہے کہ ہر قسم کی نفلی عبادت کا ثواب دُوسرے کو بخشا جاسکتا ہے، زندہ کو بھی بخشا جاسکتا ہے، میّت کو بھی، لیکن فرض عبادت کا ثواب بھی کسی کو بخشا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، بعض فقہاء نے اسے بھی جائز کہا ہے اور بعض نے منع کیا ہے۔

کسی عبادت کا ثواب کئی اشخاص کو پہنچانا

اگر کسی عبادت کا ثواب کئی اشخاص کو مشترک طور پر بخشا، مثلاً ایک روپیہ صدقہ کیا اور اس کا ثواب دس مردوں کو بخش دیا، تو آیا ہر میّت کو پورے ایک ایک روپیہ کا ثواب ملے گا یا ایک ہی روپیہ کا ثواب سب مردوں میں تھوڑا تھوڑا تقسیم ہوگا؟ اس کی قرآن وسنت میں تو کوئی صراحت نہیں ملتی، احتمال دونوں ہیں، لیکن فقہاء کی ایک جماعت نے پہلے احتمال کو ترجیح دی ہے اور اللہ تعالیٰ کی وسعتِ رحمت کے زیادہ لائق بھی یہی ہے۔ (شامی ج:۱ ص:۸۴۵)

ایصالِ ثواب کا حدیث سے ثبوت

کسی کی موت کے بعد رحمت کی دُعا کرنا، نمازِ جنازہ ادا کرنا یہ اعمالِ مسنونہ ہیں، ان کے ساتھ دُوسرا طریقہ میّت کی نفع رسانی کا یہ ہے کہ میّت کی طرف سے صدقہ کیا جائے یا کوئی عملِ خیر کر کے اس کا ثواب میّت کو پہنچا دیا جائے، اسی کو ایصالِ ثواب کہا جاتا ہے، اس کے بارے میں ذیل کی حدیث ملاحظہ ہو:-

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا انتقال ایسے وقت ہوا کہ خود سعد موجود نہیں تھے، (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تشریف لے گئے تھے، جب واپس آئے) تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میری عدمِ موجودگی میں میری والدہ کا انتقال ہوگیا، اگر میں اُن کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا وہ اُن کے لئے فائدہ مند ہوگا؟ (اور ان کو اس کا ثواب پہنچے گا؟)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! پہنچے گا، انہوں نے عرض کیا: تو میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ اپنا باغ میں نے اپنی والدہ (کے ثواب) کے لئے صدقہ کردیا۔ (صحیح بخاری، معارف الحدیث)



بابِ پنجم

شہید کے اَحکام

اور مختلف قسم کے حادثات میں ہلاک شدگان اور متفرق اعضاءِ بدن کے غسل وکفن اور نمازِ جنازہ کے مسائل

شہید کے اَحکام

جس مسلمان کو اللہ تعالیٰ شہادت کی موت عطا فرمائے اُسے ''شہید'' کہا جاتا ہے، قرآن وسنت میں شہادت کا نہایت عظیم الشان ثواب اور قابلِ رشک فضائل وارد ہوئے ہیں۔

لیکن خوب سمجھ لینا چاہئے کہ غسل وکفن کے اعتبار سے شہید کی دو قسمیں ہیں۔

شہید کی دو قسمیں

۱:- شہید کی ایک قسم تو وہ ہے جس کو غسل وکفن نہیں دیا جاتا، بلکہ جو کپڑے وہ پہنے ہوئے ہو انہی کپڑوں میں غسل دیئے بغیر نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کردیا جاتا ہے، جس کی شرائط اور تفصیلات آگے آرہی ہیں۔

۲:- دُوسری قسم شہید کی وہ ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق آخرت میں تو درجۂ شہادت نصیب ہوگا لیکن دُنیا میں اس پر شہید کے اَحکام جاری نہیں ہوتے، یعنی عام مسلمانوں کی طرح اُن کا بھی غسل وکفن کیا جاتا ہے، اس قسم کی شہادت کی بہت سی صورتیں ہیں جن کی مفصل فہرست بعد میں بیان کی جائے

گی، پہلے قسمِ اوّل اور اس کے اَحکام سمجھ لئے جائیں۔

شہید کی پہلی قسم

قسمِ اوّل کا شہید (یعنی جس کو غسل وکفن نہیں دیا جاتا) وہ مقتول ہے جس میں مندرجہ ذیل سات شرطیں پائی جائیں:-

شرط ۱:- مسلمان ہونا، پس غیر مسلم (کافر) کے لئے کسی قسم کی شہادت ثابت نہیں ہوسکتی۔ (بہشتی گوہر)

شرط ۲:- مکلّف یعنی عاقل بالغ ہونا، پس جو شخص حالتِ جنون میں مارا جائے یا عدمِ بلوغ کی حالت میں، تو اس کے لئے شہادت کے وہ اَحکام جن کی تفصیل ہم آگے بیان کریں گے، ثابت نہ ہوں گے۔

شرط ۳:- حدثِ اکبر[1] سے پاک ہونا، اگر کوئی شخص حالتِ جنابت میں یا کوئی عورت حیض ونفاس کی حالت میں شہید ہوجائے تو اس کے لئے بھی شہید کے وہ اَحکام ثابت نہ ہوں گے۔

شرط ۴:- بے گناہ مقتول ہونا، پس اگر کوئی شخص بے گناہ نہیں مقتول ہوا بلکہ کسی جرمِ شرعی کی سزا میں مارا گیا ہو یا مقتول ہی نہ ہوا یونہی مرگیا ہو، تو اس کے لئے بھی شہید کے وہ اَحکام ثابت نہ ہوں گے (یعنی اس کو غسل وکفن دیا جائے گا)۔

شرط ۵:- اگر کسی مسلمان یا ذمی[2] کے ہاتھ سے مارا گیا ہو تو یہ بھی شرط ہے کہ کسی دھاردار آلہ سے مارا گیا ہو، اگر کسی مسلمان یا ذمی کے ہاتھ سے بذریعہ غیر دھاردار آلہ مارا گیا ہو، مثلاً کسی پتھر وغیرہ سے مارا جائے (جس پر دھار نہ ہو) تو اُس پر شہید کے وہ اَحکام جاری نہ ہوں گے، لیکن لوہا مطلقاً دھاردار آلہ کے حکم میں

---

(۱) یعنی ایسی ناپاکی جس سے غسل فرض ہوجاتا ہے۔ رفیع

(۲) یعنی وہ کافر جو دارالاسلام یعنی ایسے ملک کا باشندہ ہو جہاں مسلمانوں کی حکومت ہے۔ رفیع

ہے[1] گو اس میں دھار نہ ہو، اور اگر کوئی شخص حربی[2] کافروں یا باغیوں یا ڈاکہ زنوں کے ہاتھ سے مارا گیا ہو یا ان کے معرکۂ جنگ میں مقتول ملے تو اس میں آلۂ دھاردار سے مقتول ہونے کی شرط نہیں، حتیٰ کہ اگر پتھر وغیرہ سے بھی وہ لوگ ماریں اور مرجائے تو شہید کے اَحکام اس پر جاری ہوجائیں گے، بلکہ یہ بھی شرط نہیں کہ وہ لوگ خود مرتکبِ قتل ہوئے ہوں، بلکہ وہ اگر سببِ قتل بھی ہوئے ہوں یعنی ان سے وہ اُمور وقوع میں آئیں جو باعثِ قتل ہوجائیں تب بھی شہید کے اَحکام جاری ہوجائیں گے۔

مثال ۱:- کسی حربی وغیرہ نے اپنے جانور یا گاڑی سے کسی مسلمان کو روند ڈالا اور خود بھی اس پر سوار تھا۔

مثال ۲:- کوئی مسلمان کسی جانور پر سوار تھا، اس جانور کو کسی حربی وغیرہ نے بھگایا، جس کی وجہ سے مسلمان اس جانور سے گر کر مرگیا۔

مثال ۳:- کسی حربی وغیرہ نے کسی مسلمان کے گھر یا جہاز میں آگ لگادی، جس سے کوئی جل کر مرگیا۔

ان تینوں صورتوں میں مقتول پر شہید کے اَحکام جاری ہوں گے، یعنی اُسے غسل وکفن نہ دیا جائے گا۔ (شامی، مراقی الفلاح وبہشتی گوہر)

شرط ۶:- اس قتل کی سزا میں ابتداءً شریعت کی طرف سے کوئی مالی عوض نہ مقرر ہو بلکہ قصاص واجب ہوتا ہو،[3] پس اگر مالی عوض مقرر ہو تب بھی اُس مقتول پر شہید کے اَحکام جاری نہ ہوں گے، گو ظلماً مارا جائے۔

مثال ۱:- کوئی مسلمان کسی مسلمان کو بغیر دھار کے آلہ سے قتل کردے۔

---

(۱) بندوق کی گولی بھی اس میں داخل ہے۔ (شامی، کتاب الجنایات ج:۵)

(۲) حربی وہ کافر جو ایسے ملک کا باشندہ ہو جہاں کافروں کی حکومت ہے۔ رفیع

(۳) اور اگر قتل ایسا ہے کہ اس کی سزا میں کچھ واجب نہیں ہوتا، قصاص نہ دیت، تو اس پر بھی شہید کے اَحکام جاری ہوں گے، مثلاً کوئی شخص ایسے جنگل یا صحراء وغیرہ میں مقتول پایا گیا جس کے قریب کوئی آبادی نہیں اور قاتل معلوم نہ ہوسکے تو اُسے غسل وکفن نہ دیا جائے گا۔ (شامی) رفیع

مثال ۲:- کوئی مسلمان کسی مسلمان کو دھاردار آلہ سے قتل کردے، مگر خطأً[1] مثلاً کسی جانور پر یا کسی نشانہ پر حملہ کررہا ہو اور وہ کسی انسان کے لگ جائے۔

مثال ۳:- کوئی شخص کسی آبادی میں یا آبادی کے قریب[2] کسی جگہ سوائے معرکہ جنگ کے مقتول پایا جائے اور کوئی قاتل اس کا معلوم نہ ہو،[3] ان سب صورتوں میں چونکہ اس کے قتل کے عوض میں مال (خون بہا) واجب ہوتا ہے، قصاص نہیں واجب ہوتا، اس لئے یہاں شہید کے اَحکام جاری نہ ہوں گے۔

مال کے عوض مقرر ہونے میں ابتداءً کی قید اس وجہ سے لگائی گئی کہ اگر ابتداءً قصاص مقرر ہوا ہو، مگر کسی مانع کے سبب سے قصاص معاف ہوکر اس کے بدلہ میں مال واجب ہوا تو وہاں شہید کے اَحکام جاری ہوجائیں گے۔

مثال ۱:- کوئی شخص آلہ دھاردار سے قصداً ظلماً مارا گیا لیکن قاتل میں اور ورثاءِ مقتول میں کچھ مال کے عوض صلح ہوگئی ہو تو اس صورت میں چونکہ قصاص واجب ہوا تھا اور مال ابتداء میں واجب نہیں ہوا تھا، بلکہ صلح کے سبب سے واجب ہوا، اس لئے یہاں شہید کے اَحکام جاری ہوجائیں گے۔

مثال ۲:- کوئی باپ اپنے بیٹے کو آلہ دھاردار سے مار ڈالے تو اس صورت میں ابتداءً تو قصاص واجب ہوا تھا، مال ابتداءً واجب نہیں ہوا، لیکن باپ کے احترام اور عظمت کی وجہ سے قصاص معاف ہوکر اس کے بدلہ میں مال واجب ہوا ہے، لہٰذا یہاں بھی شہید کے اَحکام جاری ہوجاویں گے۔ (شامی، مراقی الفلاح وبہشتی گوہر)

شرط ۷:- بعد زخم لگنے کے پھر کوئی اَمر راحت وتمتعِ زندگی کا مثل کھانے پینے، سونے، دوا کرنے، خرید وفروخت وغیرہ کے اس سے وقوع میں نہ آئیں، اور نہ

---

(۱) یعنی غلطی سے۔ رفیع

(۲) اس صورت میں خون بہا (یعنی مالی عوض) بیت المال سے ادا کیا جاتا ہے۔ (درمختار، شامی ج:۱ ص:۸۵۱)

(۳) شامی ج:۱ ص:۸۵۱۔

بمقدار وقت ایک نماز کے اس کی زندگی حالتِ ہوش وحواس میں گزرے، اور نہ اُس کو حالتِ ہوش میں معرکہ سے اُٹھا لائیں۔

ہاں! اگر جانوروں یا گاڑیوں کے نیچے آجانے کے خوف سے معرکۂ جنگ سے اُٹھا لائیں تو کچھ حرج نہ ہوگا، پس اگر کوئی شخص بعد زخم لگنے کے زیادہ کلام کرے تو وہ بھی شہید کے ان اَحکام میں داخل نہ ہوگا، اس لئے کہ زیادہ کلام کرنا زندوں کی شان سے ہے، اسی طرح اگر وہ زخم لگنے کے بعد وصیت کرے تو وہ وصیت اگر دُنیاوی معاملہ میں ہو تو شہید کے حکم سے خارج ہوجائے گا اور اگر دینی معاملہ میں ہو تو خارج نہ ہوگا۔

اگر کوئی شخص معرکۂ جنگ میں شہید ہوا اور اس سے یہ باتیں صادر ہوں تو شہید کے اَحکام سے خارج ہوجائے گا، ورنہ نہیں، لیکن یہ شخص اگر جنگ میں مقتول ہوا ہے اور ابھی جنگ ختم نہیں ہوئی تو باوجود مذکورہ تمتعات کے بھی وہ شہید ہے۔
(بہشتی گوہر)

اس قسم کے اَحکام

مسئلہ:- جس شہید میں یہ سب شرطیں پائی جائیں اس کا ایک حکم یہ ہے کہ اس کو غسل نہ دیا جائے، اور اس کا خون اس کے جسم سے صاف نہ کیا جائے، البتہ اگر خون کے علاوہ کوئی اور نجاست اُس کے بدن یا کپڑوں کو لگ گئی ہو تو اسے دھودیا جائے۔ (شامی)

مسئلہ:- دُوسرا حکم یہ ہے کہ جو کپڑے شلوار وغیرہ وہ پہنے ہوئے ہو، اُن کپڑوں کو اُس کے جسم سے نہ اُتاریں، ہاں! اگر اس کے کپڑے عددِ مسنون سے کم ہوں تو عددِ مسنون پورا کرنے کے لئے اور کپڑے زیادہ کردیئے جائیں، اسی طرح اگر اس کے کپڑے عددِ مسنون سے زیادہ ہوں تو زائد کپڑے اُتار لئے جائیں، اور اگر اس کے جسم پر ایسے کپڑے ہوں جن میں کفن ہونے کی صلاحیت نہ ہو، جیسے

چمڑے کا لباس، پوستین وغیرہ تو اُن کو بھی اُتار لینا چاہئے، ہاں! اگر ایسے کپڑوں کے سوا جسم پر کوئی کپڑا نہ ہو تو پھر پوستین وغیرہ کو نہ اُتارنا چاہئے۔ (شامی و مراقی الفلاح)

مسئلہ:- ٹوپی، جوتا، ہتھیار، زِرہ وغیرہ ہر حالت میں اُتار لیا جائے گا، باقی سب اَحکام جو دُوسرے مسلمانوں کے لئے ہیں مثلاً نمازِ جنازہ اور دفن وغیرہ وہ سب اُس کے حق میں بھی جاری ہوں گے۔

اگر کسی شہید میں مذکورہ بالا شرطوں میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور دُوسرے مردوں کی طرح نیا کفن بھی پہنایا جائے گا۔

(شامی و بہشتی گوہر)

شہید کی دُوسری قسم

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ شہیدوں کی دُوسری قسم وہ ہے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق آخرت میں تو درجۂ شہادت نصیب ہوگا اور شہیدوں کا سا معاملہ ثواب اور اِعزاز و اِکرام کا ان کے ساتھ کیا جائے گا، لیکن دُنیا میں اُن پر شہیدوں کے اَحکام جاری نہیں ہوتے، یعنی اُن کا غسل و کفن عام مسلمانوں کی طرح کیا جاتا ہے، شہیدوں کی طرح نہیں۔

شہیدوں کی اس قسم میں جو مسلمان داخل ہیں اُن کی چالیس سے زیادہ قسمیں ہیں، لیکن ان سب کا ذکر کسی ایک حدیث میں یکجا نہیں ملتا، متفرق احادیث میں اُن کا ذکر آیا ہے، اسی لئے اُن سب احادیث کو جمع کرنے کے لئے علمائے محققین نے مستقل رسالے تألیف فرمائے ہیں، علامہ ابنِ عابدین شامیؒ نے اُن تحقیقات کا خلاصہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب "حاشیہ رَدُّ المحتار" میں درج فرمادیا ہے، ہم یہاں اسی کا لبِ لباب ایک فہرست کی صورت میں نقل کرتے ہیں۔

اس قسم میں مندرجہ ذیل مسلمان داخل ہیں

۱:- وہ بے گناہ مقتول جو شہید کی قسمِ اوّل میں اس لئے داخل نہ ہو کہ جو شرطیں قسمِ اوّل میں بیان کی گئی ہیں، اُن میں سے کوئی شرط اُس میں مفقود تھی۔[1]

۲:- جس نے کسی کافر، باغی یا ڈاکو پر حملہ کیا مگر وار خطا ہو کر خود کو لگ گیا، جس سے موت واقع ہو گئی۔ (درِمختار)

۳:- مسلم ممالک کی سرحد کا پہرہ دینے والا، جو وہاں طبعی موت مرجائے۔

۴:- جس نے صدقِ دِل سے اللہ کی راہ میں جان دینے کی دُعا کی ہو، پھر طبعی موت مرجائے۔

۵:- جو خود کو یا اپنے گھر والوں کو ظالموں سے بچانے کے لئے لڑتا ہوا مارا جائے۔

۶:- جو اپنا مال ظالموں سے بچانے یا چھڑانے کے لئے لڑتا ہوا مارا جائے۔

۷:- حکومت کا مظلوم قیدی جو قید کی وجہ سے مرجائے۔

۸:- جو (ظلم سے بچنے کے لئے) روپوش ہو اور اسی حالت میں مرجائے۔

۹:- طاعون سے مرنے والا، اس میں وہ شخص بھی داخل ہے جو طاعون کے زمانے میں طاعون کے بغیر ہی وفات پاجائے، بشرطیکہ جس بستی میں ہو وہیں ثواب کی نیت اور صبر کے ساتھ ٹھہرا رہے، راہِ فرار اختیار نہ کرے۔

۱۰:- پیٹ کی بیماری (استسقاء یا اسہال) میں وفات پانے والا۔

۱۱:- نمونیہ کا مریض۔

---

(۱) مثلاً وہ مقتول جو مجنون، نابالغ یا جنبی ہو یا حیض و نفاس والی عورت ہو، اور وہ مقتول جس کے قتل کے عوض میں قصاص واجب نہیں، بلکہ مالی عوض یعنی دیت (خون بہا) واجب ہوتا ہے، اور وہ مقتول جو باغیوں، ڈاکہ زنوں یا حربی کافروں کے ہاتھوں مارا جائے، مگر زخم لگنے کے بعد کوئی اَمر راحت اور تمتعِ زندگی کا اُسے حاصل ہوا ہو، ان سب صورتوں میں مقتول اگرچہ شہید کی قسمِ اوّل میں داخل نہیں، مگر قسمِ دوم میں داخل ہے، یعنی آخرت میں اُسے درجۂ شہادت نصیب ہوگا، دُنیا میں شہید کے اَحکام جاری نہ ہوں گے۔ (درِمختار و شامی) رفیع

۱۲:- سِل کا مریض۔

۱۳:- مِرگی کے مرض سے یا کسی سواری سے گر کر ہلاک ہونے والا۔[۱]

۱۴:- بخار میں مرنے والا۔

۱۵:- جس کی موت سمندر میں اُلٹیاں (متلی، قے) لگنے سے واقع ہوئی ہو۔

۱۶:- جو شخص اپنی بیماری میں چالیس مرتبہ "لَآ اِلٰــهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" کہے اور اسی بیماری میں وفات پا جائے۔

۱۷:- جس کی موت اُچھو[۲] لگنے سے ہوئی ہو۔

۱۸:- جس کی موت زہریلے جانور کے ڈسنے سے ہوئی ہو۔

۱۹:- جسے کسی درندے نے پھاڑ ڈالا ہو۔

۲۰:- آگ میں جل کر مرنے والا۔

۲۱:- پانی میں ڈوب کر مرنے والا۔

۲۲:- جس پر کوئی عمارت یا دیوار وغیرہ گر پڑی ہو۔

۲۳:- جس عورت کی موت حالتِ حمل میں ہو جائے۔

۲۴:- نفاس والی عورت، جس کی موت ولادت کے وقت ہوئی ہو یا ولادت کے بعد مدتِ نفاس ختم ہونے سے پہلے۔

۲۵:- جو عورت کنواری ہی وفات پا جائے۔

۲۶:- جو عورت اپنے شوہر کے کسی اور عورت سے تعلق (زوجیت وغیرہ) کے غم پر صبر کرے اور اسی حالت میں مر جائے۔

۲۷:- وہ پاکباز عاشق جو اپنا عشق چھپائے رکھے اور غمِ عشق سے مر جائے۔

۲۸:- جسے غریب الوطنی میں موت آجائے۔

---

(۱) قال الشامیؒ: "أو بالصرع" ثم قال بعد أسطر: "ومن صُرع عن دابةٍ فمات" ويحتمل أن يكون هو المراد بقوله فيما مرّ "أو بالصّرع". (ج:۱ ص:۵۵۳)

(۲) قال الشامیؒ: "أو بالشَّرَق". (ج:۱ ص:۵۵۳)

۲۹:- دین کا طالبِ علم۔[1]

۳۰:- وہ موذّن جو محض ثواب کے لئے اذان دیتا ہو (تنخواہ یا اُجرت مقصود نہ ہو)۔

۳۱:- اپنے بیوی بچوں کی خبرگیری کرنے والا، جو اُن کے متعلق اللہ کے اَحکام بجالائے اور اُن کو حلال کھلائے۔

۳۲:- سچا دیانتدار تاجر۔

۳۳:- جو تاجر مسلمانوں کے کسی شہر میں کھانے کی چیزیں (طعام) پہنچائے۔

۳۴:- جس نے اپنی زندگی مدارات (اچھے سلوک) میں گزاری ہو (یعنی بُرے لوگوں کے ساتھ بھی شرعی حکم کے بغیر بُرا سلوک نہ کرتا ہو)۔

۳۵:- اُمت کے بگاڑ کے وقت سنت پر قائم رہنے والا۔

۳۶:- جو رات کو باوضو سوئے اور اسی حالت میں انتقال ہوجائے۔

۳۷:- جمعہ کے دن وفات پانے والا۔

۳۸:- جو شخص روزانہ پچیس بار یہ دُعا کرے کہ: "اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَفِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ" (اے اللہ! میرے لئے موت میں بھی برکت دے اور موت کے بعد کے حالات میں بھی)۔

۳۹:- جو چاشت کی نماز (صلوٰۃ ضحیٰ) پڑھے، اور ہر مہینے تین روزے رکھے اور وتر نہ سفر میں چھوڑنے نہ اقامت میں۔

۴۰:- ہر رات سورۂ یٰسٓ پڑھنے والا۔

۴۱:- جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سو مرتبہ دُرود شریف پڑھے۔[2]

---

(۱) علامہ شامیؒ نے نقل فرمایا ہے کہ اس میں وہ عالمِ دین بھی داخل ہے جو تدریس کا مشغلہ رکھتا ہو، اگرچہ دن بھر میں ایک ہی درس دے یا تألیف کا مشغلہ رکھتا ہو، دن بھر علمِ دین میں منہمک رہنا شرط نہیں۔ رفیع

(۲) بظاہر روزانہ پڑھنا مراد ہے، واللہ اعلم۔ رفیع

۴۲:- امام ترمذیؒ نے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس شخص نے صبح کے وقت "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" تین بار پڑھا اور سورۂ حشر کی آخری آیتیں پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کے اُوپر ستر ہزار فرشتے مقرر فرمادیتا ہے جو اس کے لئے شام تک اِستغفار کرتے رہتے ہیں، اور جس نے یہ کلمات اور آیتیں شام کو پڑھیں تو صبح تک اُس کا بھی یہی درجہ ہے۔

یہاں تک شہید کی دوقسموں کا بیان ہوا، جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلی قسم تو دُنیا کے اَحکام (غسل وکفن) کے اعتبار سے بھی شہید ہے اور ثوابِ آخرت کے اعتبار سے بھی، اور دُوسری قسم صرف ثوابِ آخرت کے اعتبار سے شہید ہے، اَحکامِ دُنیا کے اعتبار سے شہید نہیں، اسی لئے قسمِ اوّل کو "شہیدِ دُنیا و آخرت" اور قسمِ دوم کو "شہیدِ آخرت" کہا جاتا ہے۔

تنبیہ:- جو شخص کافروں سے جنگ محض دُنیاوی غرض سے کرتا ہوا مارا جائے، دین کی سربلندی مقصود نہ ہو، مثلاً محض شہرت و ناموری کی خاطر لڑا ہو اور اس میں وہ ساتوں شرطیں موجود ہوں جو قسمِ اوّل میں بیان ہوئیں، تو وہ صرف "شہیدِ دُنیا" ہے "شہیدِ آخرت" نہیں، یعنی دُنیا میں تو اس کے ساتھ شہیدوں کا سا معاملہ ہوگا کہ غسل وکفن نہیں دیا جائے گا، لیکن آخرت میں درجۂ شہادت اور اس کے اجر وثواب سے محروم رہے گا۔ (العیاذ باللہ)

اسی طرح دیکھا جائے تو شہید کی تین قسمیں ہوجاتی ہیں:-

۱:- شہیدِ دُنیا و آخرت۔

۲:- شہیدِ آخرت۔

۳:- شہیدِ دُنیا۔

غسل وکفن صرف دُوسری قسم کو دیا جاتا ہے، پہلی اور تیسری کو نہیں۔

مختلف حادثات میں ہلاک شدگان اور متفرق اعضاءِ بدن کے غسل وکفن اور نمازِ جنازہ کے مسائل

دورِ حاضر کے معاشرے میں ہماری شامتِ اعمال کے نتیجہ میں دُنیا طرح طرح کے فتنوں اور قسم قسم کے حادثات و سانحات کی آماجگاہ بن چکی ہے، اخبارات روزانہ انسانوں کے ہلاکت خیز واقعات سے بھرے ہوتے ہیں، سینکڑوں انسانوں کا ہلاک ہونا ایک معمول بن گیا ہے، جن میں بہت سے مسلمان بھی ہوتے ہیں۔

بعض مرتبہ ہلاک ہونے والے مسلمانوں کی ہلاکت ایسی پیچیدہ صورت اختیار کرلیتی ہے کہ بروقت اُن کے غسل وکفن اور نمازِ جنازہ کا مسئلہ مشکل ہوجاتا ہے، نیز اکثر ایسے وقت میں صحیح مسئلہ بتلانے والا بھی نہیں ملا، جس سے اُلجھن اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے، لہٰذا سہولت کے لئے یہاں اسی قسم کے مسائل لکھے جاتے ہیں تاکہ ضرورت کے وقت ان سے استفادہ کیا جاسکے۔

پہلے گرے ہوئے حمل (اسقاطِ حمل) کے مسائل لکھے جاتے ہیں کیونکہ وہ بھی ایک حادثہ ہی ہے، اس کے بعد دُوسرے مسائل لکھے جائیں گے، وباللہ التوفیق۔

اسقاطِ حمل کے مسائل

۱:- حمل میں صرف گوشت کا ٹکڑا گرے

اگر حمل گر جائے اور اس کے ہاتھ پاؤں، ناک منہ وغیرہ عضو کچھ نہ بنے ہوں تو اس کو غسل نہ دیا جائے، نہ کفن دیا جائے، نہ نمازِ جنازہ پڑھی جائے اور نہ باقاعدہ اس کو دفن کیا جائے، بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ کر ویسے ہی گڑھا کھود کر زمین میں دبادیا جائے اور اس کا نام بھی نہ رکھا جائے۔ (شامی ج:۱ ص:۸۰۹)

۲:- حمل میں کچھ اعضاء بن گئے ہوں

اگر حمل گر جائے اور اس کے کچھ عضو بن گئے ہوں، پورے اعضاء نہ بنے ہوں تو اس کا نام رکھا جائے اور غسل بھی دیا جائے، لیکن با قاعدہ کفن نہ دیا جائے، بلکہ یونہی ایک کپڑے میں لپیٹ دیا جائے اور جنازہ کی نماز بھی نہ پڑھی جائے، بغیر نماز پڑھے یونہی دفن کر دیا جائے۔ (شامی ج:۱ ص:۸۳۰، ۸۳۱ و بہشتی زیور)

۳:- مردہ بچہ پیدا ہونے کا حکم

اسقاطِ حمل میں یا معمول کے مطابق ولادت میں مرا ہوا بچہ پیدا ہو اور پیدائش کے وقت زندگی کی کوئی علامت اس میں موجود نہ ہو، اگرچہ اعضاء سب بن چکے ہوں تو ایسے بچہ کا وہی حکم ہے جو پچھلے مسئلہ میں بیان ہوا کہ اس کو غسل بھی دیا جائے اور نام بھی رکھا جائے، لیکن با قاعدہ کفن نہ دیا جائے اور نہ جنازہ کی نماز پڑھی جائے، بلکہ یونہی کسی ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔ (شامی ج:۱ ص:۸۳۰)

۴:- پیدائش کے شروع میں بچہ زندہ تھا پھر مرگیا

ولادت کے وقت بچہ کا فقط سر نکلا، اس وقت وہ زندہ تھا، پھر مرگیا، تو اس کا حکم وہی ہے جو مردہ بچہ پیدا ہونے کا اُوپر بیان ہوا کہ اس کو غسل دیا جائے، نام رکھا جائے، لیکن قاعدہ کے موافق کفن نہ دیا جائے، بلکہ کسی ایک کپڑے میں لپیٹ دیا جائے اور بغیر نمازِ جنازہ پڑھے یونہی دفن کر دیا جائے۔ (شامی ص:۸۲۹، ۸۳۰)

۵:- بدن کا اکثر حصہ نکلنے تک بچہ زندہ تھا

ولادت کے وقت بدن کا اکثر حصہ نکلنے تک بچہ زندہ تھا، اس کے بعد مرگیا، اس کا حکم زندہ بچہ پیدا ہونے کی طرح ہے، اس کو با قاعدہ غسل دیا جائے، کفن دیا جائے، بہتر یہ ہے کہ لڑکا ہو تو مردوں کی طرح، لڑکی ہو تو عورتوں کی طرح کفن دیا جائے، لیکن لڑکے کو صرف ایک اور لڑکی کو صرف دو کپڑے دینا بھی دُرست ہے، اور

اس کا نام بھی رکھا جائے اور جنازہ کی نماز پڑھ کر باقاعدہ دفن کیا جائے۔ (شامی)

اور اگر بچہ اکثر حصۂ بدن نکلنے سے پہلے مرگیا تو وہ حکم ہوگا جو مردہ بچہ پیدا ہونے کا پیچھے بیان ہوا۔

اور اکثر حصۂ بدن نکلنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر بچہ سر کی طرف سے پیدا ہوا تو سینہ تک نکلنے سے اکثر حصہ نکلنا سمجھیں گے، اور اگر اُلٹا پیدا ہوا تو ناف تک زندہ نکلنے سے اکثر حصہ نکلنا سمجھیں گے۔ (شامی ج:۱ ص:۸۲۹، ۸۳۰)

۶:- مردہ عورت کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تو کیا حکم ہے؟

اگر کسی عورت کا حمل کی حالت میں انتقال ہوجائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تو عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ نکال لیا جائے۔ (درمختار ج:۱ ص:۸۴۰)

پھر اگر زندہ نکلنے کے بعد یہ بچہ بھی مرجائے تو سب بچوں کی طرح اس کا نام رکھا جائے، غسل وکفن دیا جائے اور جنازہ کی نماز پڑھ کر دفن کیا جائے، اور اگر حمل میں جان ہی نہ پڑی ہو یا جان پڑگئی ہو لیکن باہر نکالنے سے پہلے وہ بھی مرگیا، تو اب عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ نہ نکالا جائے، لیکن اگر نکال لیا تو اس کا وہی حکم ہوگا جو مردہ بچہ پیدا ہونے کا ہے۔

۷:- جو شخص پانی میں ڈوب کر مرگیا ہو

اگر کوئی شخص پانی میں ڈوب کر مرجائے تو نکالنے کے بعد اس کو غسل دینا فرض ہے، پانی میں ڈوبنا غسل کے لئے کافی نہیں، کیونکہ میّت کو غسل دینا زندوں پر فرض ہے، اور ڈوبنے میں زندوں کا کوئی عمل نہیں ہوا، البتہ اگر پانی سے نکالتے وقت غسل کی نیت سے میّت کو پانی میں حرکت دے دی جائے تو غسل ادا ہوجائے گا۔

(البحر الرائق)

اس کے بعد میّت کو باقاعدہ کفن دے کر نمازِ جنازہ پڑھ کر سنت کے مطابق دفن کریں، لیکن اگر اسے باغیوں، ڈاکہ زنوں یا غیر مسلم ملک کے کافروں نے ڈبو دیا ہو

اور اس میں شہید کی قسمِ اوّل کی وہ سب شرطیں موجود ہوں جو شہید کے بیان میں گزرچکی ہیں تو اس پرشہید کے اَحکام جاری ہوں گے، وہاں دیکھ لئے جائیں۔

۸:- جو لاش پھول گئی ہو

کسی کی لاش پانی میں ڈوبنے یا تجہیز وتکفین میں تاخیر یا کسی اور وجہ سے اگر اتنی پھول جائے کہ ہاتھ لگانے کے بھی قابل نہ رہے، یعنی غسل کے لئے ہاتھ لگانے سے پھٹ جانے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں لاش پر صرف پانی بہادینا کافی ہے، کیونکہ غسل میں ملنا وغیرہ ضروری نہیں ہے، اور پھر باقاعدہ کفنا کر نمازِ جنازہ کے بعد دفن کرنا چاہیے، لیکن اگر نماز سے قبل لاش پھٹ جائے تو نماز پڑھے بغیر ہی دفن کردیا جائے۔ (عالمگیری، بحر، امدادالاحکام)

۹:- جس لاش میں بدبو پیدا ہوگئی ہو

جس لاش میں بدبو پیدا ہوگئی ہو مگر پھٹی نہ ہو اس کی نماز پڑھی جائے گی۔

(فتاویٰ دارالعلوم مدلل ج:۵ ص:۳۳۵)

۱۰:- جو لاش پھٹ گئی ہو

جو لاش پھول کر پھٹ گئی ہو، اس کی جنازہ کی نماز ساقط ہے، اُس کی نماز نہ پڑھی جائے۔ (بحر وامدادالاحکام)

۱۱:- صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ برآمد ہو

جس لاش کا گوشت وغیرہ سب علیحدہ ہوگیا اور اس کی صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ برآمد ہوا تو اس ڈھانچہ کو غسل دینے کی ضرورت نہیں، اس پر نمازِ جنازہ بھی نہ پڑھی جائے، بلکہ ویسے ہی کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کردیا جائے۔

(امدادالاحکام ج:۱ ص:۳۸۷)

۱۲:- جو شخص جل کر مر گیا ہو

جو شخص آگ یا بجلی وغیرہ سے جل کر مر جائے اُسے باقاعدہ غسل وکفن دے کر اور نمازِ جنازہ پڑھ کر سنت کے مطابق دفن کیا جائے، اور اگر لاش پھول یا پھٹ گئی ہو تو اس کا حکم اُوپر بیان ہو چکا ہے۔ (درمختار، بحر، امداد الاحکام)

لیکن جس شخص کو باغیوں، ڈاکہ زنوں یا غیر مسلم ممالک کے کافروں نے جلاکر مارا ہو یا وہ معرکۂ جنگ میں مرا ہوا پایا جائے اور اُس میں شہید کی قسمِ اَوّل کی سب شرائط موجود ہوں تو اس پر شہید کے اَحکام جاری ہوں گے، جو پیچھے تفصیل سے بیان ہو چکے ہیں۔

۱۳:- جل کر کوئلہ ہو جانے کا حکم

جو شخص جل کر بالکل کوئلہ بن گیا یا بدن کا اکثر حصہ جل کر خاکستر ہو گیا تو اس کو غسل وکفن دینا اور جنازہ کی نماز پڑھنا کچھ واجب نہیں ہے، یونہی کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دینا چاہئے۔ (عالمگیری وفتاویٰ دارالعلوم ج:۱ ص:۳۴۵)

اور اگر بدن کا اکثر حصہ جلنے سے محفوظ ہو، اگرچہ سر کے بغیر ہو یا آدھا بدن مع سر کے محفوظ ہو یا پورا جسم جلا ہو مگر معمولی جلا ہو، گوشت پوست اور ہڈیاں سالم ہوں تو اس کو باقاعدہ غسل وکفن دے کر اور جنازہ کی نماز پڑھ کر دفن کرنا چاہئے۔

(عالمگیری وشامی ج:۱ ص:۸۰۹)

۱۴:- دَب کر یا گر کر مرنے والے کا حکم

جو شخص کسی دیوار یا عمارت کے نیچے دَب کر مر جائے یا کسی بلند جگہ سے نیچے گرے یا فضائی حادثہ کا شکار ہو کر ہلاک ہو جائے، اور بدن کا اکثر حصہ محفوظ ہو تو اس کو باقاعدہ غسل وکفن دے کر اور جنازہ کی نماز پڑھ کر دفن کرنا چاہئے، لیکن اگر یہ حادثہ دشمن کافروں یا باغیوں یا ڈاکوؤں کی کاروائی سے ہوا ہو تو اس میں مرنے والوں پر شہید کے اَحکام جاری ہوں گے، جن کی تفصیل پیچھے شہید کے اَحکام میں آچکی ہے۔

۱۵:- عام حادثات کا شکار ہونے والوں کا حکم

موٹر، سائیکلوں، ریل گاڑیوں اور دیگر سواریوں کے تصادم سے ہلاک شدگان کا بھی وہی حکم ہے جو اُوپر کے مسئلہ میں بیان ہوا۔ (درِمختار)

۱۶:- جو لاش کنویں یا ملبہ سے نہ نکالی جاسکے

اگر کوئی شخص کنویں وغیرہ میں گر کر یا کسی عمارت وغیرہ کے ملبہ میں دَب کر مرگیا اور وہاں سے لاش نکالنا ممکن نہ ہو تو مجبوری کے باعث اس کا غسل وکفن معاف ہے، اور جہاں لاش ڈوبی یا دَبی رہ گئی ہو اُسی جگہ کو اس کی قبر سمجھا جائے گا اور اسی حالت میں اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ (شامی ج:۱ ص:۸۲۷)

۱۷:- جو لاش سمندر وغیرہ میں لاپتہ ہوجائے

کوئی شخص سمندر میں ڈُوب کر مرگیا اور لاش کا پتہ نہ چلے یا کسی اور طریقہ سے مرا ہو اور لاش گم یا لاپتہ ہوگئی ہو تو ایسی صورت میں غسل وکفن، نمازِ جنازہ اور تدفین سب معاف ہیں، اس کی نمازِ جنازہ غائبانہ بھی نہ پڑھی جائے، کیونکہ نمازِ جنازہ دُرست ہونے کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ میّت سامنے موجود ہو۔

(شامی ج:۱ ص:۸۲۷)

۱۸:- مسلمانوں اور کافروں کی لاشیں خلط ملط ہوجائیں اور پہچانی نہ جاسکیں

کسی حادثہ میں اگر مسلمانوں اور کافروں کی لاشیں خلط ملط ہوجائیں تو اگر مسلمان کسی بھی علامت (ختنہ وغیرہ) سے پہچانے جاسکیں تو اُن کو الگ کرلیا جائے، اور اُن کا غسل، نمازِ جنازہ اور دفن وغیرہ سب کام مسلمانوں کی طرح کئے جائیں، اور کافروں کی لاشوں کے ساتھ وہ معاملہ کیا جائے جو کافروں کے ساتھ کیا جاتا ہے، اس کی تفصیل بابِ دوم کے شروع میں آچکی ہے۔

(بہشتی گوہر وشامی ج:۱ ص:۸۰۵ وعالمگیری ج:۱ ص:۱۵۹)

اور اگر مسلمانوں اور کافروں کے درمیان کسی طرح امتیاز نہ ہوسکے اور کسی علامت سے پتہ نہ چلے کہ کون سی لاشیں مسلمانوں کی اور کون سی کافروں کی ہیں؟ تو اس کی مندرجہ ذیل تین صورتیں ہیں:-

۱:- اگر مرنے والوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو تو سب لاشوں کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے جو مسلمانوں کے ساتھ کیا جاتا ہے، یعنی سب کو باقاعدہ غسل وکفن دے کر نمازِ جنازہ کے بعد مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے، لیکن جنازہ کی نماز میں صرف مسلمانوں پر نماز پڑھنے کی نیت کی جائے، کافروں پر نمازِ جنازہ کی نیت کرنا جائز نہیں۔ (شامی ج:۱ ص:۸۰۵، عالمگیری ج:۱ ص:۱۵۹)

۲:- اور اگر لاشیں کافروں کی زیادہ اور مسلمانوں کی کم ہوں تو سب لاشوں کو غسل وکفن دیا جائے [1] اور اُن پر نمازِ جنازہ بھی صرف مسلمانوں کی نیت سے پڑھی جائے اور اس کے بعد سب کو کافروں کے قبرستان میں دفن کر دیا جائے۔

(شامی، درِمختار ج:۱ ص:۸۰۵)

۳:- اگر مسلمانوں اور کافروں کی لاشیں تعداد میں برابر ہوں تو سب کو غسل وکفن دے کر سب پر نماز صرف مسلمانوں کی نیت سے پڑھی جائے، البتہ مقامِ دفن میں فقہاء کے تین قول ہیں، ایک یہ کہ سب کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا جائے، دُوسرا یہ کہ سب کو کافروں [2] کے قبرستان میں دفن کر دیا جائے، تیسرا قول یہ ہے کہ اُن کے لئے کوئی الگ قبرستان بنادیا جائے، اس تیسرے قول میں احتیاط زیادہ ہے

---

(۱) فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ یہ غسل وکفن مسلمانوں کی طرح باقاعدہ نہیں ہوگا (بلکہ یونہی پانی سے لاشوں کو دھوکر ایک ایک کپڑے میں لپیٹ دیا جائے)۔ (ج:۱ ص:۱۵۹)

(۲) اگر سب کو کسی الگ جگہ میں دفن کر دیا جائے، یعنی نہ کافروں کے قبرستان میں، نہ مسلمانوں کے تو یہ صورت زیادہ احتیاط کی معلوم ہوتی ہے، اگلے مسئلہ کے بارے میں تو صاحبِ درِمختار نے اس کی صراحت کی ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ رفیع

(لیکن ان میں سے جس قول پر بھی عمل کرلیا جائے دُرست ہوگا)۔

(درمختار، شامی ج:۱ ص:۸۰۵، ۸۰۶)

۱۹:- کسی مسلمان کی کافر بیوی حالتِ حمل میں مرجائے

اگر کسی مسلمان کی یہودی یا عیسائی بیوی حالتِ حمل میں مرجائے تو حمل میں اگر جان ہی نہ پڑی تھی تب تو عورت کو کافروں ہی کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا، اور اگر جان پڑچکی تھی، پھر مردہ ماں کے پیٹ میں بچہ بھی مرگیا تو اس صورت میں وہ چونکہ مسلمان کا بچہ تھا اور مسلمان ہی کے حکم میں ہونا چاہئے، لیکن کافر ماں کے پیٹ میں ہونے کی وجہ سے ماں کے مقامِ دفن میں یہاں بھی فقہاءِ کرامؒ کے وہی تین قول ہیں جو اُوپر کے مسئلہ میں تیسری صورت میں ذکر کئے گئے۔

ایک یہ کہ اس عورت کو بچہ کی رعایت کے پیشِ نظر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے، دُوسرا یہ کہ کافروں کے قبرستان میں دفن کیا جائے، تیسرا قول یہ ہے کہ عورت کو نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے نہ کافروں کے، بلکہ کسی الگ جگہ دفن کردیا جائے، اس تیسرے قول میں زیادہ احتیاط ہے۔

لیکن جو قول بھی اختیار کیا جائے، قبر میں عورت کی پشت بہرحال قبلہ کی طرف کردینی چاہئے، کیونکہ پیٹ میں بچے کا منہ ماں کی پشت کی طرف ہوتا ہے، اس طرح بچے کا منہ قبلہ کی طرف ہوجائے گا۔ (شامی و درمختار ج:۱ ص:۸۰۵، ۸۰۶)

۲۰:- جس میّت کا مسلمان ہونا معلوم نہ ہو

کسی مرد یا عورت کی لاش ملے اور کسی علامت وغیرہ سے معلوم نہ ہو کہ وہ مسلمان ہے یا کافر؟ تو جس علاقے سے یہ لاش ملی ہے وہاں اگر مسلمانوں کی اکثریت ہے تو اس کو مسلمان سمجھا جائے، اور باقاعدہ غسل وکفن دے کر اور نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کیا جائے، اور اگر وہاں غیرمسلموں کی اکثریت ہے تو اس کے ساتھ غیرمسلموں کا سا معاملہ کیا جائے۔ (درمختار و عالمگیری و بہشتی گوہر مع حاشیہ)

۲۱:- جس میّت کو غسل یا نمازِ جنازہ کے بغیر ہی دفن کردیا گیا

اگر کسی مسلمان میّت کو غلطی سے غسل دیئے بغیر یا نمازِ جنازہ پڑھے بغیر قبر میں رکھ دیا، تو اگر مٹی ڈالنے سے پہلے یاد آجائے تو میّت کو باہر نکال لیا جائے، پھر اگر غسل بھی نہیں دیا تھا تو غسل دے کر نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کیا جائے، اور اگر غسل دے دیا تھا تو صرف نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کردیا جائے۔

اور اگر مٹی ڈالنے کے بعد یاد آئے تو غسل یا نماز کے لئے اب قبر کھولنا جائز نہیں، اب حکم یہ ہے کہ جب تک گمانِ غالب یہ ہو کہ لاش پھٹی نہ ہوگی، قبر ہی پر نماز پڑھی جائے، اور قولِ راجح کے مطابق لاش پھٹنے کی کوئی خاص مدّت مقرر نہیں، کیونکہ موسم، مقام اور میّت کے موٹے دُبلے ہونے سے یہ مدّت مختلف ہوتی ہے، لہٰذا جب تک ظنِ غالب یہ ہو کہ لاش پھٹی نہ ہوگی نمازِ جنازہ پڑھنا فرض ہے، اور جب غالب گمان یہ ہو کہ لاش پھٹ چکی ہوگی تو اب جنازہ کی نماز نہ پڑھی جائے، ایسی صورت میں قدرت کے باوجود نہ پڑھنے والے گناہگار ہوئے، اُن پر لازم ہے کہ توبہ و اِستغفار کریں اور آئندہ ایسی غفلت نہ کریں۔ (درمختار)

اور اگر شک ہو کہ لاش پھٹی ہے یا نہیں؟ تو اس صورت میں بھی قبر پر نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے۔ (شامی ج:۱ ص:۸۲۷)

۲۲:- خودکشی کرنے والے کا حکم

جو شخص اپنے آپ کو غلطی سے یا جان بوجھ کر ہلاک کردے تو اس کو باقاعدہ غسل و کفن دے کر اور نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کیا جائے۔ (درمختار و شامی ج:۱ ص:۸۱۵)

۲۳:- کسی لاش کے ٹکڑے دستیاب ہوئے

اگر کسی کی پوری لاش دستیاب نہ ہو، جسم کے کچھ حصے دستیاب ہوں تو اس کی چند صورتیں ہیں:-

* صرف ہاتھ یا ٹانگ یا سر یا کمر یا اور کوئی عضو ملے تو اس پر غسل و کفن

اور نماز کچھ نہیں، بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ کر یونہی دفن کر دینا چاہئے۔

(شامی، بہشتی گوہر ص:۹۰)

* جس کے چند متفرق اعضاء مثلاً صرف دو ٹانگیں یا صرف دو ہاتھ یا صرف ایک ہاتھ اور ایک ٹانگ یا اسی طرح دیگر چند اعضاء ملیں اور یہ متفرق اعضاء مل کر میّت کے پورے جسم کے آدھے حصے سے کم ہوں، میّت کا اکثر حصہ غائب ہو تو ان اعضاء پر غسل وکفن اور نمازِ جنازہ کچھ نہیں، یونہی کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔ (شامی وبہشتی گوہر)

* اور اگر میّت کے جسم کا آدھا حصہ بغیر سر کے ملے تو اس کا بھی غسل و کفن اور نمازِ جنازہ کچھ نہیں، یونہی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔

(شامی وبہشتی گوہر)

* اور اگر میّت کے جسم کا آدھا حصہ مع سر کے ملے تو اس کو باقاعدہ غسل و کفن دے کر اور جنازہ کی نماز پڑھ کر دفن کیا جائے۔ (شامی وبہشتی گوہر)

* اور اگر میّت کے جسم کا اکثر حصہ مل جائے اگرچہ بغیر سر کے ملے تو بھی باقاعدہ غسل وکفن دے کر اور جنازہ کی نماز پڑھ کر دفن کیا جائے۔ (شامی وبہشتی گوہر)

۲۴:- دفن کے بعد باقی اعضاء ملے

کسی میّت کے جسم کا اکثر حصہ ملا، اور باقی حصہ نہ ملا اور اکثر حصۂ بدن پر نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا، اس کے بعد جسم کا باقی حصہ ملا تو اب اس باقی حصہ پر جنازہ کی نماز نہیں پڑھی جائے گی، بلکہ یونہی کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔

(عالمگیری وشامی)

۲۵:- زندگی میں جسم سے علیحدہ ہوجانے والے اعضاء کا حکم

کسی زندہ شخص کا کوئی عضو اس کے بدن سے کٹ جائے یا آپریشن کے ذریعہ علیحدہ کر دیا جائے تو اس کا غسل وکفن اور نمازِ جنازہ کچھ نہیں، یونہی کسی کپڑے

میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔ (درِمختار و فتاویٰ دارالعلوم مدلل)

۲۶:- قبر سے صحیح سالم لاش برآمد ہو

کوئی قبر کھل جائے اور کسی وجہ سے لاش باہر نکل آئے، مثلاً زلزلہ سے یا سیلاب وغیرہ سے یا کفن چور کی حرکت سے اور کفن اُس پر نہ ہو تو اگر لاش پھٹ چکی ہے تو اب باقاعدہ کفن دینے کی ضرورت نہیں، یونہی کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔

اور اگر لاش پھٹی نہ ہو تو اس کو پورا کفن سنت کے مطابق دینا چاہیے، اگر ایک ہی لاش کے ساتھ یہ واقعہ بار بار پیش آئے تو ہر مرتبہ اُسے پورا کفنِ مسنون دیا جائے۔ اس کفن کا پورا خرچ اُسی میت کے اصل ترکہ سے لیا جائے گا، اگرچہ میّت مقروض ہو، البتہ اگر سارا ترکہ قرض خواہوں میں تقسیم ہو چکا ہو یا کسی اور مد میں میّت کی وصیت کے مطابق تقسیم ہو گیا ہو تو قرض خواہوں سے اور وصیت میں مال حاصل کرنے والوں سے اس کفن کے خرچ کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا۔

اور اگر اس کا ترکہ وارثوں میں تقسیم ہو گیا تھا تو ہر وارث کو جتنا جتنا فی صد حصہ میراث میں ملا تھا، کفن کا خرچ بھی اسی تناسب سے ہر وارث پر آئے گا۔

(درِمختار و شامی ج:۱ ص:۸۰۹)

۲۷:- ڈاکو یا باغی لڑائی میں قتل ہو جائیں یا وہ دُوسروں کو قتل کر دیں

اگر ڈاکو یا باغی لڑائی کے دوران قتل ہو جائیں تو ان کی اہانت اور دُوسروں کی عبرت کے لئے حکم یہ ہے کہ ان کو نہ غسل دیا جائے[1]، نہ اُن کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے

(۱) فقہِ حنفی ہی کا ایک قول جس پر علامہ شامیؒ نے فتویٰ نقل کیا ہے، یہ ہے کہ ان کو غسل دیا جائے لیکن اُن پر نماز نہ پڑھی جائے۔ (شامی ج:۱ ص:۸۱۴)

بلکہ یونہی دفنا دیا جائے، لیکن اگر لڑائی کے بعد قتل کئے گئے یا لڑائی کے بعد اپنی موت سے مرجائیں تو پھر اُن کو غسل بھی دیا جائے گا اور نمازِ جنازہ بھی پڑھی جائے گی، یہی حکم اُن لوگوں کا ہے جو قبائلی، وطنی یا لسانی تعصب کے لئے لڑتے ہوئے مارے جائیں۔

اور اگر ڈاکو یا باغی ڈاکہ زنی یا لڑائی کے دوران کسی کو قتل کردیں تو وہ شہید ہے، بغیر غسل وکفن کے صرف نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کردیا جائے، پیچھے شہید کے اَحکام میں اس کی تفصیل اور جملہ شرائط بغور دیکھ لی جائیں۔ (درِمختار وشامی ج:۱ ص:۸۱۴)



بابِ ششم

موت کی عدّت

شوہر کا انتقال ہوجائے یا طلاق ہوجائے یا خلع وغیرہ یا کسی اور طرح سے نکاح ٹوٹ جائے، تو ان سب صورتوں میں عورت کو مقررہ عدّت تک ایک گھر میں رہنا پڑتا ہے، جب تک یہ مدّت ختم نہ ہوچکے اُس وقت تک کہیں اور جانا جائز نہیں، اس مدّت گزارنے کو عدّت کہتے ہیں، اس مدّت میں کسی اور مرد سے نکاح بھی نہیں کرسکتی، اگر کرلیا تو وہ نکاح باطل ہے، منعقد ہی نہیں ہوا۔ (بہشتی زیور، اصلاحِ انقلابِ اُمت)

تنبیہ:- عدّت اگر شوہر کی موت کی وجہ سے ہو تو اُس ''عدّتِ وفات'' (موت کی عدّت) کہا جاتا ہے، اور طلاق یا خلع وغیرہ کی وجہ سے ہو تو اسے ''عدّتِ طلاق'' کہتے ہیں، دونوں قسم کی عدّت کے اَحکام اور مدّت میں کچھ فرق ہے، یہاں صرف ''عدّتِ وفات'' کے مسائل لکھے جارہے ہیں، عدّتِ طلاق کے مسائل کے لئے ''بہشتی زیور'' کا مطالعہ کیا جائے یا علمائے کرام سے رُجوع کیا جائے۔

مسئلہ:- جس عورت کے شوہر کا انتقال ہوجائے وہ چار مہینے اور دس دن تک عدّت میں رہے، شوہر کے انتقال کے وقت جس گھر میں رہا کرتی تھی اسی گھر میں رہنا چاہئے، باہر نکلنا دُرست نہیں۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ:- شوہر کی زندگی میں اس کے ساتھ عورت کی مباشرت (ہمبستری) یا کسی قسم کی تنہائی (خلوت) ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، رُخصتی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اور چاہے ماہواری آتی ہو یا نہ آتی ہو، بوڑھی ہو یا جوان، بالغہ ہو یا نابالغہ سب کا ایک حکم ہے کہ چار مہینے دس دن عدّت میں رہے۔

البتہ اگر وہ عورت حمل سے تھی، اس حالت میں شوہر کا انتقال ہوا تو بچہ پیدا ہونے تک عدت رہے گی، اب مہینوں کا کچھ اعتبار نہیں، اگر شوہر کی موت کے تھوڑی دیر بعد ہی بچہ پیدا ہوگیا تب بھی عدت ختم ہوگئی۔ (بہشتی زیور، عالمگیری، امداد الفتاویٰ)

مسئلہ:- گھر بھر میں جہاں جی چاہے رہے، بعض گھرانوں میں جو رسم ہے کہ خاص ایک جگہ مقرر کر کے رہتی ہے، بیچاری کو اُس جگہ سے ہٹنا معیوب اور بُرا سمجھا جاتا ہے یہ بالکل مہمل اور واہیات ہے، یہ رسم چھوڑنا چاہئے۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ:- عورت کسی کام کے لئے گھر سے باہر کہیں گئی تھی یا اپنی پڑوسن، میکے یا رشتہ دار وغیرہ کے گھر چند روز کے لئے گئی تھی (شوہر ساتھ ہو یا نہ ہو) اتنے میں اس کے شوہر کا انتقال ہوگیا تو اب فوراً وہاں سے چلی آئے اور جس گھر میں رہتی تھی اسی میں رہے، شوہر کا انتقال خواہ کسی بھی جگہ ہوا ہو۔

(بہشتی زیور، امداد الفتاویٰ ج:۲ ص:۴۴۲ وص:۴۲۷)

مسئلہ:- جس عورت کو شوہر نے ناراض ہوکر میکے بھیج دیا ہو، پھر شوہر کا انتقال ہوجائے تو وہ شوہر کے گھر آکر عدت پوری کرے، کیونکہ عدت اُس گھر میں پوری کی جاتی ہے جہاں شوہر کے انتقال پر عورت کی مستقل رہائش تھی، عارضی رہائش کا اعتبار نہیں، اور ظاہر ہے کہ میکے میں آنا عارضی تھا۔ (امداد الفتاویٰ ج:۲ ص:۴۲۷)

مسئلہ:- اگر شوہر کا انتقال چاند کی پہلی تاریخ کو ہوا اور عورت کو حمل نہیں ہے تو چاند کے حساب سے چار مہینے دس دن پورے کرنا ہوں گے، اور اگر پہلی تاریخ کے علاوہ کسی اور تاریخ میں انتقال ہوا تو ہر مہینہ تیس تیس دن کا لگا کر چار مہینے دس دن پورے کرنا ہوں گے،[1] اور جس وقت وفات ہوئی جب یہ مدت گزر کر وہی وقت آئے گا عدت ختم ہوجائے گی۔ (بہشتی زیور و معارف القرآن)

مسئلہ:- عدت شوہر کی وفات کے وقت سے شروع ہوجاتی ہے، اگرچہ عورت کو وفات کی خبر نہ ہو، اور اس نے عدت کی نیت بھی نہ کی ہو۔ (درِمختار)

---

(۱) یعنی پورے ایک سو تیس دن۔ (معارف القرآن)

مسئلہ:- کسی کے شوہر کا انتقال ہوگیا، مگر اس کو خبر نہیں ملی، چار مہینے دس دن گزر جانے کے بعد خبر ملی، تو اس کی عدت پوری ہوچکی، یعنی جب سے خبر ملی ہے اُس وقت سے ازسرِنو عدت نہیں گزاری جائے گی۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ:- کسی عورت کو شوہر کے انتقال کی خبر کئی دن بعد ملی، مگر تاریخِ وفات میں شک ہے تو جس تاریخ کا یقین ہو عدت اُس تاریخ سے شمار کی جائے گی۔[1]

(شامی ج:۲ ص:۸۳۸)

مسئلہ:- بعض لوگوں میں جو دستور ہے کہ شوہر کی موت کے بعد عورت سال بھر تک عدت کے طور پر بیٹھی رہتی ہے یہ بالکل حرام ہے۔ (بہشتی زیور)

زمانۂ عدت میں عورت کا نان نفقہ

مسئلہ:- عدتِ وفات میں عورت کا نان نفقہ (کھانا کپڑا) اور رہائش کا مکان[2] اس کی سسرال کے ذمہ نہیں، شوہر کے ترکہ میں سے بھی نان نفقہ لینے کا حق نہیں، البتہ ترکہ میں جو حصۂ میراث شریعت نے مقرر کیا ہے وہ اس کو ملے گا۔

(بہشتی زیور)

حاملہ کی عدت اور اسقاطِ حمل

یہ تو پیچھے معلوم ہوچکا ہے کہ حاملہ عورت کی عدت بچہ پیدا ہونے سے ختم ہوتی ہے، لیکن اگر حمل گر جائے یعنی اسقاطِ حمل ہوجائے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر حمل کا کوئی عضو مثلاً منہ، ناک یا اُنگلی وغیرہ بن گیا تھا تب تو عدت ختم ہوگئی، اور اگر کوئی عضو بالکل نہ بنا تھا صرف لوتھڑا یا گوشت کا ٹکڑا تھا، تو اس سے عدت ختم نہ ہوگی

---

(۱) مثلاً ایک احتمال یہ ہے کہ انتقال ۴ر رجب کو ہوا، دُوسرا احتمال یہ ہے کہ ۴ر شعبان کو ہوا، تو احتیاطاً عدت کا زمانہ ۴ر شعبان سے شمار ہوگا۔ (رفیع)

(۲) مکان کی تفصیل آگے عنوان ''مجبوری میں گھر سے نکلنا'' کے تحت اور اس سے اگلے دو عنوانوں کے تحت دیکھی جائے۔ (رفیع)

بلکہ یوں سمجھا جائے گا کہ یہ عورت حمل سے نہیں تھی، لہٰذا اس کی عدّت چار مہینے دس دن ہی ہوگی۔ (شامی ج:۲ ص:۸۳۱)

مسئلہ:- شرعاً دو برس سے زیادہ حمل نہیں رہتا، لہٰذا جو عورت شوہر کے انتقال کے وقت بظاہر حمل سے تھی، لیکن دو برس تک بچہ پیدا نہ ہوا تو وہ شرعاً حاملہ شمار نہ ہوگی، اس کی عدّت شوہر کے انتقال کے چار مہینے دس دن بعد ختم ہوچکی۔

(عزیز الفتاویٰ ص:۵۴۲)

مسئلہ:- اگر کسی حاملہ کے پیٹ میں دو بچے تھے ایک پیدا ہوگیا، دُوسرا باقی ہے تو جب تک دُوسرا بچہ بھی پیدا نہ ہو عدّت ختم نہ ہوگی۔ (شامی ج:۲ ص:۸۳۱)

عدّتِ طلاق میں شوہر کا انتقال ہوجائے

جس عورت کو شوہر نے کسی بھی قسم کی طلاق دی ہو یا خلع ہوا ہو یا کسی اور طرح سے نکاح ٹوٹ گیا ہو، پھر عدّتِ طلاق ختم ہوجانے کے بعد اس سابق شوہر کا انتقال ہوجائے تو اب موت کی وجہ سے عورت پر کوئی عدّت واجب نہیں، اور وہ اس کی وارث بھی نہ ہوگی۔ (شامی ج:۲ ص:۸۳۳)

اور اگر شوہر کا انتقال عدّتِ طلاق ختم ہونے سے پہلے ہوگیا، تو اس میں مندرجہ ذیل تفصیل ہے:-

۱:- اگر شوہر نے طلاقِ رجعی دی تھی، خواہ اپنی بیماری میں دی ہو یا تندرستی میں، تو اب عورت عدّتِ طلاق کو وہیں چھوڑ کر انتقال کے وقت سے ازسرِنو عدّت وفات گزارے گی اور شوہر کی وارث بھی ہوگی۔ (حوالۂ بالا)

۲:- اگر طلاق بائن دی تھی[1] اور طلاق کے وقت شوہر تندرست تھا، خواہ طلاق عورت کی مرضی سے دی ہو یا مرضی کے بغیر، پھر عدّتِ طلاق ختم ہونے سے پہلے

---

(۱) ان مسائل میں جو حکم طلاقِ بائن کا لکھا گیا ہے، بعینہٖ وہی حکم طلاقِ مغلّظہ (یعنی تین طلاقوں) کا بھی ہے، کما فی الهداية باب العدة۔ (رفیع)

شوہر کا انتقال ہوگیا، تو اب عورت صرف عدّتِ طلاق ہی جتنی باقی رہ گئی ہو وہ پوری کرے گی، عدّتِ وفات نہیں گزارے گی، اور شوہر کی وارث بھی نہ ہوگی۔

(شامی حوالۂ بالا)

۳:- اگر طلاقِ بائن کے وقت شوہر بیمار تھا اور طلاق عورت کی مرضی سے دی تھی تو اس صورت میں بھی وہی حکم ہے جو اُوپر بیان ہوا کہ عورت صرف عدّتِ طلاق ہی جتنی رہ گئی ہو وہ پوری کرے گی، عدّتِ وفات نہیں گزارے گی، اور شوہر کی وارث بھی نہ ہوگی۔ (شامی و ہدایہ)

۴:- اگر طلاقِ بائن شوہر نے اپنی بیماری میں عورت کی مرضی کے بغیر دی تھی تو اس صورت میں دیکھا جائے کہ طلاق کی عدّت پوری ہونے میں زیادہ دن لگیں گے یا موت کی عدّت پوری ہونے میں؟ جس عدّت میں زیادہ دن لگیں گے عورت وہ عدّت پوری کرے گی، اور شوہر کی وارث ہوگی۔ (شامی ص:۸۳۲، بہشتی زیور)

وہ کام جو عدّت میں جائز نہیں

جس عورت کے شوہر کا انتقال ہوا ہو اس کے لئے حکم یہ ہے کہ عدّت کے زمانہ میں نہ تو گھر سے باہر نکلے، نہ اپنا دُوسرا نکاح کرے، نہ کچھ بناؤسنگھار کرے، عدّت میں یہ سب باتیں اُس پر حرام ہیں، اس سنگھار نہ کرنے اور میلے کچیلے رہنے کو ''سوگ'' کہتے ہیں۔ (بہشتی زیور حصۂ چہارم)

عدّت میں سوگ واجب ہے

مسئلہ:- سوگ کرنا اُسی عورت پر واجب ہے جو مسلمان اور عاقل و بالغ ہو، کافر یا مجنون عورت یا نابالغ لڑکی پر واجب نہیں، ان کو بناؤسنگھار کرنا جائز ہے، البتہ گھر سے نکلنا اور دُوسرا نکاح کرنا ان کو بھی دُرست نہیں۔ (حوالۂ بالا)

مسئلہ:- جس کا نکاح صحیح نہیں ہوا تھا بے قاعدہ ہوگیا تھا، پھر مرد مرگیا تو

ایسی عورت کو بھی سوگ کرنا واجب نہیں۔[1] (حوالۂ بالا)

مسئلہ:- جو عورت عدّتِ وفات میں ہو اسے صاف لفظوں میں پیغامِ نکاح دینا یا اس سے منگنی کرنا حرام ہے، البتہ پیغامِ نکاح دینے میں کوئی بات اشارۃً کہہ دینا (مثلاً یہ کہ "مجھ کو ایک نیک عورت سے نکاح کی ضرورت ہے") جائز ہے، اور جو عورت عدّتِ طلاق میں ہو اس سے یہ بات اشارۃً کہنا بھی جائز نہیں۔

(درِمختار ج:۲ ص:۸۵۲ و معارف القرآن، سورۂ بقرہ)

مسئلہ:- جب تک عدّت ختم نہ ہو اُس وقت تک خوشبو لگانا، کپڑے یا بدن میں خوشبو بسانا، زیور، گہنا پہننا، پھول پہننا، چوڑیاں پہننا (اگرچہ کانچ کی ہوں)، سرمہ لگانا، پان کھا کر منہ لال کرنا، مسّی ملنا، سر میں تیل ڈالنا، کنگھی کرنا، مہندی لگانا، ریشمی اور رنگے ہوئے بہاردار (نئے) کپڑے پہننا، یہ سب باتیں حرام ہیں، البتہ اگر رنگے ہوئے کپڑے بہاردار نہ ہوں (پُرانے ہوں) تو دُرست ہے چاہے جیسا رنگ ہو، مطلب یہ ہے کہ زینت کا کپڑا نہ ہو۔

مسئلہ:- سر دھونا اور نہانا عدّت میں جائز ہے، ضرورت کے وقت کنگھی کرنا بھی دُرست ہے، جیسے کسی نے سر دھویا یا جوں پڑگئی، لیکن پٹی نہ جھکائے، نہ باریک کنگھی سے کنگھی کرے، جس میں بال چکنے ہوجاتے ہیں، بلکہ موٹے دندانے والی کنگھی کرے کہ زینت نہ ہونے پائے۔ (بہشتی زیور و شامی)

مسئلہ:- جس عورت کے پاس سارے ہی کپڑے ایسے ہوں جن سے زینت ہوتی ہے، معمولی کپڑے بالکل نہ ہوں اُسے چاہئے کہ معمولی کپڑے کہیں سے حاصل کر کے پہنے، اگرچہ اس مقصد کے لئے اپنے بڑھیا کپڑے فروخت کرنے پڑیں،

---

(۱) لیکن عدّت اُس پر بھی واجب ہے، یعنی دُوسرا نکاح کرنا عدّت میں جائز نہیں، (درِمختار ج:۲ ص:۸۲۵) اور ایسی عورت کا مرد جب مرجائے تو وہ چار مہینے دس دن عدّت میں نہ بیٹھے، بلکہ تین حیض پورے آنے تک بیٹھے، حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے، اور حمل سے ہو تو بچہ پیدا ہونے تک عدّت رہے گی۔ (بہشتی زیور و درِمختار ج:۲ ص:۸۵۰)

اور جب تک وہ حاصل ہوں وہی زینت والے کپڑے پہنتی رہے، مگر زینت کی نیت نہ کرے۔ (شامی ص:۱۱۵)

مسئلہ:- عدت گزر جانے کے بعد یہ سب پابندیاں ختم ہوجاتی ہیں، دُوسرا نکاح بھی کرسکتی ہے۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ:- شوہر کے علاوہ کسی اور کی موت پر سوگ کرنا جائز نہیں، البتہ اگر شوہر منع نہ کرے تو اپنے عزیز اور رشتہ دار کے مرنے پر بھی تین دن تک بناؤ سنگھار چھوڑ دینا دُرست ہے، اس سے زیادہ بالکل حرام ہے، اور اگر شوہر منع کرے تو تین دن بھی نہ چھوڑے۔ (بہشتی زیور حصۂ چہارم)

حدیث شریف:- نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کسی مؤمن کے لئے جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ منائے، سوائے بیوہ کے کہ (شوہر کی موت پر) اس کے سوگ کی مدّت (جبکہ وہ حمل سے نہ ہو) چار مہینے دس دن ہے۔ (ترمذی، ابوب الطلاق و بخاری)

علاج کے طور پر زینت کی چیزیں استعمال کرنا

مسئلہ:- سر میں درد ہونے یا جوں پڑجانے کی وجہ سے تیل ڈالنے کی ضرورت پڑے تو جس میں خوشبو نہ ہو وہ تیل ڈالنا دُرست ہے۔

(بہشتی زیور وامداد الفتاویٰ ج:۲ ص:۴۵۰)

مسئلہ:- جس عورت کو سر میں تیل ڈالنے کی ایسی عادت ہو کہ نہ ڈالنے سے ظنِ غالب یہ ہے کہ درد ہوجائے گا، وہ بھی بغیر خوشبو کا تیل درد کے خوف سے ڈال سکتی ہے، اگرچہ ابھی درد شروع نہ ہوا ہو۔ (ہدایہ ج:۲ و عالمگیری)

مسئلہ:- دوا کے لئے سرمہ لگانا بھی ضرورت کے وقت دُرست ہے، لیکن رات کو لگائے اور دن کو پونچھ ڈالے۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ:- ریشم کا کپڑا اگر خارش وغیرہ کے علاج کے طور پر پہننے کی ضرورت

پڑ جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے، پھر بھی زینت کے ارادہ سے نہ پہنے۔ (ہدایہ ج:۲)

مجبوری میں گھر سے نکلنا

شوہر کے انتقال کے وقت جس گھر میں عورت کی مستقل[1] رہائش تھی اسی گھر میں عدّت پوری کرنا واجب ہے، باہر نکلنا جائز نہیں، البتہ اگر وہ اتنی غریب ہے کہ اس کے پاس گزارے کے موافق خرچ نہیں تو اسے ملازمت یا مزدوری کے لئے پردے کے ساتھ باہر جانا دن میں جائز ہے، لیکن رات کو اپنے ہی گھر میں رہا کرے، اور دن میں بھی کام سے فارغ ہوتے ہی واپس آجائے، مزید وقت گھر سے باہر گزارنا جائز نہیں۔ (بہشتی زیور، امداد الفتاویٰ، شامی)

مسئلہ:- عدّت میں سفر بھی جائز نہیں، خواہ حج کا سفر ہو یا غیرِ حج کا۔

(امداد الفتاویٰ ج:۲ ص:۴۲۸)

مسئلہ:- عدّت میں اگر بیوہ کی ملازمت، مزدوری ایسی ہے کہ اُس میں رات کا بھی کچھ حصہ خرچ ہوجاتا ہے تو یہ بھی جائز ہے، لیکن رات کا اکثر حصہ اپنے ہی گھر میں گزرنا چاہئے۔ (درِمختار و شامی)

مسئلہ:- جس بیوہ کے پاس عدّت میں گزارنے کے لئے خرچ موجود ہو، اُسے دن میں بھی گھر سے نکلنا جائز نہیں۔ (درِمختار ج:۲ ص:۸۵۴)

عدّت میں مجبوراً سفر کرنا پڑے

مسئلہ:- جس عورت کی کوئی زرعی زمین، باغ، جائیداد یا تجارت ایسی ہو کہ اس کے انتظام اور دُرستگی کے لئے خاص اسی کا جانا ضروری ہو، کوئی اور شخص ایسا نہ ہو جو عدّت میں یہ کام کردے تو ایسی مجبوری میں بھی اس کا گھر سے نکلنا پردے کے ساتھ جائز ہے، لیکن رات اپنے ہی گھر میں گزارے اور اس کام سے فارغ ہوتے ہی

---

(۱) یعنی جس گھر کو اس کے رہنے کا گھر سمجھا جاتا تھا، فی الهداية: تعتد فی المنزل يضاف اليها بالسكنٰى حال وقوع الفرقة او الموت. (امداد الفتاویٰ ج:۲ ص:۴۲۷)

گھر واپس آجائے۔ (درِمختار وشامی)

اگر وہ زمین اس شہر سے دُور ہے اور وہاں جانے کے لئے سفر کرنا پڑتا ہے تو محرم کے ساتھ وہاں بھی جتنے دن کے لئے ضروری ہو جاسکتی ہے۔

(امداد الفتاویٰ ج:۲ ص:۴۲۹)

مسئلہ:- عدّتِ وفات میں اگر عورت بیمار ہو اور گھر پر معالج کو بلانا یا علاج کرانا ممکن نہ ہو تو معالج کے پاس جانا یا مجبوری میں ہسپتال میں داخل ہو جانا بھی جائز ہے، اگر علاج یا تشخیص اس بستی میں ممکن نہیں تو اس غرض س دُوسرے شہر جانا بھی جتنے دن کے لئے ضروری ہو جائز ہے، لیکن وہ دُوسرا شہر مسافتِ سفر پر ہو تو محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج:۲ ص:۴۲۸)

عدّت میں مجبوراً دُوسرے گھر منتقل ہونا

مسئلہ:- شوہر کے انتقال کے وقت جس گھر میں رہا کرتی تھی اگر وہ کرایہ کا مکان تھا اور کرایہ ادا کرنے کی قدرت ہے تو کرایہ دیتی رہے، اور عدت ختم ہونے تک وہیں رہے، اور اگر کرایہ دینے کی قدرت نہیں تو وہاں سے قریب ترین جگہ جہاں اس کی رہائش، جان و مال اور آبرو کی حفاظت اور پردہ کے ساتھ ممکن ہو منتقل ہو جائے، بلاضرورت دُور کے مکان میں منتقل نہ ہو، جس گھر میں منتقل ہو بقیہ عدّت وہیں گزارے۔ (درِمختار وشامی ج:۲ ص:۸۵۴)

مسئلہ:- شوہر کے انتقال کے وقت جس گھر میں رہا کرتی تھی اگر وہ مکان شوہر کی ملکیت تھا مگر اب وارثوں میں تقسیم ہوگیا اور بیوہ کے حصۂ میراث میں جتنا مکان آیا وہ رہائش کے لئے کافی نہیں اور بقیہ وارث اپنے حصے میں اُسے رہنے نہیں دیتے یا کافی تو ہے مگر جن لوگوں سے اُسے شرعاً پردہ کرنا چاہئے وہ بھی وہیں رہتے ہیں اور پردہ کرنے نہیں دیتے تو اس صورت میں بھی وہ کسی اور قریب ترین مکان میں جو جان و مال، آبرو اور پردے کی حفاظت کے ساتھ رہائش کے لئے کافی ہو منتقل ہوسکتی

ہے، بقیہ عدّت وہاں گزارے۔ (درمختار وشامی وہدایہ)

مسئلہ:- عدّت کا مکان اگر منہدم ہوجائے یا منہدم ہوجانے کا خوف ہو یا وہاں آبرو، جان، مال یا صحت کے تلف ہوجانے کا قوی اندیشہ ہو یا جن لوگوں سے شرعاً پردہ ہونا چاہئے وہاں ان سے پردہ ممکن نہ ہو تو ان سب صورتوں میں بھی عورت اس مکان سے منتقل ہوسکتی ہے۔ (امداد الفتاویٰ، شامی، درمختار)

مسئلہ:- عدّت کے مکان میں عورت اگر تنہا ڈرتی ہے اور کوئی قابلِ اطمینان شخص ساتھ رہنے والا نہیں تو اگر ڈر اتنا شدید ہے کہ برداشت نہیں کرسکتی تو اس صورت میں بھی اس مکان سے رہائش منتقل کرسکتی ہے، اگر ڈر اتنا شدید نہ ہو تو منتقل ہونا جائز نہیں۔

اسی طرح اگر عدّت کا مکان آسیب زدہ ہو اور عورت آسیب سے اتنا ڈرتی ہو کہ برداشت نہیں ہوتا یا آسیب کا کوئی کھلا ہوا ضرر ہے تو اس صورت میں بھی دُوسرے مکان میں سکونت کا منتقل کرنا جائز ہے، ورنہ جائز نہیں۔

(امداد الفتاویٰ ج:۲ ص:۴۴۳)

مسئلہ:- اُوپر جن مسائل میں عدّت کے گھر سے منتقل ہونے کو جائز لکھا گیا ہے اُن سب میں یہ ضروری ہے کہ عورت وہاں سے ایسے قریب ترین مکان میں منتقل ہو جہاں اس کی رہائش، جان و مال و آبرو اور پردے کی حفاظت کے ساتھ ہوسکے، بلاضرورت دُور کے مکان میں منتقل نہ ہو، اور جس گھر میں منتقل ہو بقیہ عدّت وہیں گزارے، اب اس گھر کا وہی حکم ہوگا جو اصلِ گھر کا تھا کہ یہاں سے مجبوری کے بغیر نکلنا جائز نہیں۔ (درمختار وشامی ج:۲ ص:۸۵۴)

آپس کی ناچاقی عذر نہیں

اگر عورت اور ساس میں سخت ناچاقی ہے کہ ساتھ رہنا مشکل ہے تو صرف اس وجہ سے دُوسرے گھر میں منتقل ہونا جائز نہیں، ناچاقی سے اگرچہ تکلیف تو ضرور

ہوگی لیکن یہ ایسی تکلیف نہیں جسے عدّت میں برداشت نہ کیا جاسکے۔

(امداد الفتاویٰ ج:۲ ص:۴۴۸)

شوہر کے انتقال کے وقت عورت سفر میں ہو تو عدّت کہاں گزارے؟

شوہر کے انتقال کے وقت عورت اگر سفر میں ہو تو عدّت کہاں گزارے؟ اس مسئلہ میں شرعی حکم مختلف صورتوں کا الگ ہے، جس کی تفصیل یہ ہے[1]:-

ا:- اگر وہ شوہر کے انتقال کے وقت (یا انتقال کی خبر ملنے کے وقت) راستہ ہی میں کہیں تھی، خواہ کسی بستی میں ہو یا غیر آباد جگہ میں، تو دیکھیں کہ یہاں سے اس کی اپنی بستی کتنے فاصلے پر ہے؟ اگر فاصلہ ''مسافتِ[2] سفر'' سے کم ہے تو فوراً اپنی بستی میں واپس آجائے، خواہ کوئی محرم ساتھ ہو یا نہ ہو، اور خواہ وہ بستی جہاں جانے کے لئے سفر کیا تھا[3] وہ ''مسافتِ سفر'' پر ہو یا اس سے کم مسافت پر۔[4]

(ہدایہ، عنایہ، فتح القدیر ج:۳ ص:۲۹۹، درمختار و شامی ج:۲ ص:۸۵۶)

۲:- اور اگر وہاں سے اپنی بستی مسافتِ سفر پر ہے اور منزلِ مقصود اس سے کم مسافت پر تو سفر جاری رکھے اور منزلِ مقصود پر پہنچ کر وہیں عدّت پوری کرے، محرم ساتھ ہو یا نہ ہو۔ (درمختار و شامی و ہدایہ)

---

(۱) شوہر اس کے ساتھ ہو یا نہ ہو دونوں حالتوں میں تفصیل وہی ہے جو آگے آرہی ہے۔ (درمختار، شامی، ہدایہ، فتح القدیر)

(۲) مسافتِ سفر سے مراد اتنی مسافت ہے جس کی وجہ سے آدمی شرعاً مسافر سمجھا جاتا ہے اور نماز قصر کی جاتی ہے، میدانی علاقوں میں یہ مسافت اڑتالیس میل (انگریزی) کی ہوتی ہے۔ (اوزانِ شرعیہ)

(۳) آگے اس بستی کے لئے ہم ''منزلِ مقصود'' کا لفظ استعمال کریں گے۔ رفیع

(۴) البتہ بعض فقہاءِ حنفیہ نے فرمایا ہے کہ جب ''منزلِ مقصود'' بھی مسافتِ سفر سے کم پر ہو تو عورت کو اختیار ہے چاہے وہاں جاکر عدّت پوری کرے یا اپنی بستی میں واپس آکر، لیکن اُن کے نزدیک بھی بہتر یہی ہے کہ اپنی بستی میں واپس آجائے۔ (شامی ج:۲ ص:۸۵۶)

۳:- اور اگر وہاں سے دونوں بستیاں مسافتِ سفر پر ہیں، تو اگر وہ جگہ غیر آباد ہے جہاں رہائش نہیں ہوسکتی تو اختیار ہے چاہے اپنی بستی میں واپس آجائے یا منزلِ مقصود پر پہنچ کر عدّت پوری کرے، لیکن اپنی بستی میں واپس آجانا زیادہ بہتر ہے، خواہ کوئی محرم ساتھ ہو یا نہ ہو۔

البتہ اگر اپنی بستی یا منزلِ مقصود کے راستے میں کوئی ایسی بستی ہو جہاں جان و مال اور آبرو کی حفاظت کے ساتھ قیام ہوسکتا ہے یا شوہر کے انتقال کے وقت ہی وہ ایسی بستی میں تھی تو وہیں رہ کر عدّت پوری کرے، خواہ محرم ساتھ ہو یا نہ ہو۔[1]

(درمختار، شامی، ہدایہ، فتح القدیر)

عدّت میں کوتاہیاں اور غلط رسمیں

اس زمانے میں تقلیدِ مغرب کی ایک لعنت یہ بھی ہے کہ بیوہ اور وہ عورتیں جن کو طلاق ہوگئی ہو عدّت میں نہیں بیٹھتیں، کھلے عام گھر سے باہر آنا جانا، بازار جانا اور شادیوں اور تقریبات میں شرکت کرنا ہوتا رہتا ہے، اور اس حکمِ شرعی کی قطعاً کوئی پروانہیں کی جاتی، یہ سخت غلطی اور گناہِ کبیرہ ہے، اس سے توبہ کریں اور عدّت میں بیٹھنے کے حکم کی تعمیل کریں۔ اسی طرح اور بھی بہت سی کوتاہیاں اور غلط رسمیں آج کل عدّت میں اور عدّت کے بعد رائج ہوگئی ہیں جن سے بچنا ضروری ہے، یہاں اُن میں سے خاص خاص لکھی جاتی ہیں۔

---

(۱) یہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے، امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ: اگر محرم ساتھ ہو تب تو یہی حکم ہے کہ اس بستی میں عدّت پوری کرے، اور اگر محرم نہ ہو تو عورت کو اختیار ہے چاہے اُسی بستی میں عدّت پوری کرے یا اپنی بستی میں واپس آکر، ان حضرات کا یہ اختلاف صرف اسی آخری صورت میں ہے، پچھلی تمام صورتوں میں محرم ساتھ ہو یا نہ ہو بالاتفاق وہی حکم ہے جو وہاں لکھا گیا ہے۔ (شامی، درمختار، فتح القدیر)

شوہر کے انتقال پر بیوہ کی چوڑیاں توڑنا

پیچھے ''سوگ'' کے بیان میں معلوم ہو چکا ہے کہ عدّت میں چوڑیاں بھی خواہ کانچ کی ہوں پہننا جائز نہیں، لیکن عورتوں میں جو رسم ہے کہ شوہر کے انتقال پر بیوہ کی چوڑیاں اُتارنے کی بجائے توڑ ڈالتی ہیں یا وہ خود ہی توڑ ڈالتی ہے، یہ ہندوؤں کی رسم ہے، اور مالی نقصان ہونے کی وجہ سے اِسراف بھی ہے، لہٰذا توڑی نہ جائیں بلکہ اُتار لی جائیں، تاکہ بیوہ عدت کے بعد پہن سکے، البتہ اگر اُتارنے میں کچھ تکلیف اور دُشواری ہو تو مجبوراً توڑ دی جائیں۔ (امداد الفتاویٰ ج:۲ ص:۴۵۱)

عدّت میں گھر سے بلا عذرِ شرعی نکلنا

بعض عورتیں عدت میں بیٹھ جاتی ہیں، لیکن پھر معمولی معمولی عذر پیش آنے پر گھر سے باہر نکل جاتی ہیں، مثلاً شادی بیاہ کی تقریب میں یا اسی قسم کی دیگر تقریبات میں، گھر میں مردوں کے ہوتے ہوئے دوا دارو، اشیاءِ خوردنی اور دیگر کاموں کے لئے، حالانکہ اِن اعذار کی بناء پر عدت سے نکلنا اور باہر آنا جائز نہیں، جس جس عذر سے باہر نکلنا جائز ہے اُن کا تفصیلی بیان پیچھے آچکا ہے، کوئی اور عذر پیش آجائے اور باہر نکلنا ناگزیر ہو تو معتبر علماء سے مسئلہ دریافت کرلیں، اگر وہ اجازت دیں تو نکلیں، ورنہ نہیں۔

بلا عذر عدّت میں نکلنے سے عدّت ٹوٹنا

بعض ناواقف حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ اگر بیوہ عدّت میں بغیر کسی عذر کے گھر سے باہر آجائے تو ازسرِنو عدّت واجب ہوگی، پہلی عدّت ٹوٹ گئی، یہ بالکل غلط بات ہے، اس طرح عدّت نہیں ٹوٹتی البتہ بلا عذرِ شرعی عدّت میں گھر سے نکلنا جائز نہیں، بڑا گناہ ہے۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت)

عدّت میں زیب و زینت کی اشیاء استعمال کرنا

بعض عورتیں عدّت میں بناؤ سنگھار کی اشیاء استعمال کرتی ہیں اور کچھ خیال نہیں کرتیں کہ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ عدت میں میک اَپ، تیل، خوشبو، بناؤ سنگھار، کنگھی، سرمہ، سرخی، مہندی، بھڑکدار کپڑے اور آرائش و زیبائش کی تمام اشیاء استعمال کرنا حرام ہے، جس کی تفصیل پیچھے سوگ کے بیان میں آچکی ہے۔

عدّت میں نکاح یا منگنی کرنا

ایک کوتاہی عام طور پر یہ ہوتی ہے کہ بعض لوگ عدّت کے اندر بیوہ سے نکاح کر لیتے ہیں، عدّت پوری ہونے کا انتظار نہیں کرتے، پھر بعض لوگ اپنے نزدیک بڑی احتیاط کرتے ہیں کہ نکاح کو تو جائز سمجھتے ہیں مگر اس سے صحبت نہیں کرتے اور میاں بیوی والے تعلقات نہیں رکھتے، یاد رکھنا چاہئے کہ عدّت کے اندر نکاح جائز نہیں، اگر کرلیا تو منعقد نہیں ہوگا، بلکہ عدّت میں تو منگنی کرنا اور کھلے الفاظ میں پیغامِ نکاح دینا بھی جائز نہیں، قرآنِ کریم میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

(اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۲ ص:۶۲)

عدّت میں احتیاطاً کچھ دن بڑھانا

ایک عام غلطی یہ ہے کہ اگر بیوہ کی عدّت چار مہینے دس دن ہے، اس میں اگر ایک یا دو مہینے اُنتیس کے ہوں تو اس کمی کے بدلہ میں دس دن عدّت میں اور بڑھا دیتے ہیں، یہ غلط ہے، عدّت کا حساب خوب یاد رکھنا چاہئے۔

(اصلاحِ انقلابِ اُمت)

عدّت سے نکالنے کے لئے عورتوں کا اجتماع

جب کوئی عورت بیوہ ہوجائے تو ختمِ عدّت پر رسم چھ ماہی ادا کی جاتی ہے، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بیوہ کے یہاں عدّت کے ختم پر بہت سی عورتیں جمع ہوتی

ہیں اور یوں کہتی ہیں کہ اس کو عدّت سے نکالنے کے لئے آئی ہیں، اور بعض عورتیں عدّت سے نکلنے کے لئے یہ ضروری سمجھتی ہیں کہ عورت عدّت والے گھر سے نکل کر دُوسرے گھر جائے، اور اس کا بڑا اہتمام کرتی ہیں، یہ دونوں باتیں غلط ہیں، بیوہ کی عدّت کے جب چار ماہ دس دن گزر جائیں یا وضعِ حمل ہوجائے تو وہ عدّت سے خودبخود نکل جاتی ہے، خواہ اسی گھر میں رہے۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت)

عدّت کے بعد بیوہ کے نکاح کو عیب سمجھنا

ایک بڑی خطرناک خرابی جو ہندوؤں کی جاہلانہ رسم ہے اور بہت سے مسلم خاندانوں میں آگئی ہے، یہ ہے کہ بعض عورتیں جن کے شوہر کا انتقال ہوگیا ہو یا جن کو طلاق ہوگئی ہو وہ عدّت کے بعد بھی نکاحِ ثانی کو عیب سمجھتی ہیں، حالانکہ قرآنِ کریم نے عدّت کے بعد نکاحِ ثانی کی ترغیب دلائی ہے اور جو لوگ اس سے روکتے ہوں انہیں پُرزور انداز میں تنبیہ فرمائی ہے کہ ہرگز اُن کو نکاحِ ثانی سے نہ روکیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہراتؓ بھی حضرت عائشہؓ کے سوا کوئی کنواری نہ تھیں، بلکہ ان میں سے اکثر بیوہ اور بعض مطلقہ تھیں، صحابہ کرامؓ بھی اسی پر عمل پیرا رہے۔

ایسا مبارک عمل جس کی ترغیب قرآن نے دی، جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے مسلسل عمل فرمایا اُسے عیب سمجھنا سخت جہالت ہے، خطرناک گمراہی ہے، بعض عورتیں تو اس معاملے میں ایسی باتیں زبان سے کہہ ڈالتی ہیں جو کفر کی حد تک پہنچ جاتی ہیں۔

بعض عورتیں عیب تو نہیں سمجھتیں لیکن بے نکاح رہنے کو زیادہ عزت کی بات سمجھتی ہیں، یہ بھی گمراہی ہے جو کفر تو نہیں مگر اس کے قریب ہے، ورنہ کامل مسلمان کیا وجہ کہ خلافِ سنت کو زیادہ اعزاز کا سبب سمجھے۔

بہرحال! اس بیہودہ رسم سے مسلمانوں کو پرہیز لازم ہے، حتی الامکان بیوہ کا نکاح عدّت کے بعد کردینا ہی مناسب ہے، بلکہ اس کا نکاح تو کنواری کے نکاح سے

بھی زیادہ اہم ہے، کیونکہ پہلے تو وہ خالی الذہن تھی کہ نکاح کے فوائد کا تجربہ نہ تھا، اب تو وہ فوائد اس کے تجربہ میں آچکے ہیں، اس حالت میں اگر اس کا نکاح نہ کیا جائے گا تو پراگندہ خیالات اور حسرتوں کا اس پر ہجوم ہو جائے گا، جس سے کبھی صحت، کبھی آبرو، کبھی دین اور کبھی سب کچھ برباد ہو جاتا ہے۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۲ ص:۴۱،۴۲)

بعض بیوہ عورتیں نکاح کرنا بھی چاہتی ہیں تو خاندان کے لوگ اُسے روکتے اور عار دلاتے ہیں، یاد رکھنا چاہئے کہ انہیں نکاح سے روکنا یا عار دلانا سخت گناہ اور حرام ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے پوچھا تھا وہ راضی نہیں ہوتی، حالانکہ پوچھنے پر بیوہ جو انکار کرتی ہے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ جانتی ہے کہ اگر میں ایک دَم سے راضی ہو جاؤں گی تو خاندان کے لوگ یوں کہیں گے کہ یہ تو منتظر ہی بیٹھی تھی، خاوند کو ترس رہی تھی، اس میں بدنامی ہوگی، اس خوف سے وہ بیچاری انکار کر دیتی ہے، خاندان کے لوگوں کو چاہئے کہ اس کو اچھی طرح نکاح کی مصلحتیں بتائیں، اندیشے دُور کریں اور اہتمام سے گفتگو کریں، اگر اس پر بھی وہ راضی نہ ہو تو یہ لوگ معذور ہیں۔

(اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۲ ص:۴۲)

البتہ اگر کوئی بچے والی ہو اور عمر بھی ڈھل گئی ہو اور کھانے پینے، رہنے پہننے کے مصارف کا بھی انتظام ہو اور وہ نکاح سے انکار کرتی ہو اور حالات کا جائزہ لینے سے بھی اس کا شوہر سے بے نیاز ہونا معلوم ہو تو ایسی عورت کے نکاحِ ثانی کی کوشش کرنا ضروری نہیں۔

مسئلہ:- جو بیوہ اس خوف سے کہ بچے ضائع ہو جائیں گے یا اس وجہ سے کہ کوئی اسے قبول نہیں کرتا نکاحِ ثانی نہیں کرتی، وہ معذور ہے، بلکہ بچوں کے ضائع ہو جانے کے خوف سے نکاح نہ کرنا تو باعثِ اجر و ثواب بھی ہے۔

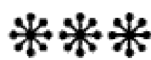
(اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۲ ص:۴۲)

مسئلہ:- اگر طبیعت میں نکاح کا تقاضا ہے اور نکاح کی قدرت بھی ہے اور

شوہر کے حقوق بھی ادا کرسکتی ہے تو نکاح کرنا واجب ہے، نہ کرنے سے گناہ ہوگا، اور اگر تقاضا (شوق اور خواہش) بہت زیادہ ہے کہ نکاح کئے بغیر فعلِ حرام میں مبتلا ہوجانے کا اندیشہ ہے تو نکاح کرنا فرض ہے۔ (ایضاً ص:۳۹، ۴۰)

مسئلہ:- اگر طبیعت میں نکاح کا تقاضا تو نہیں لیکن شوہر کے حقوق ادا کرنے کی قدرت ہے تو اس صورت میں نکاح سنت ہے، قدرت نہیں تو ممنوع ہے۔ (ایضاً)

مسئلہ:- عاقل بالغ عورت اگر کفو میں مہرِ مثل کے ساتھ اپنے نکاح کی بات چیت خود ٹھہرالے اور گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرلے تو نکاح منعقد ہوجائے گا، لیکن ایسا کرنا مذموم ہے، نکاح اس کے اولیاء کے توسط سے ہونا چاہئے، لیکن اگر اولیاء غفلت اور لاپرواہی برتیں، اس کی مرضی کی جگہ نکاح نہ کریں تو عورت کو اپنا نکاح خود کرلینا مذموم نہیں، بشرطیکہ کفو میں ہو، غیر کفو میں کیا تو (فتویٰ اس پر ہے کہ) نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا، اور مہرِ مثل سے کم پر اولیاء کی اجازت کے بغیر کیا تو وہ تنسیخِ نکاح کا دعویٰ کرسکتے ہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج:۲ ص:۱۸۹ مع حاشیہ)



بابِ ہفتم

* میّت کا ترکہ اور اس کی تقسیم
* ترکہ سے تجہیز و تکفین کے مصارف
* قرضوں کی ادائیگی
* جائز وصیتوں کی تعمیل
* مرض الموت کی تشریح اور اس کے خاص اَحکام
* وصی کا بیان
* وارثوں پر میراث کی تقسیم

ترکہ اور اُس کی تقسیم

مرنے والا انتقال کے وقت اپنی ملکیت میں جو کچھ منقولہ وغیرمنقولہ مال و جائیداد، نقد روپیہ، زیورات، کپڑے اور کسی بھی طرح کا چھوٹا بڑا سامان چھوڑتا ہے خواہ سوئی دھاگہ ہی ہو، از رُوئے شریعت وہ سب اس کا ''ترکہ'' ہے، انتقال کے وقت اس کے بدن پر جو کپڑے ہوں وہ بھی اس میں داخل ہیں، نیز میّت کے جو قرضے کسی کے ذمہ رہ گئے ہوں اور میّت کی وفات کے بعد وصول ہوں وہ بھی اُس کے ترکہ میں داخل ہیں۔

میّت کے کل ترکہ میں ترتیب وار چار حقوق واجب ہیں، اُن کو شرعی قاعدے کے مطابق ٹھیک ٹھیک ادا کرنا وارثوں کی اہم ذمہ داری ہے، یہاں تک کہ اگر میّت کی جیب میں ایک الائچی بھی پڑی ہو تو کسی شخص کو یہ جائز نہیں کہ سب حقداروں کی اجازت کے بغیر اُس کو منہ میں ڈال لے، کیونکہ وہ ایک آدمی کا حصہ نہیں، وہ چار حقوق یہ ہیں:-

۱:- تجہیز و تکفین۔

۲:- دَین اور قرض، اگر میّت کے ذمہ کسی کا رہ گیا ہو۔

۳:- جائز وصیت اگر میّت نے کی ہو۔

۴:- وارثوں پر میراث کی تقسیم۔

یعنی ترکہ میں سب سے پہلے تجہیز و تکفین اور تدفین کے مصارف ادا کئے جائیں، پھر اگر کچھ ترکہ بچے تو میّت کے ذمہ جو لوگوں کے قرضے ہوں وہ سب ادا کئے جائیں، اس کے بعد اگر کچھ ترکہ باقی رہے تو اس کے ایک تہائی کی حد تک میّت کی جائز وصیت پر عمل کیا جائے، اور بقیہ دو تہائی بطورِ میراث سب وارثوں کو شرعی حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے، اگر میّت کے ذمہ نہ کوئی قرض تھا، نہ اس نے ترکہ کے متعلق کچھ وصیت کی تھی تو تجہیز و تکفین اور تدفین کے بعد جو ترکہ بچے وہ سب کا سب

وارثوں کا ہے، جو شریعت کے مقرر کردہ حصوں کے مطابق اُن میں تقسیم ہوگا، مذکورہ بالا چاروں حقوق کی تفصیل مستقل عنوانات کے تحت آگے بیان ہوگی۔

وہ چیزیں جو ترکہ میں داخل نہیں

ان چاروں حقوق کی تفصیل سے پہلے یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ میّت کے پاس جو چیزیں ایسی تھیں کہ شرعاً وہ ان کا مالک نہ تھا، اگرچہ وہ بلاتکلف اُن کو مالکوں کی طرح استعمال کرتا رہا ہو، وہ اس کے ترکہ میں داخل نہ ہوں گی، ایسی سب اشیاء اُن کے اصل حقداروں کو واپس کی جائیں، تجہیز و تکفین وغیرہ میں اُن کا خرچ کرنا جائز نہیں، مثلاً:-

۱:- جو چیزیں میّت نے کسی سے عاریت (عارضی طور پر مانگی ہوئی) لی تھیں یا کسی نے اس کے پاس امانت رکھ دی تھیں وہ ترکہ میں داخل نہ ہوں گی، ایسی سب چیزیں اُن کے مالکوں کو واپس کی جائیں۔ (مفید الوارثین ص:۲۷)

۲:- اگر میّت نے کسی کی کوئی چیز زبردستی یا چوری یا خیانت کرکے رکھ لی تھی تو وہ بھی ترکہ میں داخل نہیں، اس کے مالک کو واپس کی جائے۔ (مفید الوارثین ص:۲۸)

۳:- اگر میّت نے مرض الموت[۱] سے پہلے اپنی کوئی چیز ہبہ کردی، یعنی کسی کو تحفہ یا ہدیہ میں دے دی تھی اور اس پر لینے والے کا قبضہ بھی کرادیا تھا تو وہ چیز میّت کی مِلک سے نکل گئی اور لینے والا اس کا مالک ہوگیا، لہٰذا میّت کے انتقال کے بعد وہ اس کے ترکہ میں داخل نہ ہوگی، لیکن اگر صرف زبانی یا تحریری طور پر کہا تھا کہ: ''یہ چیز تم کو دیتا ہوں'' یا ''میں نے یہ چیز تمہیں ہبہ کردی ہے'' اور قبضہ نہیں کرایا تھا تو اس کے کہنے یا لکھنے کا کوئی اعتبار نہیں، یہ نہ ہبہ ہوا، نہ وصیت، بلکہ یہ چیز میّت ہی کی مِلک میں رہے گی، اور میّت کے انتقال کے بعد اُس کے ترکہ میں داخل ہوگی۔

(بہشتی زیور حصہ پنجم ص:۶۰)

---

(۱) یعنی جس بیماری میں میّت کا انتقال ہوا، مرض الموت کی مفصل تشریح وصیت کے بیان کے آخر میں مستقل عنوان کے تحت آئے گی۔ رفیع

اور اگر مرض الموت میں دی تھی اور اس کا قبضہ بھی کرا دیا تھا تو یہ دینا وصیت کے حکم میں ہے، لہٰذا یہ چیز ترکہ میں شمار ہوگی، اور تجہیز و تکفین اور قرضوں کی ادائیگی کے بعد جن شرائط کے ساتھ دُوسری وصیتوں پر عمل ہوتا ہے اس پر بھی ہوگا، اس مسئلہ کی مزید تفصیل وصیت کے بیان میں مستقل عنوان کے تحت آئے گی۔

(بہشتی زیور، مفید الوارثین، شامی)

موت کے بعد وصول ہونے والی پنشن بھی ترکہ میں داخل نہیں

۴:- پنشن جب تک وصول نہ ہوجائے مِلک میں داخل نہیں ہوتی، لہٰذا میّت کی پنشن کی جتنی رقم اس کی موت کے بعد وصول ہو وہ ترکہ میں شمار نہ ہوگی، کیونکہ ترکہ وہ ہوتا ہے جو میّت کی وفات کے وقت اس کی ملکیت میں ہو، اور یہ رقم اُس کی وفات تک اُس کی ملکیت میں نہیں آئی تھی، لہٰذا ترکہ میں جو چار حقوق واجب ہوتے ہیں وہ اس رقم میں واجب نہ ہوں گے، اور میراث بھی اس میں جاری نہ ہوگی، البتہ حکومت (یا وہ کمپنی جس سے پنشن ملی ہے) جس کو یہ رقم دیدے گی وہی اس کا مالک ہوجائے گا، کیونکہ یہ ایک قسم کا انعام ہے، تنخواہ یا اُجرت نہیں، پس اگر حکومت یا کمپنی یہ رقم میّت کے کسی ایک رشتہ دار کی ملکیت کردے تو وہی اس کا تنہا مالک ہوگا اور اگر سب وارثوں کے واسطے دے تو سب وارث آپس میں تقسیم کرلیں گے[1] مگر یہ

---

(۱) أقول الظاهر أنّه يقسّم علٰى قدر سهامهم فى الارث وان لم يكن المال موروثا من الميّت لما فى درالمختار: ان أوصٰى لِوَرَثَةِ فلانٍ فهو للذكرِ مثل حظّ الاُنثيَينِ لأنّه (أى الموصى) اعتبر الوراثة. وقال الشامى تحته: لأن التنصيص على الاسم المشتق يدل علٰى أن الحكم يترتب علٰى مأخذ الاشتقاق فكانت الوراثة هى العلة. زيلعى. ثم قال الشامى: وظاهرهُ ان قوله للذكر مثل حظ الانثيين ليس عامًّا فى جمع الورثة، بل خاص بالأولاد والاخوة والأخوات وفى غيرهم يقسم علٰى قدر فروضهم، وهو المذكور فى الاسعاف والخصاف فى مسائل الاوقاف، والوصيّة اخت الوقف، اُنظر ردالمحتار ج:۵ ص:۲۰۳۔ (رفیع)

تقسیم میراث کی وجہ سے نہ ہوگی، بلکہ یوں سمجھا جائے گا کہ حکومت یا کمپنی نے ان کو یہ انعام اپنی طرف سے دیا ہے۔

نوٹ:- ہر ماہ تنخواہ میں سے وضع کئے ہوئے پراویڈنٹ فنڈ جو کہ موت یا ریٹائر ہونے پر دیئے جاتے ہیں پنشن کے اس حکم میں داخل نہیں ہیں، ان کا حکم معتبر علماء سے دریافت کرکے عمل کریں۔

میّت کی بعض اَملاک بھی ترکہ میں داخل نہیں ہوتیں

یہاں تک کے بیان کا خلاصہ یہ ہوا کہ میّت کے انتقال کے وقت جو کچھ اس کی ملکیت میں تھا وہ سب اُس کا ترکہ ہے، اور جو چیز اُس وقت اس کی ملکیت میں نہیں تھی وہ ترکہ میں داخل نہیں، لیکن اس قانون سے بعض خاص صورتیں مستثنیٰ ہیں، یعنی بعض متعین چیزیں جن کی ذات ہی کے ساتھ کسی اور شخص کا حق وابستہ ہو وہ میّت کی مِلک میں ہونے کے باوجود ترکہ میں داخل نہیں ہوتیں، اس کی دو مثالیں یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

ا:- جو چیزیں میّت نے خرید لی تھی لیکن قیمت ادا نہیں کی تھی اور ہنوز اس شے پر قبضہ بھی نہیں کیا تھا، بلکہ فروخت کرنے والے ہی کے پاس موجود تھی[1]، اور میّت نے اس کے سوا کوئی مال بھی نہیں چھوڑا (جس سے تجہیز وتکفین کے مصارف ادا کرنے کے بعد وہ قیمت ادا کی جاسکے) تو وہ چیز اگرچہ مِلک میّت کی ہوچکی تھی مگر اس کے ترکہ میں داخل نہ ہوگی۔

۲:- اسی طرح جو چیز میّت نے قرض کے بدلے میں رہن (گروی) کردی تھی اور اُس قرض کی ادائیگی کے لئے کوئی مال بھی نہیں چھوڑا تو وہ بھی اگرچہ

---

(۱) اگر میّت نے قبضہ کرلیا تھا اور قیمت ادا نہیں کی تھی تو فروخت کرنے والا اُس شے کو واپس نہیں لے سکتا، یہ ترکہ میں داخل ہوگی اور اس سے تجہیز وتکفین کے مصارف ادا کرنے کے بعد فروخت کرنے والے کو اس کی قیمت قرض کے قاعدے کے مطابق ادا کی جائے گی، قرض کے اَحکام آگے قرض کے بیان میں آئیں گے۔ (رفیع)

میّت کی مِلک تھی مگر اس کے ترکہ میں داخل نہ ہوگی، یعنی جب میّت نے کچھ مال ہی نہیں چھوڑا تو وہ فروخت کرنے والا جس نے اپنی چیز کی قیمت نہیں پائی اور وہ قرض خواہ (مرتہن) جس کا قرض ابھی وصول نہیں ہوا ان چیزوں کو جو اُن کے قبضہ میں موجود ہیں فروخت کرا کے سب سے پہلے اپنا حق لے سکتے ہیں، اِن کا حق ادا ہو جانے کے بعد فروخت شدہ چیز کی قیمت میں سے اگر کچھ باقی رہے تو وہ ترکہ سمجھا جائے گا اور اس میں تجہیز و تکفین، قرض و وصیت اور میراث قاعدے کے مطابق جاری ہوں گے، اور اگر کچھ باقی نہ رہے تو عزیز و رشتہ دار اپنے پاس سے تجہیز و تکفین کریں۔

(دُرِمختار، شامی، مفید الوارثین)

ہم نے یہاں صرف یہ دو مثالیں ذکر کی ہیں، اگر ان سے ملتی جلتی کوئی اور صورت پیش آئے کہ میّت کی کسی خاص اور متعین مملوک چیز میں دُوسرے کا حق لگا ہوا ہو تو کسی محقق عالمِ دین سے پوچھ کر عمل کیا جائے، خود اپنی رائے اور قیاس سے ہرگز عمل نہ فرمائیں، کیونکہ ذرا سے فرق سے (جسے ہر شخص نہیں سمجھ سکتا) حکم بدل جاتا ہے۔

جو چیز زندگی میں کسی کے لئے خاص کردی ہو وہ ترکہ میں داخل ہے

اگر کسی نے زندگی میں اپنی اولاد کی شادی کے لئے نقد روپیہ یا کپڑا اور زیور وغیرہ جمع کیا تھا اور ارادہ تھا کہ اس کو خاص فلاں بیٹے یا بیٹی کی شادی[1] میں خرچ کروں گا یا بیٹی کے جہیز میں دوں گا، مگر تقدیر سے اس شخص کا انتقال ہوگیا اور وہ چیزیں اُس اولاد کو مالکانہ طور پر قبضہ میں نہیں دی تھیں تو یہ سب مال و اسباب ترکہ میں داخل ہوگا، اور اس بیٹے یا بیٹی کا کوئی خاص استحقاق نہ ہوگا بلکہ تجہیز و تکفین، اداءِ قرض اور وصیتوں کی تعمیل کے بعد میراث کے قاعدے کے مطابق اس کا جتنا حصہ بنتا ہے وہی ملے گا۔ (مفید الوارثین)

(۱) اگر یہ صورت کسی نابالغ اولاد کے بارے میں پیش آئے تو اس کا حکم معتبر علماء سے دریافت کرلیں۔

یہ سمجھ لینے کے بعد کہ ترکہ کس کو کہتے ہیں اور اس میں کون سی چیزیں داخل ہیں، اب اُن چار حقوق کی تفصیل سمجھئے جو ترکہ سے متعلق ہیں اور جن میں یہ ترکہ ترتیب وار تقسیم کیا جائے گا۔

۱:- تجہیز و تکفین کے مصارف

میّت کے ترکہ میں سے سب سے پہلے اس کی تجہیز و تکفین کا خرچ لیا جائے مگر یہ کام بہت سیدھے سادے شرعی طریقہ سے سنت کے مطابق کریں (جس کی تفصیل شروع کتاب میں آچکی ہے)، اور کفن بھی میّت کی حیثیت کے مطابق دیں، کپڑا سفید ہونا چاہئے، مگر ایسی قیمت کا ہو جس قیمت کا کپڑا وہ اکثر پہن کر گھر سے باہر نکلتا اور لوگوں سے ملتا تھا، اور مسجد و بازار میں جاتا تھا، نہ اتنی کم قیمت کا گھٹیا کفن دیں جس سے اُس کی تحقیر و تذلیل ہو، نہ اتنا بیش قیمت دیں کہ جس میں اِسراف ہو، اور قرض خواہوں یا وارثوں کے حق میں نقصان آئے، قبر بھی کچی بنائی جائے، خواہ میّت مالدار ہو یا فقیر، غسل دینے یا قبر کھودنے والا اگر اُجرت پر لینا پڑے تو یہ خرچ بھی حسبِ حیثیت متوسط درجہ کا کریں، اگر عام مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ نہ ملے تو قبر کے لئے زمین خرید لی جائے، اس کی قیمت بھی دیگر سامانِ[۱] تجہیز و تکفین کی طرح ترکہ میں سے لے لی جائے۔ (مفید الوارثین ص:۳۳)

مسئلہ:- بڑا چادرہ جو جنازہ کے اُوپر ڈھانپ دیا جاتا ہے کفن میں داخل نہیں[۲]، اور وہ جائے نماز جو کفن کے کپڑے میں سے امام کے لئے بچالی جاتی ہے، کفن سے بالکل زائد اور فضول ہے، لہٰذا اگر میّت کے ترکہ میں اداءِ قرض سے زائد مال نہ ہو یا

---

(۱) تجہیز و تکفین کے کل سامان کی مکمل فہرست کتاب کے شروع میں آچکی ہے، وہ سب سامان خوشبو سمیت ترکہ سے لیا جاسکتا ہے۔ (شامی)

(۲) اس کی تفصیل بھی کتاب کے شروع میں تجہیز و تکفین کے سامان کی فہرست میں بیان ہوچکی ہے، اُسے دوبارہ دیکھ لیا جائے۔ (رفیع)

وارث نابالغ ہوں تو یہ جائے نماز اور چادر بنا کر قرض خواہوں کا یا یتیموں کا نقصان کرنا ہرگز جائز نہیں، سخت ممنوع ہے، بعض ناواقف لوگ اس مسئلہ کو سن کر ہنسیں گے لیکن یہ سن کر اُن کی آنکھیں کھل جائیں گی کہ شریعت کی معتبر کتابوں میں یہاں تک لکھا ہے کہ اگر میّت زیادہ مقروض ہو تو وارثوں پر قرض خواہ جبر کر سکتے ہیں کہ صرف دو ہی کپڑوں میں کفن دیں، یعنی کفنِ مسنون سے بھی ایک کپڑا (کفنی یا ازار) کم کرا سکتے ہیں، پھر ان زائد چادروں اور جانمازوں کی کیا حقیقت ہے؟ (مفید الوارثین ص:۳۳)

مسئلہ:- شریعت کے مطابق تجہیز و تکفین اور تدفین کرنے کے علاوہ اور جو طرح طرح کی رسمیں، فضول خرچی اور بدعتیں اس موقع پر کی جاتی ہیں مثلاً اہلِ میّت کی طرف سے دعوت وغیرہ، ان کے اخراجات ترکہ سے لینا ہرگز جائز نہیں، اسی طرح تعزیت کے لئے آنے والوں کی مہمانداری میں بھی ترکہ کی کوئی چیز خرچ کرنا جائز نہیں، جو شخص ایسا کرے گا خواہ وارث ہو یا غیر وارث تو اس زائد خرچ کا اسے تاوان دینا پڑے گا یا اگر وہ وارث ہے تو اس کے حصہ میراث میں سے منہا کیا جائے گا۔
(مفید الوارثین ص:۳۳)

مسئلہ:- صدقات و خیرات جو بعض ناواقف لوگ میّت کے ترکہ میں سے (ترکہ کی تقسیم سے پہلے) کر دیتے ہیں، مثلاً غلہ، پیسے، کپڑے وغیرہ خیرات کر دیئے جاتے ہیں، یہ ہرگز مصارفِ تجہیز و تکفین میں شمار نہ ہوں گے، بلکہ کرنے والے کے ذمہ تاوان واجب ہوگا، اس معاملہ میں بہت احتیاط کرنی چاہئے، بعض دفعہ میّت کے وارثوں میں چھوٹے چھوٹے قابلِ رحم یتیم بچے ہوتے ہیں یا میّت مقروض ہوتا ہے اور دُوسرے رشتہ دار رسموں کی پابندی اور مالِ مفت دلِ بے رحم سمجھ کر بے جا صرف کرتے ہیں اور آخرت کا عذاب اپنے سر لیتے ہیں، کیونکہ اس سے قرض خواہوں کا یا وارثوں کا حق مارا جاتا ہے، کبھی یہ ہوتا ہے کہ میّت کے سلے ہوئے کپڑے میّت کی طرف سے اللہ واسطے دے دیئے جاتے ہیں، کہیں شوہر مرجاتا ہے اور بیوہ اور نابالغ بچے رہ جاتے ہیں تو بیوہ صاحبہ بے دھڑک اُس کے ترکہ میں سے خیرات کرتی ہیں، یہ خبر نہیں کہ اس

مال میں معصوم بچوں کا حق ہے، اگرچہ وہ اُن کی ماں ہے لیکن اُن کے مال کو بلاضرورت خرچ کرنے کی مختار نہیں، بچے اگر اجازت بھی دے دیں تو اُن کی اجازت شرعاً معتبر نہیں۔

میّت کی طرف سے صدقہ کرنا بلاشبہ بہت پسندیدہ اور باعثِ ثواب ہے اور میّت کو اس کا ثواب پہنچتا ہے، لیکن یہ صدقات اسی وقت پسندیدہ اور نافع ہو سکتے ہیں کہ شریعت کے موافق ہوں، شریعت حکم دیتی ہے کہ حق داروں اور یتیموں کے مال پر ہاتھ صاف مت کرو، بلکہ جس کسی کو توفیق ہو اپنے حلال مال سے صدقہ کرے، اس لئے لازم ہے کہ پہلے ترکہ کی تقسیم شرعی قاعدے کے مطابق کر لی جائے، پھر بالغ وارث اپنے حصے میں سے جو چاہیں دیں، تقسیم سے پہلے ہرگز نہ دینا چاہئے۔

(مفید الوارثین ص:۳۴ و بہشتی زیور)

مسئلہ:- میّت اگر عورت ہو اور اس کا خاوند حیات ہو تو تجہیز و تکفین کا خرچ شوہر کے ذمہ واجب ہے، عورت کے ترکہ میں سے نہ لیا جائے، اگر شوہر نہیں تو حسبِ معمول عورت ہی کے ترکہ میں سے خرچ کیا جائے۔

(شامی ج:۱ ص:۸۱۰، مفید الوارثین ص:۳۶)

مسئلہ:- میّت خواہ مرد ہو یا عورت اگر اس کا کوئی عزیز قریب یا کوئی اور شخص اپنی خوشی سے تجہیز و تکفین اور دفن کا خرچ اپنے پاس سے کرنا چاہے اور وارث بھی اس پر راضی ہوں تو کر سکتا ہے، بشرطیکہ خرچ دینے والا عاقل بالغ ہو، ایسی صورت میں ترکہ سے یہ خرچ نہ لیا جائے۔ (مفید الوارثین ص:۳۵)

مسئلہ:- اگر اتفاق سے درندوں نے قبر اُکھیڑ ڈالی اور کفن ضائع کر کے میّت کو نکال ڈالا یا کفن چور نے میّت کو نکال کر برہنہ ڈال دیا، تو دوبارہ بھی کفن کا خرچ میّت کے ترکہ سے دلایا جائے، ایسی صورت میں غسل و نماز دوبارہ نہیں کیا جاتا۔

(مفید الوارثین ص:۳۵ و شامی)

مسئلہ:- اگر میّت نے مال بالکل نہیں چھوڑا تو تجہیز و تکفین کے مصارف

کس کے ذمہ ہوں گے؟ اس مسئلہ کی پوری تفصیل ہم کتاب کے شروع میں مستقل عنوان کے تحت بیان کر چکے ہیں، وہاں دیکھ لی جائے۔

مسئلہ:- ترکہ میں جو چار حقوق ترتیب وار واجب ہوتے ہیں ان میں سب سے اوّل تجہیز و تکفین ہے، اگر تجہیز و تکفین کے خرچ سے کچھ بھی نہ بچا تو نہ قرض خواہوں کو کچھ ملے گا، نہ وصیت میں خرچ ہوسکتا ہے، نہ وارثوں کو میراث میں کچھ مل سکتا ہے۔ (مفید الوارثین ص:۳۶)

۲:- قرضوں کی ادائیگی

تجہیز و تکفین اور تدفین کے مصارف ادا کرنے کے بعد سب سے اہم کام لوگوں[1] کے اُن قرضوں کی ادائیگی ہے جو میّت کے ذمہ رہ گئے ہیں، اگر میّت نے بیوی کا مہر ادا نہیں کیا تھا تو وہ بھی قرض ہے، اور اس کی ادائیگی بھی ایسی ہی ضروری و لازم ہے جیسی دُوسرے قرضوں کی، غرض تجہیز و تکفین اور تدفین کے بعد جو ترکہ بچے اس میں سب سے پہلے میّت کے تمام قرضے ادا کرنا فرض ہے، چاہے اُس نے قرضے ادا کرنے کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو، اور چاہے اس کا یہ باقی ماندہ سارا ترکہ قرضوں ہی کی ادائیگی میں ختم ہوجائے، اگر قرضوں کی ادائیگی کے بعد کچھ ترکہ بچا تب تو میّت کی وصیت میں بھی شرعی قاعدے کے مطابق خرچ کیا جائے گا اور ان وارثوں کو بھی اُن کے حصے ملیں گے، اور کچھ بھی نہ بچا تو نہ وصیت میں خرچ کیا جاسکے گا، نہ وارثوں کو کچھ ملے گا، کیونکہ شریعت میں قرضوں کی ادائیگی وصیت اور میراث پر بہرحال مقدم ہے۔

(مفید الوارثین ص:۳۶ تا ۵۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض کے متعلق نہایت سخت تاکید اور تنبیہ

---

(۱) یعنی یہ مخلوقِ خدا کے قرضوں کا بیان ہے، اللہ تعالیٰ کے قرضے جو میّت کے ذمہ رہ گئے ہوں، مثلاً قضاء نمازوں، روزوں کا فدیہ، زکوٰۃ، حج اور نذر وغیرہ تو ان کا حکم مستقل عنوان کے تحت آگے آئے گا۔ رفیع

فرمائی ہے، جو لوگ اپنے ذمہ قرض چھوڑ جاتے اور اس کی ادائیگی کے لئے ترکہ میں مال بھی نہ چھوڑتے، تو رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں کی نمازِ جنازہ خود نہ پڑھاتے تھے بلکہ صحابہ کرامؓ سے فرمادیتے کہ: تم لوگ نماز پڑھ دو، اور اپنی دُعا و نماز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو محروم رکھتے تھے۔

حدیث:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب (نمازِ جنازہ کے لئے) ایسا میّت لایا جاتا جو مقروض تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت فرماتے کہ: کیا اس نے اپنا قرض ادا کرنے کے لئے مال چھوڑا ہے؟ اگر بتایا جاتا کہ اس نے اتنا مال چھوڑا ہے کہ قرض ادا کرنے کے لئے کافی ہے تو اُس پر نمازِ (جنازہ) پڑھتے، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ سے فرمادیتے کہ: اس پر تم نماز پڑھ دو۔ (صحیح مسلم ج:۲ ص:۳۵)

حالانکہ اُن لوگوں کا قرض بھی کچھ حد سے زیادہ نہ ہوتا تھا، اور وہ ضرورت ہی میں قرض لیتے تھے، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر سختی فرماتے تھے، آج فضول رسموں اور بے جا خرچوں کے واسط لوگ بڑے بڑے قرضے لیتے ہیں اور مرجاتے ہیں اور وارث بھی کچھ فکر نہیں کرتے۔

حدیث:- صحیح حدیث میں ارشاد ہے کہ: مؤمن کا جب تک قرض ادا نہ کردیا جائے اُس کی رُوح کو (ثواب یا جنت میں داخلہ سے) روکا جاتا ہے، ایک شخص نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! میرے بھائی کا انتقال ہوگیا اور چھوٹے بچے چھوڑ گیا ہے، کیا میں اُن پر مال خرچ کروں (اور قرض ادا نہ کروں؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تمہارا بھائی قرض کی وجہ سے مقید ہے، قرض ادا کرو۔

(مفید الوارثین ص:۴۰ بحوالہ مشکوٰۃ)

مسئلہ:- اگر تجہیز و تکفین اور تدفین کے بعد باقی ماندہ ترکہ تمام قرضوں کی ادائیگی کے لئے کافی ہے تو بلا کسی فرق کے تمام قرضے ادا کردیئے جائیں، اور اگر کافی نہیں اور قرض صرف ایک ہی شخص کا ہے تو جتنا ترکہ تجہیز و تکفین اور تدفین سے بچا ہے

وہ سب اس کو دے دیا جائے، باقی کو وہ اگر چاہے تو معاف کردے یا آخرت پر موقوف رکھے۔ (مفید الوارثین ص:۳۸)

مسئلہ:- اگر تجہیز وتکفین اور تدفین کے بعد بچا ہوا ترکہ قرضوں کی ادائیگی کے لئے کافی نہیں اور قرض کئی آدمیوں کا ہے تو وہ اُن میں کتنا کتنا کس طرح تقسیم ہوگا؟ اور کس قسم کے قرض کو دُوسرے قرض پر مقدم کیا جائے گا؟ اس میں بہت تفصیل ہے، بوقتِ ضرورت کسی صاحبِ فتویٰ مستند عالمِ دین کو پوری[1] صورتِ حال بتا کر مسئلہ معلوم کرلیا جائے یا کتاب ''مفید الوارثین'' کا بغور مطالعہ کیا جائے، اس میں پوری تفصیل موجود ہے۔

مسئلہ:- اگر تجہیز وتکفین اور تدفین کے بعد ترکہ بالکل نہ بچا یا اتنا تھوڑا بچا کہ سب قرضے اُس سے ادا نہ ہوسکے تو باقی قرضوں کا ادا کرنا وارثوں کے ذمہ واجب نہیں، ہاں! محبت کا تقاضا اور بہتر و پسندیدہ یہی ہے کہ جتنا ہوسکے میّت کی طرف سے قرضے ادا کرکے اس کو راحت پہنچائیں، اگر کوئی شخص ادا نہ کرے تو قرض خواہ دُوسرے عالم میں انصافِ خداوندی کے منتظر رہیں، جہاں ہر شخص کو اس کا حق دلایا جائے گا اور جس کے ذمہ حق رہ گیا ہے اُس کی نیکیاں حقداروں کو دلوائی جائیں گی، لیکن حقداروں کے لئے بھی بہتر یہ ہے کہ وہ اپنا حق معاف کردیں، اس معافی کی وجہ سے اُن کو اتنا بڑا ثواب حاصل ہوگا کہ اگر روزِ جزاء میں مقروض کی نیکیاں بھی اُن کو دلوادی جائیں تو بھی اتنا بڑا ثواب نہ ہوگا، قرض کو معاف کردینے اور مفلس مقروض کو مہلت دینے کی بہت بڑی فضیلت قرآن وحدیث سے ثابت ہے، لہٰذا معاف کردینا سب سے بہتر ہے۔ (مفید الوارثین ص:۴۱)

---

(۱) جو قرضہ میّت کے ذمہ مرض الموت میں ثابت ہوا ہو اور جو پہلے سے ثابت شدہ ہو دونوں کے بہت سے اَحکام میں فرق ہے، جس عالمِ دین سے مسئلہ دریافت کیا جائے اُسے یہ ضرور بتادیا جائے کہ کون سا قرضہ مرض الموت میں ثابت ہوا تھا اور کون سا پہلے سے ثابت شدہ تھا، اور اس قرض کا ثبوت میّت کے اقرار سے ہوا تھا یا گواہوں وغیرہ سے۔ رفیع

حدیث:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا، اور اپنے خادم سے کہہ دیتا تھا کہ جب تم کسی تنگ دست کے پاس (قرض وصول کرنے) جاؤ تو اس سے درگزر اور چشم پوشی کا معاملہ کرنا (کہ جو کچھ وہ آسانی سے دیدے لے لینا ورنہ مہلت دے دینا یا معاف کردینا)، شاید اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ بھی (آخرت میں ایسا ہی) چشم پوشی اور درگزر کا معاملہ فرمادے، پس (انتقال کے بعد) جب وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی۔ (صحیح مسلم ج:۲ ص:۱۸)

ایک اور روایت میں ہے کہ اس شخص کے پاس اس نیکی کے سوا کوئی اور نیک عمل نہ تھا، اس کے باوجود اس کے سب گناہ معاف ہوگئے۔ (حوالۂ بالا)

حدیث:- حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کی تکلیفوں سے نجات دے اُسے چاہئے کہ وہ تنگ دست کو تکلیف سے بچائے یا اس کو (اپنا قرض) معاف کردے۔

اللہ تعالیٰ کے قرضوں کی ادائیگی

یہاں تک سب بیان اُن قرضوں کا ہوا جو میّت کے ذمہ بندوں کے رہ گئے ہوں، اور اگر اللہ تعالیٰ کے قرضے یعنی حقوق (فرائض و واجبات) رہ گئے ہوں، مثلاً نمازوں، روزوں کا فدیہ، زکوٰۃ، حج، صدقۃ الفطر، نذر یا کفارہ وغیرہ ایسا رہ گیا تھا جو میّت نے ادا نہیں کیا تھا، تو اِن کا حکم یہ ہے کہ اگر بندوں کے تمام قرضے ادا کرنے کے بعد ترکہ میں کچھ مال باقی رہے اور میّت نے اللہ کے اِن حقوق کو ادا کرنے کی وصیت بھی کی ہو تو اس بچے ہوئے مال کے ایک تہائی ($\frac{1}{3}$) میں سے اِن حقوق کو ادا کیا جائے، اگر ایک تہائی میں وہ پورے ادا نہ ہوسکیں تو جتنے ادا ہوسکیں ادا کردیں، تہائی سے زیادہ مال خرچ کرکے اُن کو ادا کرنا وارثوں پر لازم نہیں، کیونکہ باقی دو تہائی ($\frac{2}{3}$)

مال وارثوں کا ہے، لہٰذا اب عاقل بالغ وارثوں کو اختیار ہے کہ چاہیں تو اپنے اپنے حصے اور مال میں سے خرچ کر کے اُن باقی حقوق کو بھی ادا کردیں اور میت کو آخرت کے مؤاخذہ سے بچائیں اور خود بھی ثواب کمائیں، (لیکن مجنون یا نابالغ وارثوں کا حصہ اس میں خرچ کرنا ہرگز جائز نہیں، اگرچہ وہ بخوشی اجازت بھی دے دیں) اور چاہیں تو باقی دو تہائی مال سب وارث شرعی حصوں کے مطابق آپس میں تقسیم کرلیں، اس صورت میں اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ادا ہونے سے رہ جائیں گے اُن کی ذمہ داری میّت پر ہوگی، وارثوں سے مؤاخذہ نہ ہوگا۔

(مفید الوارثین ص:۳۹، اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۱۸۵)

اسی طرح اگر وہ تہائی مال اتنا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سب حقوق اُس سے ادا ہوسکتے ہوں لیکن مرنے والے نے صرف بعض حقوق ادا کرنے کی وصیت کی اور باقی حقوق کی نہ کی یا اتنے کم مال کی وصیت کی کہ اس سے وہ سب حقوق ادا نہیں ہوسکتے، مثلاً تہائی مال دو ہزار تھا جس سے سب حقوق ادا ہوسکتے تھے، لیکن میّت نے اِن حقوق میں صرف پندرہ سو روپے خرچ کرنے کی وصیت کی تو وارثوں پر ادائیگی صرف وصیت کی حد تک لازم ہوگی، پورے دو ہزار روپے خرچ کر کے ان سب حقوق کو ادا کرنا لازم نہ ہوگا، البتہ مرنے والا پورے حقوق کی وصیت نہ کرنے کے باعث گنہگار ہوگا۔

(دلیل الخیرات ص:۲۸)

خلاصہ

خلاصہ یہ کہ بندوں کے قرضوں اور اللہ تعالیٰ کے قرضوں (حقوق) میں تین فرق ہیں:-

۱:- ایک یہ کہ بندوں کے قرضوں کا ادا کرنا میّت کی وصیت پر موقوف نہیں، بلکہ وصیت نہ کی ہو تب بھی تجہیز و تکفین کے بعد اُن کا ادا کرنا فرض ہے، اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کا ادا کرنا میّت کی وصیت پر موقوف ہے، وصیت نہ کرے تو اُن کا ادا کرنا

وارثوں پر لازم نہیں۔

۲:- دُوسرا فرق یہ ہے کہ بندوں کا قرض ادا کرنے میں کوئی حد نہیں تھی، تجہیز وتکفین کے بعد سارا ترکہ بھی اس میں خرچ ہوجائے تو خرچ کرکے ادا کرنا فرض ہے، اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کو بندوں کے تمام قرضے ادا کرنے کے بعد جو ترکہ بچے اس کے صرف ایک تہائی میں سے ادا کرنا فرض ہے، تہائی سے زیادہ خرچ کرنا وارثوں پر لازم نہیں۔

۳:- تیسرا فرق ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کا ادا کرنا اُسی صورت میں فرض ہے جبکہ بندوں کے تمام قرضے ادا ہوچکے ہوں۔ (مفید الوارثین ص:۴۰)

تنبیہ:- قرض کی اس دُوسری قسم یعنی اللہ تعالیٰ کے مالی حقوق کی ادائیگی چونکہ وصیت پر موقوف ہے، میّت نے وصیت نہ کی ہو تو ادائیگی لازم نہیں، اس لئے ہم اس کو وصیت کے بیان میں دوبارہ ذکر کریں گے اور وہیں نماز، روزوں کے فدیہ اور دیگر حقوق اللہ کی مقداریں بھی بیان کی جائیں گی۔

۳:- جائز وصیتوں کی تعمیل

میّت کے ترکہ میں ترتیب وار جو چار حقوق واجب ہوتے ہیں اُن میں سے دو کی تفصیل پیچھے آچکی ہے، یعنی تجہیز وتکفین اور قرضوں کی ادائیگی، اب تیسرے حق یعنی وصیت کی ضروری تفصیلات کا بیان ہوتا ہے۔

یہ کہنا کہ ''میں اتنے مال کی فلاں کے لئے وصیت کرتا ہوں'' یا یہ کہنا کہ ''میرے مرنے کے بعد میرا اتنا مال فلاں شخص کو دے دینا'' یا ''فلاں کام میں لگادینا'' یہ وصیت ہے، خواہ بیماری میں کہا ہو یا تندرستی میں، اور خواہ کہنے والا اسی بیماری میں مرا ہو یا بعد میں۔ (بہشتی زیور)

اگر اپنی موت کا ذکر بالکل نہ کیا، نہ وصیت کا لفظ بولا، بلکہ صرف یوں کہا کہ فلاں چیز میری فلاں شخص کو دے دو، یا فلاں کام میں لگادو، تو یہ وصیت نہیں اور اس پر

وصیت کے اَحکام جاری نہ ہوں گے، کیونکہ وصیت شریعت میں وہی ہے جس میں اپنی موت کے بعد کے لئے کوئی ہدایت دی گئی ہو۔ (درِمختار ج:۵ ص:۵٦۸)

اسی طرح اگر کسی نے مسجد تعمیر کرانے کے لئے یا کنواں وغیرہ بنانے کے واسطے یا فی سبیل اللہ تقسیم کرنے کے لئے یا کسی کو تحفہ، ہدیہ دینے کے ارادہ سے روپیہ رکھا تھا یا سامان جمع کیا تھا یا حج کرنے کے واسطے رقم رکھی تھی اور بقضاءِ الٰہی سفرِ آخرت پیش آگیا، تو یہ سب چیزیں ترکہ میں داخل ہوکر میراث میں تقسیم ہوں گی، اور اُن کو وصیت میں شمار نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اس نے ایسی کوئی ہدایت لوگوں کو نہیں کی جس کو وصیت کہا جاسکے۔ (مفید الوارثین ص:۲۹)

صحیح اور باطل وصیتیں

مسئلہ:- ہر عاقل بالغ کو اپنے مال میں صرف اتنی وصیت کرنے کا اختیار ہے کہ تجہیز و تکفین اور اداءِ قرض کے بعد جو ترکہ بچے اس کے ایک تہائی ($\frac{1}{3}$) کے اندر وہ وصیت پوری ہوسکے، اگر زائد کی وصیت کی تو تہائی سے زیادہ خرچ کرکے اس کو پورا کرنا وارثوں پر لازم نہیں، کیونکہ باقی دو تہائی صرف وارثوں کا حق ہے، البتہ جو وارث عاقل بالغ ہوں وہ اپنے اپنے حصے میں سے اگر اس زائد وصیت کو بھی پورا کرنا چاہیں تو کرسکتے ہیں۔ (درِمختار و شامی)

مسئلہ:- اگر کسی کا کوئی وارث ہی نہ ہو تو اس کو تجہیز و تکفین اور اداءِ قرض سے بچے ہوئے سارے مال کی وصیت کرجانے کا اختیار ہے، اور اگر وارث صرف بیوی ہے تو تین چوتھائی ($\frac{3}{4}$) تک کی وصیت دُرست ہے، اسی طرح اگر عورت کا وارث شوہر کے علاوہ کوئی نہیں تو نصف مال تک کی وصیت صحیح ہے، کیونکہ ان صورتوں میں کسی وارث کی حق تلفی نہیں ہوتی۔ (بہشتی زیور، درِمختار ج:۵ ص:۵۷۲)

مسئلہ:- اگر میّت کے ذمہ قرض اتنا زیادہ ہو کہ ادا ہونے کے بعد کچھ ترکہ باقی ہی نہ رہے تو ہر قسم کی وصیت بیکار اور باطل ہے، اگر قرض خواہ اپنا قرض معاف

کردیں تو جو کچھ مال رہ جائے اس کے ایک تہائی ($\frac{1}{3}$) میں وصیت پر عمل کیا جائے گا، باقی وارثوں کو ملے گا۔ (مفید الوارثین ص:۶۲)

مسئلہ:- نابالغ یا مجنون کی وصیت شرعاً باطل ہے، اس پر عمل کرنا ایک تہائی میں بھی واجب نہیں۔ (درمختار و شامی ج:۵ ص:۵۷۶)

مسئلہ:- میّت نے اگر اپنے کسی وارث کے لئے مثلاً ماں، باپ، شوہر، بیٹے وغیرہ کے لئے وصیت کی تو یہ وصیت بھی باطل ہے، کیونکہ ہر وارث کا حصہ میراث میں شریعت نے خود مقرر کردیا ہے، وہی اس کو ملے گا، وصیت کی بنیاد پر کسی وارث کو کچھ نہیں دیا جاسکتا، تاکہ دُوسرے وارثوں کی حق تلفی نہ ہو، البتہ اگر میّت کا اس وارث کے علاوہ کوئی اور وارث ہی نہ ہو یا باقی سب وارث راضی ہوں تو اُن کی اجازت سے دے دینا جائز ہے، لیکن نابالغ یا مجنون کی اجازت معتبر نہیں، صرف عاقل بالغ وارث اپنے اپنے حصے میں سے چاہیں تو دے سکتے ہیں۔ (بہشتی زیور و مفید الوارثین)

مسئلہ:- اپنے کسی وارث کو میراث سے محروم کرنے یا اس کے حصۂ میراث میں کمی کرنے کی وصیت بھی باطل ہے، اس پر عمل ہرگز جائز نہیں، اور ایسی وصیت کرنا گناہ بھی ہے۔ (مفید الوارثین ص:۵۷، درمختار)

مسئلہ:- کسی گناہ کے کام میں مال خرچ کرنے کی وصیت بھی باطل ہے، اور اس میں ترکہ کو خرچ کرنا وارثوں کی اجازت سے بھی جائز نہیں۔

(درمختار و شامی ج:۵ ص:۶۰۵، و بہشتی زیور)

مسئلہ:- اگر میّت نے اپنے قاتل کے لئے وصیت کی خواہ قتل سے پہلے کی ہو یا زخمی ہوجانے کے بعد، تو اگر قاتل نابالغ یا دیوانہ نہیں تھا تو یہ وصیت بھی اکثر صورتوں میں باطل اور بعض صورتوں میں دُرست ہے، ایسا مسئلہ پیش آجائے تو علماء سے پوچھ کر عمل کیا جائے۔ (درمختار و شامی ج:۵ ص:۵۶۹، ۵۷۵)

مسئلہ:- اگر وصیت کرنے والے نے اپنی زندگی میں وصیت سے رُجوع کرلیا، مثلاً یوں کہا کہ ”میں اس وصیت سے رُجوع کرتا ہوں“ یا ”اسے جاری نہ کیا

جائے'' یا ''اُسے منسوخ کرتا ہوں'' تو وہ وصیت باطل ہوجائے گی، گویا کی ہی نہیں تھی، جب تک وصیت کرنے والا زندہ ہے اس کو اس طرح اپنی وصیت باطل کرنے کا پورا اختیار ہے۔(۱) اسی طرح اگر زندگی میں ایسا عمل کرے جس سے معلوم ہو کہ وصیت سے پھر گیا ہے، تب بھی وصیت باطل ہوجائے گی، مثلاً ایک زمین کسی کے لئے وصیت کی تھی، پھر اُسی زمین میں اپنا مکان بنالیا یا الماری کی وصیت کی تھی اور پھر اسی کو فروخت کردیا یا کسی کپڑے کے تھان کی وصیت کی تھی پھر اسی کو کاٹ کر کپڑے بنوالئے تو ان سب صورتوں میں یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے وصیت سے رجوع کرلیا ہے، لہٰذا وصیت باطل ہوجائے گی۔ (مفید الوارثین ص:۶۴)

مسئلہ:- اگر کسی خاص زمین یا خاص مکان یا خاص کپڑے یا خاص جانور وغیرہ کی وصیت کی تھی اور پھر وہ کسی طرح اس کی ملکیت سے نکل گیا یا ضائع ہوگیا یا مرگیا تو وصیت باطل ہوگئی، کیونکہ جس خاص چیز کی وصیت کی تھی وہ موجود ہی نہ رہی۔ (مفید الوارثین ص:۶۴)

مسئلہ:- میّت نے جس کو مال دیئے جانے کی وصیت کی تھی وہ میّت کے انتقال کے بعد اگر وصیت قبول کرنے سے انکار کردے اور کہہ دے کہ میں نہیں لیتا، تو وصیت باطل ہوجائے گی، اب بعد میں وہ اس کا مطالبہ نہیں کرسکتا، لیکن اگر انکار میّت کی زندگی میں کیا تھا تو باطل نہ ہوگی، کیونکہ وصیت کو قبول یا رَدّ کرنا وہی معتبر ہے جو میّت کے انتقال کے بعد ہو، موت سے پہلے قبول یا رَدّ کا اعتبار نہیں۔ (درمختار و شامی ج:۵ ص:۶۷۷)

وصیتوں کی تعمیل کا طریقہ

تجہیز و تکفین کے بعد (اور اگر میّت کے ذمہ لوگوں کے قرضے بھی تھے تو اُن

---

(۱) لیکن اگر جھوٹ بولے اور یوں کہے کہ: ''میں نے وصیت کی ہی نہیں تھی'' حالانکہ گواہ موجود ہیں یا لوگوں کو عام طور سے معلوم ہے کہ وصیت کی تھی تو اس جھوٹے انکار سے وصیت باطل نہ ہوگی اور جھوٹ بولنے کا گناہِ بے لذت الگ ہوگا۔ (مفید الوارثین)

کی ادائیگی کے بعد) اگر کچھ ترکہ بچے تو دیکھیں کہ میّت نے کوئی جائز وصیت اپنے ترکہ کے متعلق کی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں کی تو یہ بچا ہوا سارا مال اس کے وارثوں میں تقسیم کردیا جائے گا کیونکہ وصیت نہ ہونے کی صورت میں وہی اس کے حقدار ہیں، اور اگر وصیت کی تھی مثلاً زبانی یا تحریری طور پر اس نے کہا ہو کہ میرے مرنے کے بعد میرے مال سے مسجد بنوادینا، کنواں بنوادینا یا مدرسہ یا خانقاہ میں اتنا روپیہ لگادینا یا فلاں شخص کو اتنا روپیہ یا فلاں چیز دے دینا یا فقراء و مساکین کو فلاں فلاں چیزیں خیرات کردینا یا کچھ نمازیں یا روزے جو اس کے ذمہ رہ گئے تھے اُن کے متعلق کہا کہ میرے مرنے کے بعد اُن کا فدیہ[1] ادا کردینا، یا اللہ تعالیٰ کے مالی فرائض و واجبات جو اس کے ذمہ رہ گئے تھے مثلاً زکوٰۃ، حج، صدقۃ الفطر، کسی قسم کا کفارہ یا نذر (منّت) وغیرہ، ان کے متعلق کہا کہ میرے مرنے کے بعد ان کو ادا کردینا تو یہ سب وصیت شمار ہوگا، جس پر عمل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تجہیز و تکفین اور قرضوں کی ادائیگی کے بعد جو ترکہ باقی رہے اس کے تین مساوی حصے کریں گے، ان میں سے دو حصے ($\frac{2}{3}$) صرف وارثوں کا حق ہے، جو اُن پر شرعی قاعدے کے مطابق تقسیم ہوں گے،[2] اور ایک حصہ ($\frac{1}{3}$) وصیت میں خرچ کیا جائے گا، خواہ اس ایک تہائی سے اس کی ساری وصیت پوری ہو یا پوری نہ ہو۔

مسئلہ:- اگر ساری وصیتیں پوری ہوکر اس تہائی ($\frac{1}{3}$) میں سے کچھ باقی بچا تو وہ بھی سب وارثوں کا ہے۔ (مفید الوارثین)

مسئلہ:- ایک سے زیادہ وصیتوں میں بھی یہی حکم ہے کہ اس ایک تہائی کے اندر اندر جس قدر وصیتیں پوری ہوسکیں ادا کردی جائیں باقی چھوڑ دیں، کیونکہ باقی

---

(۱) اگر فدیہ کی بجائے یہ وصیت کی کہ میری طرف سے اتنی نمازیں پڑھ لینا یا میری طرف سے اتنے روزے تم لوگ رکھ لینا یہ وصیت معتبر نہیں، کیونکہ خالص بدنی عبادتیں مثلاً نماز اور روزہ کوئی بھی کسی دُوسرے کی طرف سے ادا نہیں کرسکتا، ہاں! اُن کا فدیہ ادا کرسکتا ہے۔ (مفید الوارثین) رفیع

(۲) وارثوں پر میراث کی تقسیم کا بیان آگے آئے گا۔

وصیتوں کا پورا کرنا اور نافذ کرنا وارثوں کے ذمہ لازم نہیں۔ (شامی وبہشتی زیور)

مسئلہ:- وارثوں میں سے جو عاقل بالغ اور حاضر ہوں وہ اپنی خوشی سے اپنے اپنے حصوں میں سے اگر میّت کی باقی وصیتوں کو پورا کرنا چاہیں تو کرسکتے ہیں، لیکن غیر حاضر یا نابالغ یا دیوانے (مجنون) وارث کا حصہ اس ایک تہائی سے زائد خرچ میں لگانا جائز نہیں، کیونکہ نابالغ اور مجنون کی اجازت شرعاً معتبر نہیں، اور غیر حاضر کا حال معلوم نہیں کہ اجازت دے گا یا نہیں؟ اس لئے جب وارثوں میں کوئی غیر حاضر یا نابالغ یا دیوانہ ہو تو ایک تہائی مال وصیت میں خرچ کرنے کے بعد باقی دو تہائی سب وارثوں میں شرعی حصوں کے مطابق تقسیم کردیں، پھر عاقل بالغ وارثوں میں سے جو چاہے وہ اپنے حصے سے (یا اپنا مزید مال ملاکر بھی) میّت کی باقی وصیتیں پوری کردے۔ (مفید الوارثین)

ایک سے زیادہ وصیتوں میں ترتیب

مسئلہ:- اگر میّت نے چند وصیتیں کی تھیں جو ایک تہائی ($\frac{1}{3}$) مال میں انجام نہیں پاسکتیں اور زیادہ خرچ کرنے کی وارثوں نے اجازت نہیں دی تو جو وصیتیں شرعاً زیادہ ضروری ہیں ان کو پہلے پورا کیا جائے، اُن سے کچھ باقی رہے تو کم ضروری وصیتیں بھی پوری کرنا واجب ہے، اُن سے بھی کچھ بچے تو غیر ضروری وصیتوں پر جتنا ہوسکے عمل کرنا واجب ہے، مثلاً قضاء روزوں کے فدیہ کی بھی وصیت کی اور صدقۃ الفطر ادا کرنے کی بھی اور کنواں بنوانے کی بھی، تو سب سے پہلے روزوں کا فدیہ ادا کیا جائے، کیونکہ روزے فرض ہیں، پھر اگر کچھ مال بچے تو اس سے صدقۃ الفطر جتنا ادا ہوسکے کردیں، باقی چھوڑ دیں کیونکہ یہ واجب ہے فرض نہیں، اور کنواں بنوانا بالکل ہی چھوڑ دیں کیونکہ یہ تو واجب بھی نہیں صرف مستحب ہے، مال بچتا تو یہ بھی بنوانا واجب ہوتا۔ (درمختار وشامی ومفید الوارثین)

اور اگر سب وصیتیں برابر درجے کی ہیں، زیادہ ضروری، ضروری اور

غیرضروری کا فرق نہیں، تو وصیت کرنے والے نے جس کی وصیت پہلے کی تھی اس کو پہلے پورا کیا جائے، پھر کچھ مال باقی رہے تو دُوسری کو پورا کریں ورنہ نہ کریں، مثلاً روزے کا فدیہ بھی ادا کرنے کی وصیت کی اور نماز کے فدیہ کی بھی، یہ دونوں فرض ہونے کی وجہ سے برابر ہیں، اس لئے جس کی وصیت پہلے کی تھی اس کو پہلے ادا کریں، یا حجِ فرض اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وصیت کی تھی اور دونوں پورے نہیں ہوسکتے تو جس کی وصیت پہلے کی ہو وہ ادا کیا جائے (بعض معتبر علماء کا قول ہے کہ حج و زکوٰۃ اگر دونوں ادا نہ ہوسکیں تو زکوٰۃ کو مقدم کرکے ادا کردینا چاہئے)۔ یا مثلاً ایک ہزار روپے کی وصیت مسجد کے لئے کی تھی اور ایک ہزار کی دینی مدرسہ کے لئے، اور تہائی مال صرف ایک ہزار ہے تو جس کی وصیت پہلے کی تھی اس کو پورا کیا جائے کیونکہ ان دونوں میں سے کوئی بھی فرض یا واجب نہیں، دونوں مستحب ہیں۔

(مفید الوارثین ص:۶۰، ۶۱ و شامی ج:۵ ص:۸۵۰، ۸۵۱)

تنبیہ:- یہ قانون جو اُوپر بتایا گیا ہے کہ جب ساری وصیتیں برابر درجہ کی ہوں تو جو وصیت پہلے کی تھی وہ مقدم کی جائے گی، یہ اُس صورت میں ہے کہ وصیتیں متعین اشخاص کے لئے نہ ہوں، اگر متعین اشخاص کے لئے وصیتیں کی تھیں مثلاً اپنے ایک تہائی مال کی وصیت زید کے لئے کی، پھر خالد کے لئے بھی ایک تہائی مال کی وصیت کردی تو اس صورت میں پہلی وصیت کو بعد کی وصیت پر مقدم نہ کریں گے، بلکہ وہ تہائی مال زید اور خالد دونوں میں برابر تقسیم ہوگا۔ (شامی ج:۵ ص:۵۸۰)

اس مسئلہ میں تفصیلات اور باریکیاں بہت ہیں، جب ایسا مسئلہ پیش آئے تو ماہر علمائے دین سے پوچھ کر عمل کیا جائے۔

مسائلِ فدیۂ نماز و روزہ وغیرہ اور ان کی مقدار

۱:- ہر روز کی نمازیں وتر سمیت چھ لگائی جائیں گی، اور ہر نماز کا فدیہ ایک سیر $12\frac{1}{2}$ چھٹانک گندم یا اس کی قیمت ہوگی، احتیاط اس میں ہے کہ پورے دو سیر گندم

یا اس کی قیمت ادا کی جائے، اس طرح ایک دن کی نمازوں کا فدیہ پورے بارہ سیر گندم یا اس کی قیمت ہوگی۔

۲:- ہر روزہ کا فدیہ ایک نماز کے فدیہ کے برابر ہے، یعنی ایک سیر ۱۲½ چھٹانک (اور احتیاطاً دو سیر) گندم یا اس کی قیمت، رمضان کے روزوں کے علاوہ اگر کوئی نذر (منّت) مانی ہوئی تھی تو اس کا بھی فدیہ دینا ہوگا۔

۳:- زکوٰۃ جتنے سال کی ہو اور جتنی مقدار مال کی رہی ہے اس کا حساب کرکے ادا کرنا ہوگا۔

۴:- حجِ فرض اگر میّت ادا نہیں کرسکا تو میّت کی بستی سے کسی کو حجِ بدل کے لئے بھیجا جائے گا اور اس کا پورا کرایہ آمد و رفت اور قیام و طعام کے تمام ضروری مصارف ادا کرنے ہوں گے، اگر ترکہ کے ایک تہائی میں اتنی گنجائش نہ ہو تو جس بستی سے مصارف کم آتے ہوں وہاں سے بھیج دیا جائے۔

۵:- جتنے صدقۃ الفطر رہے ہوں ہر ایک کے ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانک (اور احتیاطاً پورے دو سیر گندم) یا اس کی قیمت ادا کی جائے۔

۶:- قربانی کوئی رہ گئی ہو تو اس سال میں ایک بکرے کی قیمت یا ایک گائے کی قیمت کے ساتویں حصے کا اندازہ کرکے قیمت کا صدقہ کیا جائے۔

۷:- سجدۂ تلاوت رہ گئے ہوں تو احتیاط اس میں ہے کہ ہر سجدہ کے بدلے ایک نماز کے فدیہ کے برابر صدقہ کیا جائے۔

۸:- اگر فوت شدہ نمازوں یا روزوں وغیرہ کی صحیح تعداد معلوم نہ ہو تو تخمینے سے حساب کیا جائے۔ (یہ سب مسائل رسالہ ''حیلۂ اسقاط'' سے مأخوذ ہیں)

ناجائز وصیتوں کی چند مثالیں

یہاں تک جو اَحکام بیان ہوئے یہ سب اُن وصیتوں کے ہیں جو شرعاً دُرست ہوں، باطل نہ ہوں، باطل وصیتوں کا بیان پیچھے آچکا ہے، انہی باطل وصیتوں

میں سے ایک یہ ہے کہ کسی ناجائز کام میں مال خرچ کرنے کی وصیت کی ہو، مثلاً تیجہ (سوئم) کرنے کی یا گیارھویں، بارھویں، دسواں، بیسواں، چالیسواں (چہلم) کرنے یا مروّجہ میلاد یا عرس کرانے کی وصیت کی یا قبر پکی بنانے یا اس پر قبہ (گنبد) بنانے کی وصیت کی، یا یہ وصیت کی کہ قبر پر کسی حافظِ قرآن کو پیسے[1] دے کر بٹھادینا تا کہ پڑھ پڑھ کر ثواب بخشتا رہے، یا کسی وارث کومحروم کرنے کی یا سینما ہال بنانے کی وصیت کی تو ایسی وصیتیں کرنے والا سخت گنہگار ہے اور ان وصیتوں پرعمل کرنا بھی جائز نہیں۔

(شامی ج:۵ ص:۶۰۵ وبہشتی زیور)

وصیت کر جانے کی تاکید اور متعلقہ ہدایات

اگر کسی کے ذمہ نمازوں یا روزوں کا فدیہ یا زکوٰۃ یا حج رہ گیا ہو یا قسم وغیرہ کا کفارہ یا صدقۃ الفطر یا نذر (منّت) یا اور کوئی مالی عبادت جو فرض یا واجب تھی ادا ہونے سے رہ گئی ہو اور اتنا مال بھی ہو تو ان چیزوں کی ادائیگی کے لئے مرنے سے پہلے وصیت کر جانا واجب ہے، نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا۔

(بہشتی زیور و درمختار ج:۵ ص:۵۶۸)

مسئلہ:- جس شخص کے ذمہ لوگوں کے قرض ہوں یا اس کے پاس امانتیں ہوں جن کی کوئی ایسی رسید یا سند نہیں جسے پیش کر کے قرض خواہ اور امانت کے مالک اپنا سارا مال وصول کرسکیں یا اسی قسم کے اور معاملات ہوں جن میں وصیت نہ ہونے کی صورت میں لوگوں کی حق تلفی کا اندیشہ ہے تو اس پر لازم و واجب ہے کہ اُن لوگوں کے حقوق کو تحریری یا زبانی طور پر واضح کر جائے ورنہ سخت گنہگار ہوگا۔

(بہشتی زیور ومفید الوارثین وشامی)

زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں، کسی کو نہیں معلوم کب موت کا پیغام آجائے اور

---

(۱) تلاوتِ قرآن پر اُجرت لینا حرام ہے، جو تلاوت اُجرت لے کر کی جائے اس کا ثواب نہ پڑھنے والے کو ملتا ہے، نہ میّت کو، بلکہ ایسا کرنے والا اُلٹا گنہگار ہوتا ہے۔ (شرح عقود رسم المفتی)

اس وقت وصیت کرنے کا موقع بھی ملے گا یا نہیں؟ اس لئے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ موت کے لئے ہر وقت تیار رہے اور حالتِ صحت ہی میں اس قسم کے اُمور کی وصیت کر رکھے۔

حدیث:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

جس مسلمان کے پاس ایسی کوئی چیز ہے جس کے متعلق اُسے وصیت کرنی ہے، اُسے دو راتیں بھی اس حالت میں گزارنے کا حق نہیں کہ وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی موجود نہ ہو۔

(صحیح مسلم ج:۲ ص:۳۹)

مسئلہ:- اگر کسی کے شرعی وارث پہلے سے مالدار ہیں یا اس کی میراث میں سے اُن کو اس قدر حصہ ملے گا کہ میراث پانے کے بعد بہت غنی اور دولت مند ہوجائیں گے تو ایسے شخص کو اپنے مال میں سے مسجدوں اور دینی مدرسوں وغیرہ کے لئے یا ایسے رشتہ داروں کے لئے جن کو میراث میں حصہ نہیں ملے گا وصیت کرجانا مستحب ہے، یعنی وصیت کرے تو ثواب ہوگا، نہ کی تو کوئی گناہ نہیں، لیکن اپنے ایک تہائی مال سے زیادہ کی وصیت بہرحال ناجائز ہے، بلکہ بہتر یہ ہے کہ ایک تہائی سے بھی کم کی وصیت کرے۔ (بہشتی زیور و مفید الوارثین)

اور اگر شرعی وارث پہلے سے بھی غنی نہیں اور اس کے پاس مال بھی اتنا زیادہ نہیں کہ میراث پاکر وہ لوگ دولت مند ہوجائیں تو مستحب یہ ہے کہ اپنے مال میں سے صدقہ و خیرات وغیرہ کی کچھ وصیت نہ کرے اور سارا ترکہ وارثوں کے لئے چھوڑ دے، کیونکہ جب یہ لوگ بھی مفلس اور حاجت مند ہیں تو ان کو جو نفع اور فائدہ میّت کے مال سے ہوگا، اس کا ثواب میّت کو صدقہ و خیرات سے بھی دُگنا ہوگا، البتہ ضروری وصیت ہو جیسے نماز، روزہ کا فدیہ تو اس کی وصیت بہرحال کرنا واجب ہے، ورنہ گنہگار ہوگا۔ (مفید الوارثین ص:۵۹ و بہشتی زیور و شامی)

مسئلہ:- یہ وصیت کر دینا بھی مستحب ہے کہ میرا کفن دفن سنت کے مطابق کیا جائے اور میرے مرنے پر نوحہ، ماتم اور چیخنا چلّانا ہرگز نہ کیا جائے اور خلافِ شریعت رسموں اور بدعتوں سے اجتناب کیا جائے، لیکن جس شخص کے رشتہ داروں میں ان ناجائز کاموں کا رواج ہو اور گمان غالب ہو کہ یہ حرکتیں کی جائیں گی تو اس کے لئے ان اُمور کی ممانعت کر دینا لازم اور ضروری ہے۔ (مفید الوارثین ص:۵۸)

مسئلہ:- اپنی تجہیز و تکفین وغیرہ کے لئے ایسے اُمور کی وصیت کر دینا جائز ہے جو شرعاً ممنوع و مکروہ نہ ہوں، مثلاً یہ فلاں جگہ دفن کرنا، فلاں شخص نماز پڑھائے، وارثوں پر ان اُمور کی پابندی لازم تو نہیں لیکن اگر کوئی بات خلافِ شریعت نہ ہو تو ایسی وصیت کو پورا کر دینا بہتر ہے۔ (مفید الوارثین ص:۵۹)

مسئلہ:- ایسے لوگوں کو مال دیئے جانے کی وصیت کرنا مکروہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نافرمان اور فسق و فجور میں مبتلا ہیں اور غالب گمان یہ ہے کہ اس کے مال کو بھی اسی میں صرف کریں گے، اگر ایسے شخص کے لئے وصیت کر دی تو وصیت کے قواعد کے مطابق مال تو اُسے دیا جائے گا لیکن وصیت کرنے والا گنہگار ہوگا۔

(شامی، درمختار ج:۵ ص:۶۰۵)

وصیت نامہ

وصیت کے لئے بہتر اور آسان صورت یہ ہے کہ ایک خاصی ضخیم کاپی تیار کر لیں، اس کے سرورق پر ''وصیت نامہ'' اور ''ضروری یادداشتیں'' لکھ دیا جائے، اور اندر مندرجہ ذیل عنوانات میں سے ہر عنوان کے لئے کئی ورق خاص کر لئے جائیں:-

۱:- نمازیں جو احقر کے ذمہ باقی ہیں۔

۲:- زکوٰۃ جو احقر کے ذمہ باقی ہے۔

۳:- رمضان اور منّت کے روزے جو احقر کے ذمہ باقی ہیں۔

۴:- حجِ فرض۔

۵:- صدقۃ الفطر جو احقر کے ذمہ اپنے اور اپنے نابالغ بچوں کے باقی ہیں۔

۶:- قربانیاں جن برسوں کی احقر کے ذمہ باقی ہیں اُن کی قیمت کا صدقہ کرنا ہے (کیونکہ قربانی کے ایام گزر جانے کے بعد قربانی نہیں ہوسکتی، اس کی قیمت کا صدقہ ہی واجب ہے)۔

۷:- سجدۂ تلاوت جو احقر کے ذمہ باقی ہیں۔

۸:- قسم کے کفارے جو احقر کے ذمہ باقی ہیں۔

۹:- دُوسروں کا قرض جو احقر کے ذمہ باقی ہے۔

۱۰:- احقر کا قرض جو دُوسروں کے ذمہ ہے۔

۱۱:- احقر کی امانتیں جو دُوسروں کے پاس ہیں۔

۱۲:- دُوسروں کی امانتیں جو احقر کے پاس ہیں۔

۱۳:- وصیت نامہ۔

اس طرح عنوانات قائم کرنے کے بعد ہر عنوان کے تحت جو صورتِ حال ہو تحریر کرتے رہیں، اگر اُس عنوان سے متعلق کوئی چیز آپ کے ذمہ نہیں تو یہی لکھ دیں، اگر ذمہ ہے تو اس کی تفصیل لکھ دیں، پھر اس میں سے جتنی جتنی ادائیگی زندگی میں ہوتی جائے اس کو منہا کرتے رہیں، کوئی چیز مزید واجب ہوجائے تو اس کا اضافہ کردیں۔

بہرحال ہر عنوان کے تحت مکمل حساب لکھا رہنا چاہئے اور آخری عنوان ''وصیت نامہ'' کے اندر بھی تحریر کردیں کہ پچھلے اوراق میں جو حقوق اور حسابات درج ہیں اُن کے مطابق ادائیگی کی جائے، اس کے علاوہ وصیت نامہ میں حسبِ حال اندراج کرتے رہیں، اور حسبِ ضرورت ترمیم و اضافہ کرتے رہیں، اپنے کسی قابلِ اعتماد کو بتادیا جائے کہ یہ کاپی فلاں جگہ رکھی ہے، تاکہ کسی وقت بھی پیغامِ اجل آجائے تو اللہ اور بندوں کے حقوق ادا ہوسکیں اور اپنے اُوپر دُنیا و آخرت کا بار نہ رہے۔

مرض الموت میں تحفہ یا صدقہ دینا بھی بحکمِ وصیت ہے

وصیت کے مسائل سے یہ بات بخوبی ذہن نشین ہوچکی ہوگی کہ وصیت خواہ مرض الموت[1] میں کی جائے یا تندرستی میں اس کا بہرصورت ایک ہی حکم ہے کہ وہ تجہیز و تکفین اور اداءِ قرض کے بعد بچے ہوئے مال کے صرف ایک تہائی حصے میں نافذ ہوتی ہے، اس ایک تہائی کی حد تک ہر عاقل و بالغ کو مرنے سے پہلے ہر وقت اختیار ہے کہ چاہے تو کسی کے لئے وصیت کر جائے، باقی دو تہائی مال وارثوں کا حق ہے، چنانچہ شریعت نے ایسی ہر وصیت کو باطل اور کالعدم قرار دیا ہے جس سے وارثوں کے اس حق میں کمی آتی ہو، اُن کے اسی حق کے تحفظ کے لئے شریعت نے مرنے والے پر مرض الموت میں تحفے دینے یا صدقات و خیرات وغیرہ کرنے پر بھی کچھ پابندیاں لگادی ہیں جن کا خلاصہ یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

مرض الموت سے پہلے پہلے ہر عاقل بالغ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ اپنا جس قدر مال اور سامان و جائیداد کسی کو دینا چاہے دیدے، تہائی سے زیادہ بلکہ سارا مال بھی دے سکتا ہے، کوئی پابندی نہیں خواہ وہ مال لینے والا اس کا وارث ہو یا کوئی دُوسرا رشتہ دار ہو یا اجنبی، لینے والا بہرحال اس کا مالک ہوجائے گا، البتہ شرط یہ ہے کہ جتنا مال دینا چاہتا ہے اس کو اپنے باقی مال سے علیحدہ کردے، اور جس کو دینا چاہتا ہے اُسے دے کر قبضہ کرادے، ورنہ اگر مشترک مال دے گا یا قبضہ نہیں کرائے گا تو یہ دینا شرعاً معتبر نہیں ہوگا، یعنی دینے والا ہی اس کا مالک رہے گا، اور اس کے مرنے کے بعد اس کے ترکہ میں شامل ہوگا، لینے والے کو کچھ نہ ملے گا۔ (مفید الوارثین ص:۴۲)

لیکن جس وقت سے مرض الموت یعنی وہ مرض شروع ہوتا ہے جس میں یہ مسافر دُنیا سے رُخصت ہوجائے گا اُسی وقت سے وارثوں کا حق اس کے مال میں کسی

---

(۱) یعنی وہ بیماری جس میں مریض کا انتقال ہوا، مرض الموت کی مفصل تشریح اگلے عنوان میں آئے گی۔ (رفیع)

قدر لگ جاتا ہے اور مریض کو پورا اختیار نہیں رہتا، اب اگر وہ کسی کو کوئی تحفہ یا ہدیہ دیدے یا صدقہ خیرات کرے تو یہ دینا بعینہٖ وصیت کے حکم میں ہوگا، یعنی جن شرائط کے ساتھ اور جس حد تک وصیت دُرست ہے، انہی شرائط اور اُسی حد تک یہ دینا بھی معتبر ہوگا، اور جن صورتوں میں وصیت باطل ہوجاتی ہے اُن میں یہ دینا بھی باطل اور کالعدم ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ مرض الموت میں دیئے ہوئے تحفے، ہدیے اور صدقات وخیرات سب کے سب وصیت کے حکم میں ہیں، جو پابندیاں وصیت میں ہیں وہی اُن میں بھی ہوں گی، مندرجہ ذیل مسائل اسی اُصول پر مبنی ہیں۔

مسئلہ:- جس طرح تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرجانا دُرست نہیں، اسی طرح مرض الموت[1] میں اپنا مال تہائی سے زیادہ کسی کو بلامعاوضہ دینا مثلاً ہدیہ، ہبہ یا فدیہ وصدقہ دینا بھی دُرست نہیں، کیونکہ اس میں وارثوں کی حق تلفی ہے، اگر تہائی سے زیادہ دے دیا تو جب تک میّت کے انتقال کے بعد سب وارث اس کی اجازت نہ دیں یہ دینا دُرست نہ ہوگا، جتنا تہائی سے زیادہ ہے وارثوں کو واپس لینے کا اختیار ہے، اور نابالغ یا مجنون اگر اجازت دیں تب بھی معتبر نہیں، اور مرض الموت میں کسی وارث کو تہائی کے اندر بھی سب وارثوں کی اجازت کے بغیر دینا دُرست نہیں، اور یہ سب حکم اُس وقت ہے جبکہ اپنی زندگی میں دے کر قبضہ بھی کرادیا ہو، اور اگر دے تو دیا یعنی تحریری یا زبانی کہہ دیا کہ ''اتنا مال میں نے فلاں کو دے دیا ہے'' لیکن قبضہ ابھی نہیں ہوا تو مرنے کے بعد وہ دینا بالکل ہی باطل اور کالعدم ہے، اس کو کچھ نہ ملے گا وہ سب مال وارثوں کا حق ہے۔

مرض الموت میں خدا کی راہ میں دینے اور نیک کام مثلاً وقف وغیرہ میں لگانے کا بھی یہی حکم ہے، غرضیکہ تہائی سے زیادہ مال بلامعاوضہ دینا کسی طرح دُرست نہیں، اور وارث کو دینا تہائی میں بھی دُرست نہیں۔ (بہشتی زیور و درمختار)

---

(۱) مرض الموت کی تشریح اگلے عنوان میں آئے گی۔

مسئلہ:- بیمار کے پاس مرض الموت میں مزاج پرسی کے لئے کچھ لوگ آ گئے اور کچھ روز یہیں رہے اور اس کے مال میں کھاتے پیتے رہے، تو اگر مریض کی خدمت کے لئے اُن کے رہنے کی ضرورت ہو تو کچھ حرج نہیں، اور اگر ضرورت نہ ہو تو اُن کی دعوت، خاطر تواضع اور کھانے پینے میں بھی تہائی سے زیادہ لگانا جائز نہیں، اور اگر ضرورت بھی نہ ہو اور وہ لوگ وارث ہوں تو تہائی مال سے کم بھی بالکل جائز نہیں، یعنی اُن کو اس کے مال میں کھانا جائز نہیں، ہاں! اگر سب وارث راضی ہوں تو جائز ہے۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ:- مرض الموت میں اپنا قرض معاف کرنے کا بھی اختیار نہیں ہے، اگر کسی وارث پر قرض تھا، اس کو معاف کیا تو معاف نہیں ہوا[1]، اور کسی غیر وارث کو معاف کیا تو تہائی مال سے جتنا زیادہ ہوگا وہ وارثوں کی اجازت کے بغیر معاف نہ ہوگا۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ:- اکثر دستور ہے کہ بیوی اپنی موت کے وقت مہر معاف کر دیتی ہے، یہ معاف کرنا بھی بیوی کے سب وارثوں کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں، کیونکہ معاف کرنا مرض الموت میں وارث (شوہر) کے لئے ہوا ہے، جس سے دُوسرے وارثوں کی حق تلفی ہوگی۔ (بہشتی وزیور و اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۳۸)

مسئلہ:- اگر مرض الموت میں یہ اقرار کیا کہ فلاں شخص کا اتنا قرضہ میرے ذمہ ہے یا یہ اقرار کیا کہ میرا قرضہ جو فلاں کے ذمہ تھا وہ میں نے وصول کر لیا ہے، تو بعض صورتوں میں یہ اقرار معتبر ہے، اور بہت سی صورتوں میں معتبر نہیں، کیونکہ ایسے اقرار سے وارثوں کے حصے میں کمی آتی ہے، اس لئے جو صورت پیش آئے کسی مستند عالم کو بتا کر مسئلہ دریافت کر لیا جائے، اپنے قیاس سے ہرگز عمل نہ فرمائیں (مفید الوارثین میں ان مسائل کی تفصیل موجود ہے، وہاں دیکھے جا سکتے ہیں)۔

---

(۱) البتہ اگر باقی سب وارث عاقل بالغ ہوں اور وہ سب بخوشی معاف کر دیں تو معاف ہو جائے گا۔ (رفیع)

تنبیہ:- جن امراض میں مبتلا ہوکر مریض صحت یاب ہوگیا ہو وہ بالکل مثل صحت کے شمار ہوں گے، اور اُن امراض میں جتنے تصرفات کئے تھے وہ سب نافذ اور جاری ہوں گے۔

یعنی جو کچھ کسی کے لئے اقرار کیا تھا یا کسی کو کچھ تحفہ یا صدقہ وغیرہ دیا تھا یا کسی کو قرض معاف کیا تھا (وغیرہ وغیرہ) وہ سب صحیح اور دُرست ہوگا، خواہ وہ امراض شدید اور مہلک ہوں یا خفیف اور معمولی۔ (مفید الوارثین)

مرض الموت کب سے شمار ہوگا؟

مرض الموت اُس بیماری کو کہتے ہیں جس میں مبتلا ہوکر آدمی دُنیا سے رُخصت ہوجائے، زندگی میں ہرگز یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ وہ بیماری کون سی ہے جس میں مریض دُنیا سے رُخصت ہوجائے گا۔ (مفید الوارثین)

مسئلہ:- جب کوئی شخص کسی مرض میں مبتلا ہوکر مرجائے تو جس وقت سے مبتلا ہوا تھا اسی وقت سے مرض الموت کی حالت شمار ہوگی، لیکن جو مرض سال بھر تک یا زیادہ رہا ہو اس کو ابتداء ہی سے مرض الموت شمار نہ کریں گے، بلکہ جس وقت مرض شدید ہوکر ہلاکت کی نوبت پہنچی ہے اُس روز سے مرض الموت شمار ہوگا، اور اُسی روز سے مرض الموت کے وہ اَحکام جاری ہوں گے جو اُوپر بیان ہوئے ہیں، پس اگر کوئی شخص سال دو سال سے تپِ دق (ٹی بی) میں یا فالج یا مرگی یا بواسیر وغیرہ امراضِ مزمنہ میں مبتلا تھا، اس کے بعد ایک ہفتہ کے لئے مرض شدید ہوکر اُسی میں انتقال ہوگیا، تو مرض الموت صرف ایک ہفتہ شمار ہوگا، اس سے پہلے کے سب معاملات ہبہ، صدقہ وغیرہ بالکل جائز اور مثل حالتِ صحت کے سمجھے جائیں گے۔

(شامی، درمختار ج:۵ ص:۵۷۹ ومفید الوارثین)

مسئلہ:- جس مرض میں مریض بلاتکلف نماز وغیرہ کے لئے مسجد میں جاتا تھا، بازار سے اپنی ضروریات خرید لاتا تھا یا گھر میں کچھ کام کرتا رہتا تھا، صاحبِ فراش

نہیں ہوا تھا، یعنی بستر سے نہیں لگ گیا تھا، وہ بھی ابتداء سے مرض الموت شمار نہ ہوگا۔

اسی طرح عورت جس مرض میں اپنے گھر کے کام کاج کرتی تھی وہ مرض الموت شمار نہ ہوگا، مثلاً بہت دنوں سے تیسرے یا چوتھے روز بخار آتا تھا کوئی زیادہ مرض نہ تھا، پھر ایک مہینے کے بعد ایسا ہوا کہ شدید بخار چڑھا کہ آٹھ روز تک نہ اُترا اور اسی میں انتقال ہوگیا، بس یہ آٹھ روز مرض الموت کے سمجھے جائیں گے، ایک ماہ سے جو بخار آتا تھا وہ دن مثل صحت کے شمار ہوں گے، اور ان میں کئے ہوئے سب معاملات ہبہ اور صدقہ وغیرہ جائز اور دُرست ہوں گے۔ (مفید الوارثین)

غرض جس مرض میں مریض مرجائے اور وہ مرض سال بھر سے کم ہو، اور اس میں اپنے معمولی وضروری کام نہ کرسکے اس کو ''مرض الموت'' کہتے ہیں۔ (حوالۂ بالا)

مسئلہ:- عورت اگر ولادت کی تکلیف میں مرگئی تو جس وقت سے دردِ زہ شروع ہوا تھا اسی وقت سے مرض الموت شمار ہوگا۔ (مفید الوارثین وبہشتی زیور)

جس خطرناک حالت میں موت کا گمان غالب ہو

مسئلہ:- اگر جہاز یا کشتی پر سوار تھے، اور اس قدر طوفان آیا کہ بچنے کی اُمید نہ رہی اور موت کا گمان غالب ہوگیا، پھر جہاز یا کشتی غرق ہوکر لوگ ہلاک ہوگئے تو جتنی دیر زندگی سے مایوسی رہی تھی وہ وقت ان لوگوں کے حق میں مثل مرض الموت کے شمار ہوگا، اور اس میں مرض الموت کے وہی اَحکام جاری ہوں گے جو پچھلے عنوان کے تحت بیان ہوئے ہیں، لیکن اگر جہاز وکشتی سلامت نکل آئی تو اس حالتِ مایوسی کے سب معاملات بالکل صحیح اور پوری طرح نافذ ہوں گے۔ (مفید الوارثین)

مسئلہ:- جس شخص کے قتل کا حکم ہوچکا ہے اور جیل میں بند ہے اس کی یہ حالت مرض الموت کے مانند نہیں سمجھی جائے گی، البتہ جس وقت اس کو قید سے نکال کر قتل کرنے کی جگہ کی طرف لے چلیں اور قتل کرڈالیں، تو قید سے نکل کر قتل ہونے تک جتنی دیر لگی ہے یہ مرض الموت کے حکم میں ہے، اور اگر اس روز کسی وجہ سے قتل ملتوی

رہا یا قتل بالکل منسوخ ہوگیا تو جیل سے نکل کر قتل گاہ تک آنے کی حالت مرض الموت کے حکم نہ ہوگی اور اس میں جو تصرفات کئے تھے وہ بالکل جاری اور صحیح و دُرست ہوجائیں گے۔ (مفید الوارثین)

وصی یعنی وصیت کا وکیل اور نائب

وصیت کرنے والا جس شخص کو اپنی موت کے بعد ترکہ سے قرضوں کی ادائیگی یا وصیتوں کی تعمیل، میراث کی تقسیم اور اپنے بچوں کے معاملات کا انتظام وغیرہ کرنے کے لئے اپنا نائب اور وکیل مقرر کردے اس کو ''وصی'' کہتے ہیں، جس کو وصی بنایا تھا اگر اس نے زبان سے قبول کرلیا تب بھی اس پر لازم ہوگیا، یا کوئی ایسا کام کیا جس سے معلوم ہوگیا کہ یہ شخص وصی بننے پر راضی ہے تب بھی وصی بن گیا۔

لیکن جب تک وصیت کرنے والا زندہ ہے وصی کو اختیار ہے کہ وصی بننے سے انکار کردے، البتہ اس کی موت کے بعد اختیار نہ رہے گا۔ (مفید الوارثین ص:۶۵)

اگر ایک شخص کو بعض اُمور کا وصی بنایا اور دیگر اُمور کا کچھ ذکر نہیں کیا، اور نہ اُن کے لئے کسی اور کو وصی بنایا ہے تو تمام اُمور کا وصی یہی شخص سمجھا جائے گا، اگر تمام اُمور میں دو شخصوں کو وصی بنایا ہے تو ان دونوں کو باہم مل کر کام کرنا چاہئے، صرف ایک شخص اگر تصرفات کرے گا تو ناجائز ہوں گے، البتہ اگر تجہیز و تکفین کا انتظام اور میّت کے اہل و عیال کی فوری ضروریات کو ایک شخص بھی انجام دیدے تو جائز و معتبر ہوگا۔ (درِمختار ج:۵ ص:۶۱۶ و مفید الوارثین)

وصی بننا اور پھر دیانتداری سے کام کرنا نہایت ہی دُشوار اور سخت مشکل ہے، لہٰذا اس سے حتی الامکان بچنا چاہئے، اور سخت مجبوری کے بغیر ہرگز اختیار نہ کرنا چاہئے، اور اگر کسی ضرورت و مصلحت سے کبھی اختیار کرے تو مؤاخذۂ خداوندی اور عذابِ آخرت سے ڈر کر پوری دیانتداری اور خیرخواہی سے کام کرنا چاہئے، مالِ مفت سمجھ کر بے جا خرچ کرنا اور بلا پس و پیش مالکانہ تصرف کرنا ہرگز جائز نہیں، البتہ اگر

اس کے انتظامی کام اتنے زیادہ ہوں کہ اُن میں لگ کر اپنے فکرِ معاش کی فرصت نہ ملتی ہو تو بقدرِ ضرورت اپنے اخراجات اور ضروریات کے لئے وصیت کرنے والے کے مال سے لے لینا جائز ہے، ایسی صورت پیش آئے تو معتبر علماء سے پوچھ لیا جائے۔

(مفید الوارثین ص:۶۵)

۴:- وارثوں پر میراث کی تقسیم

میّت کے ترکہ میں ترتیب وار جو چار حقوق واجب ہوتے ہیں اُن میں سے تین کی تفصیل پیچھے آچکی ہے، یعنی تجہیز وتکفین، قرضوں کی ادائیگی اور جائز وصیتوں کی تعمیل، اب چوتھے حق یعنی "وارثوں پر میراث کی تقسیم" کا بیان ہوتا ہے۔

جائز وصیتوں کی تعمیل تہائی ترکہ کی حد تک کرنے کے بعد جو کچھ مال باقی رہے وہ سب کا سب میّت کے تمام وارثوں کی ملکیت ہے، جو اُن میں شریعت کے مقرر کئے ہوئے حصوں کے مطابق تقسیم ہوگا۔

مسئلہ:- اگر میّت پر نہ کوئی قرض تھا، نہ اُس نے کوئی وصیت کی تھی، تو تجہیز وتکفین سے بچا ہوا سارا مال وارثوں میں تقسیم ہوگا، اور اگر قرض تھا وصیت نہ تھی تو قرض سے جتنا مال بچا وہ وارثوں کو ملے گا۔ (درمختار)

شریعت نے ہر وارث کا حصہ خود مقرر کردیا ہے، جس میں ردّ و بدل، ترمیم یا کمی بیشی کا کسی کو اختیار نہیں، البتہ خود شریعت ہی نے ہر وارث کا حصہ ہر حالت میں ایک نہیں رکھا، بلکہ مختلف حالات میں مختلف حصے مقرر کئے ہیں، یعنی وارثوں کی کمی بیشی سے اُن کے حصوں کا تناسب بدل دیا ہے، بعض وارثوں کی وجہ سے بعض دُوسرے وارثوں کا حصہ یا تو بالکل ختم ہوجاتا ہے یا اس میں کمی ہوجاتی ہے، جس کی تفصیلات علمِ میراث کی کتابوں میں مذکور ہیں، یہاں بیان نہیں کی جاسکتیں کیونکہ علمِ میراث ایک مستقل فن ہے جس میں بہت باریکیاں ہیں، عوام کے لئے ان کا سمجھنا دُشوار ہے۔

اس لئے جب کسی کا انتقال ہو تو انتقال کے وقت اُس کے ماں، باپ،

لڑکے، لڑکیاں اور بیوی یا شوہر میں سے جو جو زندہ ہو (خواہ وہ مختلف ملکوں میں ہوں) اُن کی مکمل فہرست، تعداد اور رشتہ لکھ کر کسی معتبر عالم ومفتی سے جو میراث کے مسائل میں مہارت رکھتا ہو، وارثوں کے حصے دریافت کرلیں، اور اس کے بتائے ہوئے طریقہ اور حساب کے مطابق میراث تقسیم کردیں، اگر میّت کے انتقال کے وقت مذکورہ بالا وارثوں میں سے بعض زندہ ہوں، بعض نہ ہوں تو میّت کے دُوسرے زندہ رشتہ داروں کی تعداد بھی مع رشتہ لکھیں، میّت کے جو حقیقی بھائی بہن ہوں یا صرف باپ شریک ہوں یا صرف ماں شریک ہوں، اُن کی بھی الگ الگ ضرور وضاحت کریں، سوتیلے ماں باپ اور ساس سسر اور سسرالی رشتہ دار شرعاً وارث نہیں، اُن کو فہرست میں شامل نہ کیا جائے۔

میّت کے انتقال کے بعد اگر اس کا کوئی وارث تقسیمِ میراث سے پہلے فوت ہوگیا تو اس کا حصہ اس کے وارثوں میں تقسیم ہوگا، لہٰذا اس فوت ہونے والے کو بھی فہرست میں شامل کرنا ضروری ہے۔

کئی رشتہ دار ایک حادثہ میں ہلاک ہوگئے تو اس کا حکم

مسئلہ:- اگر کئی رشتہ دار ایک حادثہ میں ہلاک ہوگئے اور یہ معلوم نہ ہوسکے کہ کس کی موت پہلے اور کس کی بعد میں ہوئی، مثلاً ایک جہاز میں بہت سے رشتہ دار ایک ساتھ غرق ہوگئے یا کسی گاڑی وغیرہ کے حادثہ میں یا کسی عمارت کے گرجانے سے ہلاک ہوگئے اور یہ معلوم نہ ہو کہ کون پہلے مرا ہے، کون بعد میں؟ تو ایسی صورت میں کوئی دُوسرے کا وارث نہ ہوگا اور شرعاً یوں سمجھا جائے گا کہ گویا سب ایک ساتھ ہلاک ہوئے ہیں، نہ یہ اُس کا وارث ہوگا، نہ وہ اِس کا، ان کے بعد جو وارث زندہ رہے ہیں صرف اُن میں میراث تقسیم ہوگی۔ (مفید الوارثین ص:۷۰)

شوہر عدّتِ طلاق میں مرجائے تو عورت وارث ہوگی یا نہیں؟

میّت کے انتقال کے وقت اس کی بیوی اگر عدّتِ طلاق میں تھی تو وہ بعض

صورتوں میں وارث ہوگی، بعض میں نہ ہوگی، اس کی تفصیل پیچھے عدّت کے بیان میں آچکی ہے وہاں دیکھ لی جائے، پوری طرح سمجھ میں نہ آئے تو علمائے کرام سے دریافت فرمالیں۔

مفقود (گم شدہ) وارث کا حصۂ میراث

جو وارث میّت کے انتقال سے پہلے کہیں لاپتہ ہوگیا ہو اور تلاش کے باوجود یہ معلوم نہ ہوسکے کہ زندہ ہے یا مرگیا؟ تو ایسے شخص کو ''مفقود'' کہا جاتا ہے، اس کے متعلق شرعی حکم یہ ہے کہ اس کا حصۂ میراث بطورِ امانت محفوظ رکھا جائے، اگر آگیا تو لے لے گا، اور اگر نہ آیا یہاں تک کہ انتظار کی مقررہ شرعی مدّت گزر جانے کے بعد مسلمان حاکم نے شرعی قاعدے کے مطابق اُسے مردہ قرار دے دیا تو وہ امانت رکھا ہوا حصہ بھی میّت کے باقی وارثوں میں تقسیم ہوگا، مفقود کے وارثوں میں نہیں، البتہ مفقود کا اپنا مال مفقود ہی کے موجودہ وارثوں میں تقسیم ہوگا۔

(اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۲ ص:۲۱۳ تا ۲۱۸)

اس مسئلہ میں بھی تفصیلات بہت ہیں، ایسی صورت پیش آجائے تو کسی صاحبِ فتویٰ عالمِ دین سے پوچھ کر عمل کیا جائے۔

کوئی وارث بطنِ مادر میں ہو تو تقسیمِ میراث موقوف رہے گی

اگر میّت کے انتقال کے وقت اس کا کوئی وارث بطنِ مادر میں یعنی ماں کے پیٹ میں ہے، ابھی اس کی ولادت نہیں ہوئی تو میراث میں شرعاً وہ بھی حصہ دار ہے، مگر چونکہ معلوم نہیں کہ لڑکا ہے یا لڑکی، اس لئے جب تک اُس کی ولادت نہ ہوجائے میراث تقسیم نہ کی جائے، کیونکہ لڑکے اور لڑکی کا حصہ مساوی نہیں، نیز جب تک یہ طے نہ ہو کہ وہ لڑکا ہے یا لڑکی؟ بہت سی صورتوں میں باقی وارثوں کے حصے بھی یقینی طور پر طے نہیں ہوسکتے، اگر لڑکا فرض کر کے میراث تقسیم کردی، بعد میں لڑکے کی بجائے لڑکی ہوئی تو سارا حساب کتاب اور تقسیم ازسرِنو کرنی پڑے گی۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت)

مسئلہ:- قاتل اپنے مقتول کا وارث نہیں ہوتا، یعنی اگر میّت کو کسی ایسے رشتہ دار نے ظلماً قتل کیا ہو جو شرعاً اس کا وارث تھا، تو اس قتل کی وجہ سے شریعت نے اسے اپنے مقتول کی میراث سے محروم کردیا ہے، اگرچہ وہ مقتول کا کتنا ہی قریبی رشتہ دار ہو، مثلاً باپ یا بیٹا ہو تب بھی وارث نہ رہے گا، لیکن شرط یہ ہے کہ قتل کرنے والا عاقل بالغ ہو، اگر نابالغ یا مجنون نے قتل کیا تو وہ اپنے مقتول کی میراث سے محروم نہ ہوگا۔ (شریفیہ شرح سراجی ص:۱۱،۱۲)

مسئلہ:- مسلمان اور کافر کے درمیان بھی میراث جاری نہیں ہوتی، یعنی مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا، اگرچہ دونوں میں کتنی ہی قریبی رشتہ داری ہو، خواہ باپ بیٹے ہی ہوں۔ (شریفیہ شرح سراجی ص:۱۴)

ترکہ کے متعلق کوتاہیاں

شریعت کا حکم ہے کہ ترکہ میں جن حقوق کی ادائیگی واجب ہے جلد ان کو ادا کرکے باقی میراث وارثوں کے درمیان تقسیم کردی جائے، تأخیر ہونے سے بہت زیادہ پیچیدگیاں اور بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں، اور بعض مرتبہ زیادہ تأخیر ہونے سے تقسیمِ میراث میں سخت اُلجھنیں اور مشکلات پیدا ہوجاتی ہیں اور حق تلفی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

یہ جذبات محض مہمل ہیں کہ اگر مرحوم کا ترکہ فوراً تقسیم کیا جائے تو دُنیا یہ کہے گی کہ بس اسی کے منتظر تھے کہ مرحوم کی آنکھ بند ہو اور اس کے سرمایہ پر قبضہ کرلیا جائے، مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے یہ سب خیالات و جذبات لغو ہیں، سب وارثوں کو بتادیا جائے کہ ترکہ کی تقسیم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، اور اس کے مطابق جلد از جلد عمل کیا جائے۔ اب ہم ترکہ کے متعلق بعض اہم اہم کوتاہیاں ذکر کرتے ہیں جو کثرت سے ہمارے معاشرے میں پھیلی ہوئی ہیں، انہیں توجہ سے پڑھئے اور اصلاح کی فکر کیجئے۔

میّت کا قرض ادا نہ کرنا

عام طور پر ایک کوتاہی یہ کی جاتی ہے کہ تحریری قرضہ کے علاوہ اگر کوئی دُوسرا قرضہ دلیلِ شرعی سے میّت کے ذمہ ثابت ہوتو شاذ و نادر ہی کوئی ترکہ سے اس کو ادا کرتا ہے، ورنہ صاف انکار کردیتے ہیں، جیسے کہ میّت کے ایسے ہی قرضے جو دُوسروں کے ذمہ ہوں وہ لوگ اُن سے مکر جاتے ہیں، دونوں باتیں صریحاً ظلم ہیں، خصوصاً میّت پر اگر قرض ہوتو ورثاء کو سمجھنا چاہئے کہ مرحوم کی رُوح جنت میں جانے سے معلق رہے گی، جب تک قرض نہ ادا ہو، تو کیا اپنے عزیز کے لئے اتنی زبردست محرومی قابلِ برداشت ہے؟ (اصلاحِ انقلابِ اُمت ص:۲۴۲)

جائز وصیت پوری نہ کرنا

ایک بڑی بے احتیاطی یہ ہورہی ہے کہ میّت کی جائز وصیت کی پروانہیں کی جاتی، حالانکہ جہاں تک شرع نے وصیت کا اختیار دیا ہے یعنی تہائی ترکہ تک وہ اس کی مِلک ہے، وصیت کرنے کے بعد کسی کو اس میں مداخلت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، اگر اس میں مرحوم کی خلاف ورزی کرکے اس کی جائز وصیت پوری نہ کی تو اُس کی حق تلفی ہوگی، اور حق العبد رہ جائے گا، اس لئے بڑے فکر و اہتمام سے میّت کی وصیت پوری کرنی چاہئے، اگر مرحوم نے کسی ناجائز کام میں خرچ کرنے کی وصیت کی ہوتو اُسے پورا کرنا جائز نہیں۔ (مأخوذ از وعظ ''اسلام حقیقی'')

بلاوصیت نماز روزہ کا فدیہ مشترک ترکہ سے دینا

ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ تقویٰ کے جوش میں میّت کی وصیت کے بغیر ہی مشترک ترکہ میں سے میّت کی نمازوں اور روزوں کا فدیہ دے دیتے ہیں یا اس کی طرف سے زکوٰۃ یا حج کرادیتے ہیں، حالانکہ پیچھے بار بار معلوم ہوچکا ہے کہ اگر میّت نے وصیت نہ کی ہوتو اس کی طرف سے جو وارث فدیہ یا زکوٰۃ یا حج ادا کرنا چاہے اپنے حصۂ میراث یا اپنے دُوسرے مال سے ادا کرے، جس کا بہت ثواب ہے، لیکن

دُوسرے وارثوں کے حصے میں سے اُن کی مرضی کے بغیر دینا جائز نہیں، اور نابالغ یا مجنون کے حصے میں سے دینا اُن کی اجازت سے بھی جائز نہیں۔

(اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۳۹)

نماز روزوں کے فدیہ کی پروانہ کرنا

ایک کوتاہی یہ ہے کہ کوئی وصیت کئے بغیر مرجائے تو وارث نماز، روزوں کے فدیہ وغیرہ سے کم درجہ کے مصارف میں بلکہ فضول مصارف میں، حتیٰ کہ اس سے بڑھ کر یہ کہ ناجائز رسموں اور بدعتوں میں میّت کا ترکہ اُڑاتے ہیں، مگر اس طرف بہت کم لوگ توجہ کرتے ہیں کہ اور مصارف بند کرکے اپنے حصۂ میراث میں سے کچھ میّت کی طرف سے فدیہ میں دے دیں یا اگر میّت کے ذمہ زکوٰۃ یا حج وغیرہ رہ گئے ہیں تو وہ ادا کردیں۔

اگرچہ وصیت کے بغیر ادا کرنے سے بعض فقہاء کے نزدیک میّت اپنے فرائض و واجبات سے سبکدوش نہیں ہوتا، لیکن بعض فقہاء کے نزدیک سبکدوش ہوجاتا ہے، اور جن فقہاء کے نزدیک نہیں ہوتا اُن کے نزدیک بھی یہ ادائیگی اس طرح سے تو نافع ہونا یقینی ہے کہ میّت کو اس کا ثواب ہی پہنچ جائے گا، کیا عجب کہ وہ ثواب اس کے ترکِ فرائض و واجبات کے عذاب کو زائل کردے۔

(اصلاحِ انقلابِ اُمت ص:۲۰۰، بحوالہ ردالمحتار)

فدیہ کی ادائیگی کے لئے ''حیلۂ اسقاط''

آج کل بہت سے دیہات میں لوگوں نے ایک رسم نکالی ہے، جس کو ''دَور'' یا ''حیلۂ اسقاط'' کہتے ہیں، جنازہ کے بعد کچھ لوگ دائرہ بناکر بیٹھ جاتے ہیں اور میّت کے وارث کچھ نقد روپے دائرہ میں لاتے ہیں، امامِ مسجد جو دائرے میں ہوتا ہے وہ لے کر عربی میں کچھ الفاظ پڑھتا ہے، پھر وہ روپے دائرہ کے ایک شخص کو دے دیتا ہے، وہ شخص دُوسرے کو اور دُوسرا تیسرے کو دیتا ہے، اسی طرح ہر ایک اپنے برابر والے کو

دیتا جاتا ہے، یہاں تک کہ روپے پھر پہلے شخص کے پاس آجاتے ہیں، اسی طرح تین مرتبہ اس رقم کو پھرایا جاتا ہے، اس کے بعد نصف امام کو اور نصف غرباء کو تقسیم کردیا جاتا ہے، اور جاہلوں کو بتلایا جاتا ہے کہ اس رسم کے ذریعہ میّت کی تمام عمر کے نماز، روزوں اور زکوٰۃ و حج اور تمام فرائض و واجبات سے سبکدوشی ہوجاتی ہے۔

بلاشبہ فقہاء کے کلام میں ''دور'' و ''اسقاط'' کا ایک خاص طریقہ مذکور ہے، لیکن وہ جن شرائط کے ساتھ مذکور ہے عوام نہ اُن شرائط کو جانتے ہیں، نہ اُن کی کوئی رعایت کی جاتی ہے، بلکہ فوت شدہ فرائض و واجبات سے متعلق تمام شرعی اَحکام کو نظرانداز کرکے اس رسم کو تمام فرائض و واجبات سے سبکدوشی کا ایک آسان نسخہ بنالیا گیا ہے، جو چند پیسوں میں حاصل ہوجاتا ہے، پھر کسی کو کیا ضرورت رہی کہ عمر بھر نماز و روزہ کی محنت اُٹھائے؟

خوب سمجھ لینا چاہئے کہ ''حیلۂ اسقاط'' بعض فقہائے کرام نے ایسے شخص کے لئے تجویز فرمایا تھا جس کے کچھ نماز، روزے وغیرہ اتفاقاً فوت ہوگئے ہوں، قضاء کرنے کا موقع نہیں ملا اور موت کے وقت وصیت کی لیکن اتنا ترکہ نہیں چھوڑا کہ جس کے ایک تہائی سے تمام فوت شدہ نماز، روزوں کا فدیہ ادا کیا جاسکے، یہ نہیں کہ اس کے ترکہ میں مال موجود ہو، اس کو تو وارث بانٹ کھائیں اور تھوڑے سے پیسے لے کر یہ حیلہ حوالہ کرکے خدا اور مخلوقِ خدا کو فریب دیں۔ فقہ کی کتابوں درمختار و شامی وغیرہ میں اس کی صراحت موجود ہے، ساتھ ہی اس حیلہ کی کچھ اور شرطیں بھی ہیں جن کی آج کل بالکل رعایت نہیں کی جاتی، بس چند آدمی بیٹھ کر ایک رقم کی ہیرا پھیری کا ایک ٹوٹکا سا کرکے اُٹھ جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے میّت کا حق ادا کردیا اور وہ تمام فرائض و واجبات سے سبکدوش ہوگیا، حالانکہ اس لغو حرکت سے میّت کو نہ تو کوئی ثواب پہنچا نہ اس کے فرائض و واجبات ادا ہوئے، کرنے والے مفت میں گنہگار ہوئے۔

الغرض اس حیلہ کی ابتدائی بنیاد ممکن ہے کہ کچھ صحیح اور شرعی قواعد کے مطابق ہو، لیکن جس طرح کا رواج اور پابندی آج کل چل گئی ہے وہ بلاشبہ ناجائز اور بہت

سے مفاسد پر مشتمل ہے، جن کی تفصیل مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ ''حیلۂ اسقاط'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔[1]

کسی خاص شخص سے نماز پڑھوانے یا خاص جگہ دفن کرنے کی وصیت

بعض لوگ کسی خاص شخص سے نماز پڑھوانے یا کسی خاص مقام پر دفن ہونے کی وصیت کرجاتے ہیں، پھر وارث اس کا اس قدر اہتمام کرتے ہیں کہ بعض اوقات شرعی واجبات کی بھی خلاف ورزی ہوجاتی ہے، یاد رکھئے! از رُوئے شرع ایسی وصیتیں لازم نہیں ہوتیں، اگر کوئی بات خلافِ شرع لازم نہ آئے تو اس پر عمل جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۴۳)

میراث تقسیم نہ کرنا

ایک سنگین کوتاہی جو بہت کثرت سے ہورہی ہے یہ ہے کہ میّت کی میراث تقسیم نہیں کی جاتی، جس کے قبضہ میں جو مال ہے وہی اس کا مالک بن بیٹھتا ہے اور طرح طرح کے حیلے بہانے کرکے اس کو اپنے لئے حلال بنانے کی کوشش کرتا ہے، پڑھے لکھے لوگ بھی اس میں گرفتار ہیں، اور یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم سب ایک ہی تو ہیں، باہم ایک دُوسرے کو تصرف کی اجازت بھی ہے، لہٰذا تقسیم کی کیا ضرورت ہے؟ اور یہ تأویل وہی شخص کرسکتا ہے جو قابض ہو کیونکہ اسی میں اس کا نفع ہے۔

دُوسرے ورثاء چھوٹے یا ماتحت ہونے کے باعث شرما شرمی سے کچھ نہیں کہتے، مگر دِل سے کوئی اجازت نہیں دیتا، اس لئے اُن کی یہ ظاہری اجازت خوش دِلی سے نہیں ہوتی، جس کی بناء پر ایک وارث کا تمام ترکہ پر قبضہ کرلینا بالکل حرام اور ناجائز ہوتا ہے، خاص کر اس صورت میں جبکہ بعض وارث نابالغ یا مجنون ہوں یا غائب ہوں، کیونکہ غائب کی اجازت کا کچھ علم نہیں، اور نابالغ یا مجنون اگر صراحۃً بھی

(۱) یہ پورا رسالہ اب ''جواہر الفقہ'' جلد اوّل میں بھی چھپ گیا ہے۔

اجازت دیدے اور خوش دِلی سے دے تب بھی اس کی اجازت معتبر نہیں، لہٰذا عذابِ قبر اور عذابِ جہنم سے ڈریں اور ظلم وغصب سے باز آئیں، اور وارثوں کو شرع کے مطابق ان کا پورا پورا حق پہنچائیں۔ (ملخص از وعظ ''اسلام حقیقی'')

ترکہ پر قبضہ کر کے تجارت کرنا

ایک کوتاہی یہ ہو رہی ہے کہ میّت کے انتقال کے بعد میّت کا کاروبار اس کی حیات سے جس وارث کے قبضے میں ہوتا ہے وہی بعد میں بھی اس پر قابض رہتا ہے اور اس کو چلاتا ہے، جس سے کاروبار بڑھتا ہے اور ترقی کرتا ہے اور یہ سب کچھ ورثاء کی بلا اجازت ہوتا ہے، کچھ ورثاء نابالغ ہوں تو ان کی اجازت کا کچھ اعتبار نہیں، پھر بعد میں ایک عرصہ گزرنے کے بعد تقسیم کا خیال آتا ہے تو پھر اصل اور نفع دونوں کی تقسیم میں سخت جھگڑا ہوتا ہے اور شرعی اعتبار سے بھی اس نفع میں بڑی اُلجھنیں ہیں، اس لئے پہلے تقسیم کریں، اس کے بعد باہمی رضامندی سے مشترک یا علیحدہ علیحدہ کاروبار کریں، نابالغ کی طرف سے اُن کا ولی شرکت یا عدمِ شرکت کا معاملہ کر سکتا ہے۔

لڑکیوں کو میراث نہ دینا ظلم ہے

ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ بہنوں اور لڑکیوں کو میراث نہیں دیتے، ان کو شادی کے موقع پر تحفے تحائف دینے سے سمجھتے ہیں کہ اُن کا جو حق تھا وہ ادا ہو گیا، یاد رکھئے! اس طرح تحفے تحائف دینے سے ہرگز میراث سے ان کا حق ختم نہیں ہوتا، اُن کا حصۂ میراث پورا پورا ادا کرنا واجب ہے اور ان کو میراث سے محروم کرنا حرام اور ظلم ہے۔ (اصلاحِ انقلاب اُمت ص:۲۴۱)

بہنوں سے حصۂ میراث معاف کرالینا

یہ ظلم تو اکثر دیندار اور اہلِ علم گھرانوں میں بھی پایا جاتا ہے کہ بہنوں سے حصۂ میراث معاف کرالیتے ہیں، لیکن خوب سمجھ لیں اور یاد رکھیں کہ رسمی طور پر بہنوں کے معاف کرنے سے آپ ہرگز بری الذمہ نہیں ہو سکتے، اس لئے کہ بہنیں دورِ جاہلیت

کے رواج کے مطابق اپنا حصۂ میراث طلب کرنے کو بہت معیوب سمجھتی ہیں، اور بھائیوں کی ناراضگی اور لوگوں کے طعن و تشنیع سے ڈرتی ہیں، کافرانہ رواج نے ظلمِ عظیم کے ساتھ ساتھ ان مظلوم عورتوں کی زبان بھی بند کر رکھی ہے۔

اگر ایسا ظالم دُنیاوی عذاب سے بچ بھی گیا تو حساب و کتاب کا ایک متعین دن یقیناً آنے والا ہے، جس کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَکْبَرُ.

ترجمہ:- یقیناً آخرت کا عذاب (دُنیا کے عذاب سے) بہت بڑا ہے۔

غرضیکہ اوّل تو بہنوں کا بادلِ نخواستہ محض زبان سے اپنا حصہ معاف کرنا ہی شرعاً معتبر نہیں، دُوسرے اگر شاذ و نادر کوئی عورت خوش دِلی کے ساتھ معاف کردے تب بھی یہ معاف کرانا اسلامی اُصول کے خلاف ہے، کیونکہ یہ کیسے معلوم ہوگا کہ اُس نے واقعی خوش دِلی سے معاف کیا ہے؟ پھر اس میں خلافِ شرع ہندوؤں کی ظالمانہ رسم کی ترویج اور تائید بھی ہے، لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ وقتاً فوقتاً عید وغیرہ کے مواقع پر بہنوں کو جو ہدایا دینے کا دستور ہے وہ اس کے عوض میں اپنا حصۂ میراث بھائیوں کو دیتی ہیں، جو ایک طرح کا سودا ہے، لیکن یہ خیال غلط ہے کیونکہ اس پر بہنوں کی رضامندی نہیں پائی جاتی بلکہ وہ رواج سے مجبور ہیں، نیز مختلف مواقع میں دیئے جانے والے ہدیوں اور تحائف کی مقدار، جنس اور مالیت معلوم نہیں، لہٰذا یہ سودا یعنی خرید و فروخت نہیں۔

خلاصہ یہ کہ حرام کو حلال بنانے اور بے زبان مظلوم بہنوں کا حصۂ میراث ہضم کرنے کے جو چالیں بھی چلی جاتی ہیں وہ از رُوئے شرع مردُود اور باطل ہیں، سلامتی اسی میں ہے کہ صاف دِل سے اُن کا پورا پورا حصہ اُن کے قبضے میں دے دیا جائے۔

بیوہ کو نکاحِ ثانی کرنے پر میراث سے محروم کرنا

بعض جگہ یہ دستور ہے کہ اگر بیوہ دُوسرا نکاح کرلے تو اُسے مرحوم شوہر کی میراث سے محروم کردیتے ہیں، اس لئے وہ بیچاری حصۂ میراث محفوظ رکھنے کی خاطر دُوسرا نکاح نہیں کرتی اور عمر بھر بیوگی کے مصائب برداشت کرنے کے ساتھ مرحوم شوہر کے اعزہ و اقرباء کے شب و روز طرح طرح کے مظالم کا تختۂ مشق بنی رہتی ہے۔ یاد رکھئے! یہ بھی سراسر ظلم اور حرام ہے، نکاحِ ثانی کرنے کے باوجود از رُوئے شرع بیوہ بدستور اپنے حصۂ میراث کی مالک رہتی ہے۔

بیوہ کو دُوسرے قبیلہ سے ہونے کی بناء پر محروم کرنا

سندھ میں ایک رواج یہ بھی ہے کہ جو عورت شوہر کے قبیلہ سے نہ ہو اسے شوہر کے مال سے حصۂ میراث نہیں دیتے، یہ بھی بہت بڑا ظلم اور جہالت ہے، بیوہ کا حصہ قرآنِ کریم نے بہرحال فرض کیا ہے خواہ وہ شوہر کے خاندان سے ہو یا کسی دُوسرے خاندان سے۔

بیوہ کا ناحق تمام ترکہ پر قبضہ کرنا

ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعضی عورتیں مرحوم کے انتقال کے بعد اپنے کو تمام منقول مال کا مالک سمجھتی ہیں، یہ بھی ظلم ہے، جو چیز شوہر نے اس کو اپنی زندگی میں مرض الموت سے پہلے ہبہ کرکے قبضے میں دے دی وہ بے شک اس کی ہے، باقی سب ترکہ مشترک ہے، قواعدِ شرعیہ کے مطابق سب وارثوں پر تقسیم کرنا واجب ہے۔

(اصلاحِ انقلابِ اُمت ص:۲۴۱)

ترکہ میں سے چوری کرنا

ایک کوتاہی یہ ہے کہ جو چیز جس وارث کے قبضے میں آجاتی ہے وہ اس کو چھپالیتا ہے، یاد رکھئے! قیامت کے دن سب اُگلنا پڑے گا۔

(اصلاحِ انقلابِ اُمت ص:۲۴۱)

دُلہن میکے یا سسرال میں مرجائے تو اس کے جہیز کا حکم

ایک کوتاہی یہ ہے کہ اگر دُلہن اپنے میکے میں مرجائے تو اس کے تمام ساز و سامان اور جہیز وغیرہ پر وہ لوگ قبضہ کرلیتے ہیں، اور اگر سسرال میں مرجائے تو شوہر اور اس کے اولیاء قبضہ کرلیتے ہیں، یہ بھی سراسر ناجائز ہے، آخرت میں ایک ایک پائی کا حساب دینا ہوگا، بہرحال دُلہن کے جہیز اور تمام ترکہ میں دُلہن کے تمام وارثوں کا حصہ ہے، جن میں شوہر بھی داخل ہے، اور دُلہن کے والدین وغیرہ بھی، اگرچہ دُلہن کا انتقال کہیں بھی ہوا ہو۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۴۲)

بحیثیتِ متولّی ترکہ پر قبضہ کرنا

بعض مرتبہ کوئی وارث اپنے آپ کو سب سے بڑا اور متولّی سمجھ کر پورے ترکہ پر جبراً قابض اور متصرف رہتا ہے، اور اس میں من مانی کاروائیاں کرتا رہتا ہے، دُوسرے وارثوں کے مطالبہ پر بھی تقسیم نہیں کرتا، اور یتیموں کے مال میں بھی تصرف کرنے سے نہیں ڈرتا، فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ (یہ لوگ جہنم کی آگ پر کتنے صابر اور جری ہیں)، قیامت کے روز ایک ایک پائی کا حساب دینا ہوگا، اور جو آگ اپنے پیٹ میں بھری ہے اس کا عذاب بھگتنا ہوگا۔

مرنے سے پہلے بندوں کے حقوق کی معافی تلافی ضروری ہے

حقوق العباد (بندوں کے حقوق) کا معاملہ نہایت سنگین ہے، کیونکہ وہ صاحبِ حق کی معافی کے بغیر معاف نہیں ہوتے، ایک حدیث میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

> جس کے ذمہ کسی (مسلمان یا انسان) بھائی کا کچھ حق ہو، اس کی آبرو کے متعلق یا اور کسی قسم کا، وہ آج اس سے معاف کرالے،

ایسے وقت (یومِ حساب) سے پہلے کہ جب اس کے پاس نہ دینار ہوگا نہ درہم۔ (مشکوٰۃ باب الظلم)

حقوق العباد دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک مالی، دُوسرے غیر مالی۔

مالی حقوق کے متعلق ضروری مسائل پیچھے اسی باب میں ترکہ، قرضوں، وصیت اور میراث کے بیان میں آچکے ہیں، اُن کا بغور مطالعہ کرلیا جائے، اور غیر مالی حقوق کا مختصر بیان یہ ہے:-

بندوں کے غیر مالی حقوق

روزہ مرہ کی زندگی میں عزیز و اقارب و دوست و احباب کے تعلقات میں اور لین دین کے معاملات میں اکثر و بیشتر ایسی باتیں ہوجاتی ہیں جن سے حقوقِ واجبہ پر اثر پڑتا ہے اور جس کا بھی حق تلف ہو اس کو اذیت ہوتی ہے، بعض باتوں میں بدگمانی کی وجہ سے رشتہ داروں سے تعلقات توڑ لئے جاتے ہیں، کہیں بے موقع غصہ پر جذبات بے قابو ہوجاتے ہیں اور فریقِ ثانی کو جان یا آبرو کا شدید نقصان پہنچ جاتا ہے، کہیں حسد اور کینہ کا ارتکاب ہوجاتا ہے یا غیب اور جھوٹ یا دھوکا فریب سے دُوسرے شخص کی آبرو یا مال کا نقصان ہوجانے سے تکلیف پہنچ جاتی ہے، اسی طرح اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن سے دُوسرے شخص کی حق تلفی ہوتی ہے، اور اس کے لئے اذیت و تکلیف کا باعث ہوتی ہیں، یہ سب گناہِ کبیرہ ہیں، قرآن و سنت میں ان کی سخت ممانعت آئی ہے اور ان پر آخرت کے شدید عذاب کی خبر دی گئی ہے، اس لئے لازمی اور ضروری ہے کہ اپنی زندگی کا جائزہ لے کر اپنی موت سے پہلے اُن کا تدارک و تلافی کی جائے اور صاحبِ معاملہ سے معافی مانگی جائے، اور اللہ تعالیٰ سے بھی اُن گناہوں کے لئے ندامتِ قلب کے ساتھ توبہ و اِستغفار کیا جائے، اگر کسی وجہ سے حقداروں سے معاف کرانا ممکن نہیں رہا، مثلاً وہ لوگ مرچکے ہوں تو ان کے لئے ہمیشہ

مغفرت کی دُعا کرتا رہے اور ایصالِ ثواب بھی کرے، عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں اُن لوگوں کو راضی کر کے معاف کرادے۔ (بہشتی زیور)

اس کے برعکس یہی سب باتیں دُوسروں کی طرف سے ہمارے ساتھ بھی واقع ہوتی ہیں، اس لئے شرافتِ نفس اسی میں ہے اور عقل کا تقاضا اور شریعت کا مطالبہ یہی ہے کہ ہمیں بھی اپنے اہلِ تعلقات کو فراخدلی کے ساتھ معاف کردینا چاہئے، اس میں اپنے نفس کو اطمینان ہوتا ہے اور دُوسرے شخص کو مؤاخذۂ آخرت سے بچانے کا ذریعہ بھی ہے، اور یہ بات عنداللہ بہت محبوب ہے۔

قرآن و حدیث میں کسی مسلمان بھائی کی معذرت قبول کرلینے اور اُسے معاف کردینے کے بڑے فضائل آئے ہیں، بلکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:-

> جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے معذرت کرے اور وہ اس کو قبول نہ کرے، اس پر ایسا گناہ ہوگا جیسا ظلماً محصول وصول کرنے والے پر ہوتا ہے۔ (ابنِ ماجہ)

ایک دُوسری حدیث میں ہے:-

> جس شخص سے اس کا بھائی معذرت کرے اور وہ اس کو قبول نہ کرے وہ میرے پاس حوضِ کوثر پر نہیں آنے پائے گا۔
> (ترغیب وترہیب منقول از ''العذر والنذر'')

خلاصہ یہ ہے کہ مرنے سے پہلے ہر شخص کو عنداللہ و عندالخلق اپنے ایمانی تقاضے کے بموجب اپنے ضمیر کو بالکل پاک وصاف کرلینا چاہئے۔

یہ ضروری نہیں کہ جن لوگوں سے معافی تلافی کی جائے ان سے ربط وضبط، ملاقات اور دوستی بھی رکھی جائے، کیونکہ ایسا کرنا بعض وقت مشکل اور بعض وقت

خلافِ مصلحت ہوتا ہے، لہٰذا معاف کرنا یا معافی چاہنا اس لئے نہیں ہے کہ آئندہ دوستی اور بے تکلفی بھی قائم رکھی جائے، بلکہ حقوقِ شرعیہ سے سبکدوشی حاصل کرنا مقصود ہے۔

رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کے لئے حدیث شریف میں ہے کہ: ''وہ رشتہ توڑیں مگر تم رشتہ جوڑو'' یعنی موقع پر اُن کے رنج وغم میں یا اور مشکلاتِ زندگی میں شریک رہو، اپنی طرف سے اُن کے لئے قدمے، درمے، سخنے امداد کرو اور حسنِ سلوک کرتے رہو، اس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔

***

بابِ ہشتم

بدعات اور غلط رسمیں

موت، میّت اور پسماندگان کے متعلق جو فطری دستور العمل اسلام نے دیا ہے وہ حدیث اور فقہ کی مستند و معتبر کتابوں کے حوالے سے آپ کے سامنے آچکا ہے، یہی وہ معتدل اور متوازن طریقِ کار ہے جو قرآن و سنت اور فقہ میں مسلمانوں کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں آپؐ کے کتنے ہی لختِ جگر اور عزیز و قریب فوت ہوئے، اور کتنے ہی جاں نثار صحابہؓ داغِ مفارقت دے گئے، کوئی میدانِ کارزار میں شہید ہوا، کسی نے بسترِ علالت پر جان دی، کوئی لاوارث رُخصت ہوا، کسی نے اہل وعیال اور رشتہ داروں کو غمگین چھوڑا، کسی کا ترکہ تجہیز و تکفین کے لئے بھی کافی نہ ہوا، اور کسی کا مال و دولت اس کے وارثوں میں تقسیم ہوا، ان طرح طرح کے حالات میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہی ان سب کی رہبر و رہنما تھی، جس طرح کا واقعہ پیش آیا اس کے مناسب شرعی اَحکام و آداب اسی ذاتِ اقدس نے بتائے اور سکھلائے، زبانی تعلیم بھی دی اور عملی تربیت بھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو جہاں ایمان اور زُہد و عبادت سے لے کر جہاں بانی تک کے ضابطے اور آئین سکھلا رہے تھے وہیں شادی اور غمی کے اَحکام و آداب کی بھی تعلیم و تربیت دے رہے تھے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصدِ بعثت ہی یہ تھا کہ اُمت کے لئے زندگی کا ہر گوشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و ہدایات سے روشن ہوجائے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی ہر شادی وغمی میں شریک رہے، اُن کی عیادت بھی فرمائی اور تجہیز وتکفین بھی، نمازِ جنازہ اور دفن کے انتظامات بھی فرمائے اور تعزیت وایصالِ ثواب بھی، قبروں کی زیارت بھی فرمائی اور اُن کے ترکہ کی تقسیم، قرضوں کی ادائیگی، وصیتوں پر عمل اور تقسیمِ میراث بھی، پسماندگان کے ساتھ غمگساری، بیواؤں کی خبر گیری اور یتیموں کی سرپرستی، غرض موت، میّت اور پسماندگان سے متعلق ایک مکمل دستور العمل اپنے اقوال وافعال کے ذریعہ اُمت کو دے گئے، کوئی پہلو ایسا نہیں چھوڑا جو تشنہ رہ گیا ہو یا جو ہمیں کسی اور قوم سے لینے یا خود ایجاد کرنے کی ضرورت ہو۔

اس پاکیزہ دستور العمل میں انسانی ضرورتوں اور فطری جذبات کی رعایت قدم قدم پر نمایاں ہے، اس میں غمزدوں کے لئے تسلی وغمگساری کا بھی پورا سامان ہے اور عدل وانصاف کا بھی نہایت معتدل اور جامع انتظام، میّت کا احترام بھی ہر جگہ ملحوظ ہے، اور اس کا اُخروی راحت وآرام بھی، اور طریقِ کار ایسا رکھا گیا ہے کہ دُنیا کی کوئی تہذیب آج تک اس سے زیادہ آسان، پاکیزہ، باوقار اور سادہ طریقِ کار تجویز نہیں کرسکی۔

اس دستور العمل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ نے سیکھ کر تاحیات اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں عمل کیا، اور اس کی زبانی وعملی تعلیم اپنی نسلوں کو کرگئے، محدثینِ کرامؒ نے اس کو بعینہٖ اپنی کتابوں میں محفوظ کیا، ائمہ مجتہدینؒ نے اس کی تشریح وتوضیح فرمائی، اور بعد کے فقہائے کرامؒ نے اپنی کتابوں کے ذریعہ ہم تک اسے من وعن پہنچادیا، انہی حضرات کی بے مثال کاوشوں کی بدولت آج یہ ہمارے سامنے مکمل ومستند شکل میں موجود ہے۔

لیکن ایک نظر اس دستور العمل پر ڈالنے کے بعد جب دُوسری نظر اُن بدعتوں اور رُسوم ورواج پر ڈالی جاتی ہے جو موت، میّت اور پسماندگان کے متعلق ہمارے معاشرے میں آج وباء کی طرح پھیل چکی ہیں، تو حیرت وافسوس کے سوا کچھ

ہاتھ نہیں آتا، یہ المیہ حیرتناک اور حسرتناک نہیں تو پھر کیا ہے؟ کہ جس اُمت کے پاس ایسا قیمتی اور بے نظیر دستور العمل موجود ہے وہ اُسے چھوڑ کر اپنے خودساختہ یا دیگر مذاہب کی تقلید میں بیہودہ رسموں اور بدعتوں کی جکڑبند، افراط وتفریط اور طرح طرح کی خرافات میں گرفتار ہے۔

ہماری شامتِ اعمال کے نتیجے میں یوں تو ہمارے ہر مذہبی شعبہ میں بدعتوں اور خودساختہ رسموں کا رواج بڑھتا جارہا ہے، لیکن اُن کی جتنی بھرمار موت اور میّت کے معاملے میں ہے شاید ہی اتنی کسی اور شعبہ میں ہو، جس گھر میں موت ہوجاتی ہے مہینوں بلکہ برسوں تک بھی یہ خرافات اُس گھر کا پیچھا نہیں چھوڑتیں، کہیں ہندوؤں کی رسمیں اختیار کرلی گئی ہیں، کہیں پارسیوں کی، کہیں انگریزی رسم ورواج کو شامل کرلیا گیا ہے، کہیں خودساختہ بدعتوں کو اور ان کی ایسی پابندی کی جاتی ہے جیسے یہ اُن پر فرض یا واجب کردی گئی ہوں، ان جاہلانہ رسموں اور بدعتوں میں کتنا وقت، کتنی محنت اور کتنی دولت برباد کی جاتی ہے، اگر کوئی ان کے اعداد وشمار جمع کرے تو سر پیٹ کر رہ جائے، بسااوقات ان رسموں میں اخراجات میّت کے ترکہ سے کئے جاتے ہیں، جو یتیم وارثوں پر کھلا ہوا ظلم ہے، غرض ہم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دستور العمل اور نمونۂ زندگی کو چھوڑ کر کہیں دُوسری قوموں کی مشرکانہ رسموں میں مبتلا ہیں، کہیں خودساختہ بدعتوں کی بھول بھلیوں میں، حالانکہ قرآنِ کریم اپنے واشگاف انداز میں اب بھی یہ اعلان کررہا ہے کہ:-

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. (الاحزاب:۲۱)

ترجمہ:- تمہارے لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا عمدہ نمونہ موجود ہے۔

ہم پیچھے بھی کئی مقامات پر غلط رسموں اور بدعتوں کی نشاندہی کرتے آئے ہیں، لیکن ضرورت اس کی ہے کہ یہاں بدعت کے موضوع پر کسی قدر تفصیل سے کلام کیا جائے اور اُن بدعتوں کی خاص طور پر نشاندہی کی جائے جو زیادہ رائج ہیں، کیونکہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

اِذَا حَدَثَ فِیْ اُمَّتِی الْبِدَعُ وَشُتِمَ اَصْحَابِیْ، فَلْیُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهٗ، فَمَنْ لَّمْ یَفْعَلْ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ.
(کتاب الاعتصام للشاطبی ج:۱ ص:۸۸)

ترجمہ:- جب میری اُمت میں بدعتیں پیدا ہوجائیں، اور میرے صحابہ کو بُرا کہا جائے تو اُس وقت کے عالم پر لازم ہے کہ اپنا علم دُوسروں تک پہنچائے، اور جو ایسا نہ کرے گا تو اس پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب انسانوں کی۔

(سنت و بدعت ص:۲۶، بحوالہ کتاب الاعتصام)

قبل اس کے کہ اُن بدعتوں کی ایک ایک کرکے نشاندہی کی جائے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بدعت کی حقیقت کو اُصولی طور پر واضح کردیا جائے، کیونکہ بہت سی بدعتوں میں لوگ محض اس وجہ سے مبتلا ہیں کہ بظاہر وہ "نیکی" معلوم ہوتی ہیں اور ان کو موجبِ ثواب سمجھ کر کیا جاتا ہے، یہ بات دینِ مبین کی تعلیم سے ناواقفی ہے۔

بدعت کیا ہے؟

اصل لغت میں "بدعت" ہر نئی چیز کو کہتے ہیں، اور اصطلاحِ شرع میں ہر ایسے نوایجاد طریقۂ عبادت کو بدعت کہتے ہیں جو ثواب کی نیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ کے بعد اختیار کیا گیا ہو، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے عہدِ مبارک میں اس کا داعیہ اور سبب موجود ہونے کے باوجود نہ قولاً ثابت ہو، نہ فعلاً، نہ تقریراً، نہ صراحۃً، نہ اشارۃً۔

(سنت و بدعت ص:۱۱ بحوالہ کتاب الاعتصام)

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ دُنیوی ضروریات کے لئے جو نئے نئے آلات اور طریقے روزمرہ ایجاد ہوتے رہتے ہیں، اُن کا شرعی بدعت سے کوئی تعلق نہیں،

کیونکہ وہ بطور عبادت اور بہ نیت ثواب نہیں کئے جاتے، یہ سب جائز اور مباح ہیں بشرطیکہ وہ کسی شرعی حکم کے مخالف نہ ہوں، نیز یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جو عبادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرامؓ سے قولاً ثابت ہو یا فعلاً، صراحۃً یا اشارۃً وہ بھی بدعت نہیں ہوسکتی۔

نیز یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جس کام کی ضرورت عہدِ رسالتؐ میں موجود نہ تھی بعد میں کسی دینی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے پیدا ہوگئی وہ بھی بدعت میں داخل نہیں، جیسے مروّجہ مدارسِ اسلامیہ اور تعلیمی و تبلیغی انجمنیں، اور دینی نشر و اشاعت کے ادارے اور قرآن و حدیث سمجھنے کے لئے صرف ونحو اور ادبِ عربی اور فصاحت و بلاغت کے فنون یا مخالفِ اسلام فرقوں کا رَدّ کرنے کے لئے منطق اور فلسفہ کی کتابیں یا جہاد کے لئے جدید اسلحہ اور جدید طریقِ جنگ کی تعلیم وغیرہ کہ یہ سب چیزیں ایک حیثیت سے عبادت بھی ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے عہد میں موجود بھی نہ تھیں، مگر پھر بھی اُن کو بدعت اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ اِن کی ضرورت اس عہدِ مبارک میں موجود نہ تھی، بعد میں جیسی جیسی ضرورت پیدا ہوتی گئی علمائے اُمت نے اُس کو پورا کرنے کے لئے مناسب تدبیریں اور صورتیں حدود ونصوص کے انداز اختیار کرلیں۔

اس کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب چیزیں نہ اپنی ذات میں عبادت ہیں، نہ کوئی ان کو اس خیال سے کرتا ہے کہ ان میں زیادہ ثواب ملے گا، بلکہ وہ چیزیں عبادت کا ذریعہ ہونے کی حیثیت سے عبادت کہلاتی ہیں، یعنی کسی منصوص دینی مقصد کو پورا کرنے کے لئے بہ ضرورتِ زمان و مکان کوئی نئی صورت اختیار کرلینا ممنوع نہیں۔

(سنت و بدعت ص:۱۳)

اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جن کاموں کی ضرورت عہدِ رسالت میں اور زمانِ مابعد میں یکساں ہے اُن میں کوئی ایسا طریقہ ایجاد کرنا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے ثابت نہیں اُس کو بدعت کہا جائے گا، اور یہ از رُوئے

قرآن وحدیث ممنوع و ناجائز ہوگا۔

مثلاً دُرود وسلام کے وقت کھڑے ہوکر پڑھنے کی پابندی، فقراء کو کھانا کھلا کر ایصالِ ثواب کرنے کے لئے کھانا سامنے رکھ کر مختلف سورتیں پڑھنے کی پابندی، نماز باجماعت کے بعد پوری جماعت کے ساتھ کئی کئی مرتبہ دُعا مانگنے کی پابندی، ایصالِ ثواب کے لئے تیجہ، چہلم وغیرہ کی پابندی، رجب وشعبان وغیرہ کی متبرک راتوں میں خود اِیجاد قسم کی نمازیں اور ان کے لئے چراغاں وغیرہ اور پھر ان خود ایجاد چیزوں کو فرض و واجب کی طرح سمجھنا، ان میں شریک نہ ہونے والوں پر ملامت اور لعن طعن کرنا وغیرہ۔

ظاہر ہے کہ دُرود وسلام، صدقہ وخیرات، اموات کو ایصالِ ثواب، متبرک راتوں میں نماز وعبادت، نمازوں کے بعد دُعا، یہ سب چیزیں عبادات ہیں، اِن کی ضرورت جیسے آج ہے ایسے ہی عہدِ صحابہ میں بھی تھی، اِن کے ذریعے ثوابِ آخرت اور رضائے الٰہی حاصل کرنے کا ذوق وشوق جیسے آج کسی نیک بندہ کو ہوسکتا ہے، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کو اِن سب سے زائد تھا، کون دعویٰ کرسکتا ہے کہ اُس کو صحابہ کرامؓ سے زائد ذوقِ عبادت اور شوقِ رضائے الٰہی حاصل ہے؟ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

كُلُّ عِبَادَةٍ لَمْ يَتَعَبَّدْهَا أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَعْبُدُوْهَا فَإِنَّ الْأَوَّلَ لَمْ يَدَعْ لِلْاٰخِرِ مَقَالًا فَاتَّقُوا اللهَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ وَخُذُوْا بِطَرِيْقِ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ.

ترجمہ:- جو عبادت صحابہ کرامؓ نے نہیں کی وہ عبادت نہ کرو، کیونکہ پہلے لوگوں نے پچھلوں کے لئے کوئی کسر نہیں چھوڑی جس کو یہ پورا کریں، اے مسلمانو! خدا تعالیٰ سے ڈرو اور پہلے لوگوں کے طریقہ کو اختیار کرو۔

اور اسی مضمون کی روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی

منقول ہے۔ (سنت و بدعت ص:۱۴ بحوالہ الاعتصام)

بدعت کے ناجائز وممنوع ہونے کی وجوہ

غور کرنا چاہئے کہ جب یہ سب کام عہدِ صحابہ کرامؓ میں بھی عبادت کی حیثیت سے جاری تھے تو ان کے لئے ایسے طریقے اختیار کرنا جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے اختیار نہیں کئے، آخر اِن کا مقصد کیا ہے؟ کیا یہ مقصد ہے کہ ان عبادات کے یہ نئے طریقے معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو معلوم نہ تھے، آج اِن دعویداروں پر انکشاف ہوا ہے، اس لئے یہ کر رہے ہیں؟

دین میں کوئی بدعت نکالنا رسول اللہؐ پر خیانت کی تہمت لگانا ہے

اور اگر کہا جائے کہ اُن کو معلوم تھے مگر لوگوں کو نہیں بتلایا تو کیا یہ معاذ اللہ ان حضرات پر دین میں خیانت اور تبلیغِ رسالت کے فرائض میں کوتاہی کا الزام نہیں ہے؟ اسی لئے حضرت امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ جو شخص کوئی بدعت ایجاد کرتا ہے وہ گویا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ اللہ رسالت میں خیانت کی کہ پوری بات نہیں بتلائی۔ (سنت و بدعت ص:۱۵)

بدعت نکالنا یہ دعویٰ کرنا ہے کہ دین عہدِ رسالتؐ میں مکمل نہیں ہوا تھا

ایک طرف تو قرآن کریم کا یہ اعلان ہے کہ:-

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ.

(میں نے آج تم پر اپنا دین مکمل کردیا)

دُوسری طرف عبادات کے نئے نئے طریقے نکال کر عملاً یہ دعویٰ کہ شریعتِ اسلام کی تکمیل آج ہو رہی ہے، کیا کوئی مسلمان جان بوجھ کر اس کو قبول کرسکتا ہے؟

اس لئے یقین کیجئے کہ عبادات کا جو طریقہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے اختیار نہیں کیا وہ دیکھنے میں کتنا ہی دِلکش اور بہتر نظر آئے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اچھا نہیں، اسی کو حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ: جو کام اُس زمانے میں دین نہیں تھا، اُسے آج بھی دین نہیں کہا جاسکتا۔

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے اِن طریقوں کو معاذ اللہ نہ تو ناواقفیت کی بناء پر چھوڑا تھا، نہ سستی یا غفلت کی بناء پر، بلکہ اِن کو غلط اور مضر سمجھ کر چھوڑا تھا۔

آج اگر کوئی شخص مغرب کی نماز تین کے بجائے چار رکعت اور صبح کی دو کے بجائے تین یا چار پڑھنے لگے، یا روزہ مغرب تک رکھنے کے بجائے عشاء کے بعد تک رکھے تو ہر سمجھدار مسلمان اس کو بُرا اور غلط اور ناجائز کہے گا، حالانکہ اس غریب نے بظاہر کوئی گناہ کا کام نہیں کیا، کچھ تسبیحات زیادہ پڑھیں، کچھ اللہ کا نام زیادہ لیا، پھر اس کو باتفاق بُرا اور ناجائز سمجھنا کیا صرف اسی لئے نہیں کہ اس نے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے اور سکھائے ہوئے طریقۂ عبادت پر زیادتی کرکے عبادت کی صورت بدل ڈالی، اور ایک طرح سے اس کا دعویٰ کیا کہ شریعت کو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل نہیں کیا تھا، اس نے کیا ہے، یا معاذ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اداءِ امانت میں کوتاہی اور خیانت برتی ہے کہ عبادت کے یہ نئے اور مفید طریقے لوگوں کو نہیں بتلائے۔

اب غور کیجئے کہ نماز کی رکعات تین کے بجائے چار پڑھنے میں اور نمازوں، دُعاؤں، دُرود وسلام کے ساتھ ایسی شرطیں اور طریقے اضافہ کرنے میں کیا فرق ہے جو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے منقول نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ عبادات میں اپنی طرف سے قیدوں، شرطوں کا اضافہ شریعتِ محمدیہ کی ترمیم اور تحریف ہے، اس لئے اس کو شدت کے ساتھ رَدّ کیا گیا ہے۔

بدعت تحریفِ دین کا راستہ ہے

بدعت کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اگر عبادات میں اپنی طرف سے قیدیں، شرطیں اور نئے نئے طریقے ایجاد کرنے کی اجازت دے دی جائے تو دین کی تحریف ہوجائے گی، کچھ عرصے کے بعد یہ بھی پتہ نہ لگے گا کہ اصل عبادت جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی تھی، کیا اور کیسی تھی؟ پچھلی اُمتوں میں تحریفِ دین کی سب سے بڑی وجہ یہ ہوئی ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب اور اپنے پیغمبر کی بتلائی ہوئی عبادات میں اپنی طرف سے عبادات کے نئے نئے طریقے نکال لئے، اور اُن کی رسم چل پڑی، کچھ عرصے کے بعد اصل دین اور نو ایجاد رسموں میں کوئی امتیاز نہ رہا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ جو چیز اصطلاحِ شرع میں بدعت ہے وہ مطلقاً ممنوع و ناجائز ہے، البتہ بدعات میں پھر کچھ درجات ہیں، بعض سخت حرام قریبِ شرک کے ہیں، بعض مکروہِ تحریمی، بعض تنزیہی۔ (سنت و بدعت ص:۱۴ تا ۲۱)

قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہؓ و تابعینؒ و ائمۂ دین میں بدعات کی خرابی اور اُن سے اجتناب کی تاکید پر بے شمار آیات و روایات ہیں، ان میں سے بعض اس جگہ نقل کی جاتی ہیں۔

بدعت کی مذمت قرآن و حدیث میں

علامہ شاطبیؒ نے ''کتاب الاعتصام'' میں آیاتِ قرآنیہ کافی تعداد میں اس موضوع پر جمع فرمائی ہیں، ان میں سے دو آیتیں اس جگہ لکھی جاتی ہیں:-

۱:- وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ. مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ. (الروم:۳۱،۳۲)

ترجمہ:- مت ہو مشرکین میں سے جنہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کیا اپنے دین کو اور ہوگئے فرقے اور پارٹیاں، ہر ایک پارٹی اپنے

طرز پر خوش ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر میں نقل فرمایا کہ اس سے مراد اہلِ بدعت کی پارٹیاں ہیں۔

(الاعتصام ج:۱ ص:۶۵)

۲:- قُلۡ هَلۡ نُنَبِّئُكُمۡ بِالۡاَخۡسَرِيۡنَ اَعۡمَالًا. اَلَّذِيۡنَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَهُمۡ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ يُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا. (الکہف:۱۰۳، ۱۰۴)

ترجمہ:- آپ فرمایئے کہ کیا ہم تمہیں بتلائیں کہ کون لوگ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ خسارہ والے ہیں، وہ لوگ جن کی سعی وعمل دُنیا کی زندگی میں ضائع و بے کار ہوگئی اور وہ یہی سمجھ رہے ہیں کہ ہم اچھا عمل کر رہے ہیں۔

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ اور سفیان ثوریؒ وغیرہ نے "اَخۡسَرِيۡنَ اَعۡمَالًا" کی تفسیر اہلِ بدعت سے کی ہے، اور بلاشبہ اس آیت میں اہلِ بدعت کی حالت کا پورا نقشہ کھینچ دیا گیا ہے کہ وہ اپنے خود تراشیدہ اعمال کو نیکی سمجھ کر خوش ہیں کہ ہم ذخیرۂ آخرت حاصل کر رہے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اُن کے اعمال کا نہ کوئی وزن ہے، نہ ثواب بلکہ اُلٹا گناہ ہے۔

(سنت و بدعت ص:۲۲)

روایاتِ حدیث بدعت کی خرابی اور اُس سے روکنے کے بارے میں بے شمار ہیں، ان میں سے بھی چند روایات لکھی جاتی ہیں:-

۱:- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

مَنۡ أَحۡدَثَ فِىۡ أَمۡرِنَا هٰذَا مَا لَيۡسَ مِنۡهُ فَهُوَ رَدٌّ.

(مشکوٰۃ بحوالہ بخاری)

ترجمہ:- جو شخص ہمارے دین میں کوئی نئی چیز داخل کرے جو دین میں داخل نہیں، وہ مردُود ہے۔

۲:- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبے میں فرمایا کرتے تھے:-

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ). وَشَرُّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. أخرجه مسلم، وفي روايةٍ للنسائي: كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ فِي النَّارِ.

(اعتصام ج:۱ ص:۶۷)

ترجمہ:- حمد وصلوٰۃ کے بعد سمجھو کہ بہترین کلام، اللہ کی کتاب ہے، اور بہترین طریقہ اور طرزِ عمل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طرزِ عمل ہے، اور بدترین چیز نئی ایجاد کی جانے والی بدعتیں ہیں، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور نسائی کی روایت میں ہے کہ: ہر نوایجاد عبادت بدعت ہے، اور ہر بدعت جہنم میں (لے جانے کا باعث) ہے۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہی خطبہ دیا کرتے تھے، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے خطبے میں الفاظِ مذکورہ کے بعد یہ بھی فرماتے تھے:-

اِنَّكُمْ سَتُحْدِثُوْنَ وَيُحْدَثُ لَكُمْ فَكُلُّ مُحْدَثَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ. (اعتصام ج:۱ ص:۶۷)

ترجمہ:- تم بھی نئے نئے کام نکالو گے اور لوگ تمہارے لئے نئی نئی صورتیں عبادت کی نکالیں گے، خوب سمجھ لو کہ ہر نیا طریقہ عبادت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا ٹھکانا جہنم ہے۔

۳:- صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

مَنْ دَعَا اِلٰی هُدًی کَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ یَّتَّبِعُهٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا، وَمَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَةٍ کَانَ عَلَیْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ یَّتَّبِعُهٗ وَلَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اٰثَامِهِمْ شَیْئًا.

ترجمہ:- جوشخص لوگوں کوصحیح طریقِ ہدایت کی طرف بلائے تو ان تمام لوگوں کے عمل کا ثواب اس کو ملے گا جو اس کا اتباع کریں، بغیر اس کے کہ اُن کے ثواب میں کچھ کمی کی جائے، اور جوشخص کسی گمراہی کی طرف لوگوں کو دعوت دے تو اُس پر اُن سب لوگوں کا گناہ لکھا جائے گا جو اس کا اتباع کریں گے، بغیر اس کے کہ اُن کے گناہوں میں کچھ کمی کی جائے۔

بدعات کے نئے نئے طریقے ایجاد کرنے والے اور اُن کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والے اس کے انجامِ بد پر غور کریں کہ اس کا وبال تنہا اپنے عمل ہی کا نہیں بلکہ جتنے مسلمان اس سے متاثر ہوں گے اُن سب کا وبال اُن پر ہے۔ (سنت و بدعت)

۴:- ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے بہ سند صحیح روایت کیا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ہمیں خطبہ دیا جس میں نہایت مؤثر اور بلیغ وعظ فرمایا، جس سے آنکھیں بہنے لگیں اور دِل ڈر گئے، بعض حاضرین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آج کا وعظ تو ایسا ہے جیسے رُخصتی وصیت ہوتی ہے، تو آپ ہمیں بتلائیں کہ ہم آئندہ کس طرح زندگی بسر کریں؟ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِوُلَاةِ الْاَمْرِ وَاِنْ کَانَ عَبْدًا حَبْشِیًّا فَاِنَّ مَنْ یَّعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِیْ فَسَیَرٰی اخْتِلَافًا کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ

الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. (اعتصام)

ترجمہ:- میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی اور حکامِ اسلام کی اطاعت کرنے کی، اگرچہ تمہارا حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ تم میں سے جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے وہ بڑا اختلاف دیکھیں گے، اس لئے تم میری سنت اور میرے بعد خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو اختیار کرو اور اس کو مضبوط پکڑو، اور دین میں نوایجاد (نئے ایجاد کئے جانے والے) طریقوں سے بچو کیونکہ ہر نوایجاد طرزِ عبادت بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

۵:- اور حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ:-
جو شخص کسی بدعتی کے پاس گیا اور اس کی تعظیم کی تو گویا اس نے اسلام کو ڈھانے میں اس کی مدد کی۔

(سنت و بدعت بحوالہ اعتصام للشاطبی ج:۱ ص:۸۴)

۶:- اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:-
اگر تم چاہتے ہو کہ پل صراط پر تمہیں دیر نہ لگے اور سیدھے جنت میں جاؤ تو اللہ کے دین میں اپنی رائے سے کوئی نیا طریقہ نہ پیدا کرو۔ (اعتصام)

۷:- حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:-
مسلمانوں کے لئے جن چیزوں کا مجھے خطرہ ہے اُن میں سب سے زیادہ خطرناک دو چیزیں ہیں، ایک یہ کہ جو چیز وہ دیکھیں

اس کو اُس پر ترجیح دینے لگیں جو اُن کو سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہو، دُوسرے یہ کہ وہ غیرشعوری طور پر گمراہ ہوجائیں۔ (سنت و بدعت ص:۲۶)

۸:- اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:-

خدا کی قسم! آئندہ زمانے میں بدعتیں اس طرح پھیل جائیں گی کہ اگر کوئی شخص اس بدعت کو ترک کرے گا تو لوگ کہیں گے کہ تم نے سنت چھوڑ دی۔ (اعتصام ج:۱ ص:۹۰)

۹:- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:-

اے لوگو! بدعت اختیار نہ کرو اور عبادت میں مبالغہ اور تعمق نہ کرو، پرانے طریقوں کو لازم پکڑے رہو، اُس چیز کو اختیار کرو جو از رُوئے سنت تم جانتے ہو، اور جس کو اس طرح نہیں جانتے اُس کو چھوڑ دو۔

۱۰:- حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:-

بدعت والا آدمی جتنا زیادہ روزہ اور نماز میں محنت کرتا جاتا ہے اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے دُور ہوتا جاتا ہے۔

نیز یہ بھی فرمایا کہ:-

صاحبِ بدعت کے پاس نہ بیٹھو کہ وہ تمہارے دِل کو بیمار کردے گا۔ (سنت و بدعت ص:۲۷)

۱۱:- حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:-

کوئی قول بغیر عمل کے مستقیم نہیں، اور کوئی قول و عمل بغیر نیت کے مستقیم نہیں، اور کوئی قول اور عمل اور نیت اُس وقت تک مستقیم نہیں جب تک کہ وہ سنت کے مطابق نہ ہو۔

(سنت و بدعت ص:۲۷)

۱۲:- ابوعمرو شیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:-

صاحبِ بدعت کو توبہ نصیب نہیں ہوتی (کیونکہ وہ تو اپنے گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھتا، توبہ کس سے کرے؟)۔

(سنت و بدعت ص:۲۷)

بدعات کے متعلق ان اُصولی گزارشات کے بعد اب ہم اُن کوتاہیوں، غلط رسموں اور بدعتوں کی نشاندہی کرتے ہیں جو بیماری، موت، میّت اور پسماندگان کے متعلق آج کل زیادہ رائج ہوگئی ہیں، اور سہولت کے لئے ان کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں:-

۱:- موت سے پہلے کی رسمیں اور کوتاہیاں۔

۲:- عین وقتِ موت کی رسمیں۔

۳:- موت کے بعد کی رسمیں۔

اور اُمید کرتے ہیں کہ قارئین خود بھی ان سے اجتناب فرمائیں گے اور دُوسروں کو بھی حکمت اور نرمی کے ساتھ روکنے کی کوشش کریں گے۔

موت سے پہلے کی رسمیں اور کوتاہیاں

مرنے سے پہلے جس بیماری میں مرنے والا مبتلا ہوتا ہے اس میں میّت اور اہلِ میّت طرح طرح کی کوتاہیاں کرتے ہیں، ملاحظہ ہوں:-

نماز کی پابندی نہ کرنا

* ایک کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ بعض مریض نماز کا اہتمام نہیں کرتے، حالانکہ ممکن ہے یہ زندگی کا آخری مرض ہو، کیونکہ ہر بیماری موت کی یاد دہانی کراتی ہے، صحت میں فکر نہ کی تو اب بھی غافل رہنا اور اہتمام نہ کرنا بڑے ہی اندیشہ اور خطرہ کی بات ہے۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت ص:۶ ۲۲۳)

* بعض مریض زمانۂ تندرستی میں تو نماز کے پابند ہوتے ہیں، مگر بیماری میں نماز کا خیال نہیں رکھتے اور خیال نہ رکھنے کی عمومی وجہ یہ ہوتی ہے کہ بیماری یا وسوسہ کی بناء پر کپڑے یا بدن ناپاک اور گندے ہیں یا وضو اور غسل نہیں کر سکتے اور تیمّم کو دِل گوارا نہیں کرتا کہ اس سے طبیعت صاف نہیں ہوتی، اس لئے نماز قضاء کر دیتے ہیں، یہ سخت جہالت اور نادانی کی بات ہے، ایسے موقع پر اہلِ علم سے مسئلہ پوچھ کر عمل کرنا چاہئے اور شریعت کی عطا کردہ سہولتوں پر عمل کرنا چاہئے، ان وجوہات کی بنیاد پر نماز قضاء کرنا جائز نہیں۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۲۴)

* بعض مریض نماز کے پورے پابند ہوتے ہیں، مگر بیماری کے غلبہ سے یا نماز کے وقت نیند کے غلبہ سے یا بہت زیادہ ضعف و نقاہت سے آنکھیں بند ہو کر غفلت سی ہوجاتی ہے اور نماز کے اوقات وغیرہ کی پوری طرح خبر نہیں ہوتی، یہاں تک کہ نماز قضاء ہوجاتی ہے، حالانکہ اگر انہیں نماز کی اطلاع کی جائے تو ہرگز کوتاہی نہ کریں، لیکن اُوپر کے لوگ خدمت کرنے والے مریض کی راحت کا خیال کر کے نماز کی اطلاع نہیں کرتے اور اگر بیمار کو کسی طرح اطلاع بھی ہوجائے تو اُلٹا منع کر دیتے ہیں یا اس کی امداد نہیں کرتے، مثلاً وضو، تیمّم، کپڑوں کی تبدیلی، قبلہ رُخ کرنا وغیرہ کچھ نہیں کرتے، جس سے خود بھی گنہگار ہوتے ہیں، ایسا کرنا نہ مریض کے ساتھ خیرخواہی ہے، نہ اپنے ساتھ۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۲۶)

* بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب مریض ہوش میں نہیں ہے تو نماز معاف ہے، یہ بھی دُرست نہیں، کیونکہ ہر بیہوشی میں نماز معاف نہیں ہوتی، جس میں نماز معاف ہوتی ہے وہ، وہ بیہوشی ہے جس میں خبردار کرنے سے بھی آگاہ نہ ہو اور متصل چھ نمازیں بیہوشی میں گزر جائیں، ایسی شکل میں نماز بالکل معاف ہے، قضاء بھی واجب نہیں، اور اگر اس سے کم بیہوشی ہو مثلاً چار یا پانچ نمازیں اس حالت میں گزر جائیں تو اس وقت تو مریض بیہوشی کی بناء پر نمازیں ادا کرنے کا مکلّف نہیں، البتہ ہوش آنے پر اُن کی قضاء واجب ہے، اور اگر قضاء میں سستی کی تو مرنے سے پہلے اُن

نمازوں کا فدیہ ادا کرنے کی وصیت کرنا واجب ہے۔

(اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۲۷)

نماز کے فرائض و واجبات میں کوتاہی کرنا

* بعض مریض یہ کوتاہی کرتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ وضو کچھ مضر نہیں پھر تیمّم کر لیتے ہیں، بعض مرتبہ خدمت گزار یا دُوسرے خیرخواہ وضو سے روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میاں شرع میں آسانی ہے، تیمّم کرلو، یہ سخت نادانی ہے، جب تک وضو کرنا مضر نہ ہو تیمّم کرنا جائز نہیں۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۲۷)

* بعض بیماری کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کی قدرت رکھتے ہیں مگر پھر بھی وہ بیٹھ کر نماز ادا کرتے ہیں، حالانکہ جب تک کھڑے ہوکر نماز ادا کرنے کی قدرت ہو بیٹھ کر ادا کرنا جائز نہیں، لہٰذا بڑی احتیاط سے نماز کو پورا کرنا چاہئے۔

(اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۲۷)

* بعض مریض نماز میں باوجود اس کے کہ کراہنے کو ضبط کرسکتے ہیں لیکن ''آہ، آہ'' خوب صاف لفظوں سے کہتے ہیں اور اس کی بالکل پروا نہیں کرتے کہ نماز رہے گی یا جائے گی، یاد رکھنا چاہئے کہ قدرتِ ضبط ہوتے ہوئے نماز میں ''ہائے، ہائے'' یا ''آہ''، ''اُوئی'' وغیرہ کرنے سے نماز جاتی رہتی ہے، نماز بڑے احتیاط کی چیز ہے، خیال سے ادا کرنی چاہئے۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۲۷)

عذرِ شرعی کے باوجود تیمّم نہ کرنا

* بعض مریض یہ بے احتیاطی کرتے ہیں کہ خواہ اُن پر کیسی ہی مصیبت گزرے، خواہ کیسا ہی مرض بڑھ جائے، جان نکل جائے، مگر تیمّم جانتے ہی نہیں، مرجائیں گے مگر وضو ہی کریں گے، یہ بھی غلو (انتہاء پسندی) اور درپردہ حق تعالیٰ شانہ کی عطا کردہ سہولت کو قبول نہ کرنا ہے، جو سخت گستاخی اور بے ادبی ہے، جس طرح وضو حق تعالیٰ کا حکم ہے، تیمّم بھی اُنہی کا حکم ہے، بندہ کا کام حکم ماننا ہے نہ کہ دِل کی

چاہت اور صفائی کو دیکھنا، بندگی تو اسی کا نام ہے کہ جس وقت جو حکم ہو جان و دِل سے اطاعت کرے۔ (حوالۂ بالا)

بلاضرورت مریض کا ستر دیکھنا

* ایک کوتاہی عام طور پر یہ ہو رہی ہے کہ بیمار کا ستر (وہ اعضاء جن کو چھپانا شرعاً واجب ہے) چھپانے کا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا، زانو کھل گیا تو کوئی پروا نہیں، ران کھل گئی تو کچھ خیال نہیں، مریض اگر تکلیف کی شدت سے اس کا خیال نہ رکھ سکے تو اُوپر والوں کو اس کا پورا خیال رکھنا لازم ہے، بلاضرورت اس کا ستر دیکھنا جائز نہیں۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۲۸)

* ایک کوتاہی اکثر یہ ہوتی ہے کہ مریض کو مثلاً انجکشن لگوانے یا آپریشن یا مرہم پٹی کروانے یا معالج کو مرض کی جگہ دکھلانے کی ضرورت پیش آئے تو اس کا خیال نہیں رکھا جاتا کہ جتنا بدن کھولنے کی ضرورت ہے صرف اتنا ہی کھلے، اور صرف اُن لوگوں کے سامنے کھلے جن کا تعلق علاج معالجہ سے ہے، بے دھڑک معالج اور غیرمعالج سب کے سامنے بدن کھول دیا جاتا ہے، حالانکہ غیرمتعلقہ حضرات کو مریض کے ستر کا حصہ دیکھنا جائز نہیں، اس میں بہت ہی زیادہ غفلت ہے، اس کا بہت خیال رکھیں۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۲۸)

* مریض مرد ہو یا عورت، معالج کو بقدرِ ضرورت اُن کا بدن دیکھنا جائز ہے، لیکن دُوسرے حاضرین کو ان کے ستر کا حصہ دیکھنا جائز نہیں، وہاں سے ہٹ جانا یا آنکھیں بند کرلینا یا منہ پھیر لینا واجب ہے۔ (حوالۂ بالا)

ناپاک اور حرام دوا استعمال کرنا

* ایک کوتاہی یہ عام ہو رہی ہے کہ بیمار کے علاج معالجے میں پاک و ناپاک اور حلال وحرام دوا کا کچھ خیال ہی نہیں کیا جاتا، بلاتحقیق اور بلاشدید ضرورت کے حرام ونجس دوائیں پلادی جاتی ہیں۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۲۹)

دُعا کی طرف توجہ نہ دینا

* ایک کوتاہی یہ ہے کہ مریض کی دوا دارو، علاج معالجہ اور دیگر تمام تدابیر اختیار کی جاتی ہیں، پیسہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے، لیکن دُعا کا اہتمام نہیں کرتے، بلکہ اس کا خیال ہی نہیں آتا، حالانکہ یہ دُعاءِ منصوص عظیم ترین تدبیر ہے اور اس کی توفیق نہ ہونا سخت محرومی کی بات ہے، مریض کو اگر ہو سکے تو خود دُعا کرنی چاہئے، کیونکہ حالتِ مرض میں دُعا قبول ہوتی ہے، (ورنہ اُوپر والوں کو اور اعزہ و اقارب کو) پوری توجہ اور دھیان سے دُعا کرنا چاہئے، گھر کے ایک فرد کا بیمار ہونا اور تمام اہلِ خانہ کا پریشان ہونا خود حق تعالیٰ کی طرف توجہ دلا رہا ہے اور ایمان کا تقاضا بھی یہ ہے کہ اپنے خالق و مالک کی طرف توجہ کی جائے اور اسی سے مدد مانگی جائے اور صحت و عافیت کی دُعا کی جائے۔ (اصلاحِ انقلاب اُمت ج:۱ ص:۲۳۰)

دُعا کا غلط طریقہ

* ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ دُعا میں شرعی حدود کو ملحوظ نہیں رکھتے، شکایت کے انداز میں دُعا کرنے لگتے ہیں، مثلاً یوں دُعا کرتے ہیں: ''اے اللہ کیا ہوگا؟ بس میں تو بالکل ہی تباہ ہوجاؤں گا یا تباہ ہوجاؤں گی، یہ بچے کس پر ڈالوں گی، میرے بعد اُن کا کون ہوگا، خدایا ایسا نہ کیجیو، بس جی میرا تو کہیں بھی ٹھکانا ہی نہ رہے گا'' وغیرہ، گویا شکایت الگ کی جاتی ہے اور مشورہ الگ دیا جاتا ہے، استغفر اللہ! کیا حق تعالیٰ کا یہی ادب ہے، اسی کا نام عظمت ہے؟ دُعا ہمیشہ ایک عاجز غلام کی طرح کرنی چاہئے، اس کے بعد خدائے پاک جو فیصلہ فرمائیں اس پر راضی رہنا واجب ہے۔ (اصلاحِ انقلاب اُمت ص:۲۳۱)

صدقہ کے متعلق کوتاہیاں

* مریض یا اس کے متعلقین صدقہ کرنے میں ایک غلطی یہ کرتے ہیں کہ کسی بزرگ مرحوم کے نام کا کھانا پکوا کر تقسیم کرتے ہیں یا کھلاتے ہیں، اور اس میں

اُن کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ وہ بزرگ خوش ہوکر کچھ سہارا لگا دیں گے، یہ عقیدہ شرک ہے، بعض لوگ بجائے مدد کے اُن کی دُعا کا یقین رکھتے ہیں اور وہ بھی اس طرح کہ اُن کی دُعا رَدّ نہیں ہوسکتی، ایسا اعتقاد بھی خلافِ شرع ہے۔

(اصلاحِ انقلاب اُمت ج:۱ ص:۲۳۱)

* بعض لوگ صدقہ میں جان کا بدلہ جان ضروری سمجھتے ہیں اور بکرے وغیرہ کو تمام رات مریض کے پاس رکھ کر اور بعض لوگ مریض کا ہاتھ لگوا کر خیرات کرتے ہیں یا مریض کے پاس بکرے کو ذبح کرتے ہیں اور اس کے بعد خیرات کرتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ مریض کا بکرے پر ہاتھ لگانے سے تمام بلائیں گویا اس کی طرف منتقل ہوگئیں، پھر خیرات کرنے سے وہ بھی چلی جاتی ہیں، اور جان کے بدلے جان دے دینے سے مریض کی جان بچ جائے گی، یاد رکھئے! ایسا اعتقاد خلافِ شرع ہے۔

(اصلاحِ انقلاب اُمت ج:۱ ص:۲۳۱)

* بعض لوگ کھانا، گندم، آٹا اور روپیہ پیسہ مریض کے پاس رکھ دیتے ہیں اور مریض کے چاروں طرف تین یا پانچ یا سات مرتبہ گھما کر اور مریض کا ہاتھ لگوا کر خیرات کرتے ہیں، اس میں بھی یہی خیال ہوتا ہے کہ ایسا کرنے سے مریض کی بیماری اور بلائیں اس شے میں منتقل ہوکر خیرات کرنے سے سب چلی جاتی ہیں، یہ اعتقاد بھی خلافِ شرع ہے۔

(اصلاحِ انقلاب اُمت ج:۱ ص:۲۳۱)

* بعض لوگوں نے صدقہ کے لئے خاص خاص چیزیں مقرر کر رکھی ہیں، جیسے ماش، تیل اور پیسے جن میں اَمرِ مشترک سیاہ رنگ کی چیز معلوم ہوتی ہے، گویا بلا کو کالی سمجھ کر اس کو دُور کرنے کے لئے بھی کالی چیزیں منتخب کی گئی ہیں، یہ سب من گھڑت باتیں ہیں اور خلافِ شرعی ہیں، شرعاً مطلق صدقہ دافعِ بلا ہے، کوئی خاص شے یا خاص رنگ بالکل طے نہیں ہے۔

(اصلاحِ انقلاب اُمت ج:۱ ص:۲۳۲)

* بعض لوگ صدقہ میں گوشت وغیرہ چیلوں کو دینا ضروری خیال کرتے ہیں، یہ بھی غلط ہے، شرع نے صدقہ کا مصرف مقرر کردیا ہے، چنانچہ مسلمان مسکین اس

کا بہترین مصرف ہیں، چیلیں اس کا مصرف نہیں۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۳۲)

وصیت خلافِ شرع کرنا

* بعض مرتبہ مریض اپنے بعد کے لئے خلافِ شرع وصیت کرتا ہے، لیکن دُوسرے اس کو بالکل تنبیہ نہیں کرتے کہ جس سے اس کی اصلاح ہوجائے اور ناجائز وصیت سے باز رہے یا پھر جائز وصیت کرے۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۳۳)

* بعض دفعہ دُوسرے لوگ مریض کو خلافِ شرع وصیتوں کی رائے اور ترغیب دیتے ہیں، مثلاً اپنے تہائی سے زیادہ مال کی وصیت یا کسی وارث کے حق میں وصیت یا کسی جائز وارث کے محروم کرنے کی وصیت یا تیجہ، دسواں، چالیسواں کرنے یا قبر میں عہدنامہ رکھنے کی وصیت وغیرہ، یہ سب شرع کے خلاف ہیں، اُن کی ترغیب دینا بھی جائز نہیں، بلکہ اگر مریض خود ہی اُن کی وصیت کرنے لگے تو دُوسروں کو اسے منع کردینا چاہئے اور اس کی اصلاح کردینی چاہئے، بالفرض مریض ایسی وصیتوں سے باز نہ آئے تو ایسی خلافِ شرع وصیت لازم نہیں ہوتی، بلکہ بعض پر تو عمل جائز بھی نہیں، تفصیل پچھلے باب میں وصیت کے بیان میں آچکی ہے۔

(اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۳۳)

عین وقتِ موت کی رسمیں

رُوح نکلنے سے پہلے جو حالت انسان پر طاری ہوتی ہے اس میں انسان کو سخت تکلیف ہوتی ہے، اس حالت کو ''عالمِ نزع'' اور ''جاں کنی کا عالم'' کہتے ہیں، اس حالت کی پہچان یہ ہے کہ سانس اُکھڑ جاتا ہے اور جلدی جلدی چلنے لگتا ہے، ٹانگیں ڈھیلی پڑجاتی ہیں، کھڑی نہیں ہوسکتیں، ناک ٹیڑھی ہوجاتی ہے اور کنپٹیاں بیٹھ جاتی ہیں۔

ٹھیک یہی یا اس سے ملتے جلتے آثار جب دکھلائی دیں تو سمجھ لیجئے کہ یہ

وقت ''نزع'' کا ہے، اللہ پاک سب پر آسان فرمائے، آمین۔

اس وقت بھی طرح طرح کی کوتاہیاں اور غلطیاں کی جاتی ہیں، خاص طور پر عورتیں اُن میں زیادہ مبتلا ہوتی ہیں، اب اُن باتوں کو لکھا جاتا ہے، توجہ سے پڑھیں اور ان کا ارتکاب نہ ہونے دیں۔

رونا، پیٹنا اور گریبان پھاڑنا

عام طور پر ایک کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ میّت کی جاں کنی کے وقت بجائے اس کے کہ کلمہ پڑھیں، سورۂ یٰسٓ پڑھیں، میّت کی سہولتِ نزع اور خاتمہ بالخیر کی دُعا کریں، عورتیں رونا پیٹنا پھیلاتی ہیں، مریض کو اگر کچھ ہوش ہو تو وہ پریشان ہوتا ہے، جس میں طرح طرح کی خرابیاں ہیں، پھر اس غریب کو نزع کی تکلیف ہی کیا کم ہے، مزید یہ تکلیف دیتی ہیں، یاد رکھئے! بلند آواز سے رونا چلاّنا، ماتم کرنا اور گریبان پھاڑنا سب حرام اور گناہ ہے، البتہ رونا آئے تو چیخے چلاّئے بغیر صرف آنسوؤں سے رونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۳۳)

بیوی بچوں کو سامنے کرنا

* ایک نامعقول حرکت یہ کی جاتی ہے کہ بعض عورتیں مرنے والے کی بیوی کو اس کے سامنے کھڑا کر دیتی ہیں یا بیوی خود ہی سامنے آجاتی ہے اور پھر مریض سے پوچھتے ہیں کہ اس کو یا مجھ کو کس پر چھوڑے جاتے ہو؟ اور اس غریب کو جواب دینے پر مجبور کرتی ہیں، بڑے ہی افسوس کی بات ہے، اس کا یہ وقت خالق کی طرف متوجہ ہونے کا ہے، مگر یہ نالائق اس کو اب بھی مخلوق کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں، جو اس غریب پر سراسر زیادتی ہے، ہونا تو یہ چاہئے کہ اگر وہ خود بھی بلاضرورتِ شرعیہ (مثل وصیت وغیرہ) کے اس عالم کی طرف متوجہ ہو تو اس کی توجہ حق تعالیٰ کی طرف پھیر دی جائے۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۳۴)

بعض اوقات مریض کے بچوں کو اس کے سامنے لاتی ہیں اور پوچھتی ہیں

کہ ان کا کون ہوگا؟ انہیں پیار کرلو، ان کے سر پر ہاتھ تو رکھ دو، جس سے وہ غریب اور پریشان ہوجاتا ہے اور آخری وقت میں مخلوق کی طرف متوجہ ہونے کا نقصان الگ ہوتا ہے، دُوسری طرف بچے کس قدر شکستہ دِل ہوتے اور نااُمید ہوتے ہیں، یہ وقت تو ایسا ہے کہ اگر وہ خود بھی بچوں کو یاد کرتا تو اس کو حق تعالیٰ کی طرف توجہ رکھنے کی تلقین کی جاتی۔

اور اگر وہ بہت ہی یاد کرے تو سرسری طور پر سامنے کردیں تاکہ اس کا دِل اُن میں اَٹکا نہ رہے، لیکن اگر وہ خود یاد نہ کرے تو ہرگز اس کو یاد نہ دلائیں، اسی طرح بعض مرد بھی جو زنانہ مزاج رکھتے ہیں وہ بھی یہی مذکورہ بالا ناشائستہ حرکات کرتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ جاں کنی کے وقت میّت کے پاس دیندار اور سمجھدار لوگ ہوں، گھر کی عورتیں اتفاق سے ایسی سمجھدار اور دیندار ہوں تو اُن کے رہنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، جو لوگ بھی رہیں ان تمام اُمور کی احتیاط رکھیں۔

(اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۳۴)

بدفالی سے یٰسٓ نہ پڑھنا اور میّت سے دُور رہنا

* بعض لوگ یہ کرتے ہیں کہ بدفالی کے خیال سے یا دین کی عظمت دِل میں نہ ہونے سے نہ اُس وقت سورۂ یٰسٓ پڑھیں اور نہ اس کا پڑھنا گوارا کریں اور نہ کلمہ کا اہتمام کریں، نہ میّت کو کلمہ کی طرف متوجہ کریں، جبکہ اس کو ہوش ہو، اور نہ خود ہی اس میں مشغول ہوں، بلکہ فضول باتوں اور اُن کاموں میں لگ جاتے ہیں جن کی ضرورت بعد میں ہوگی، یہ سب جہالت کی باتیں ہیں، ان سے بچنا لازم ہے۔

(اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۳۵)

بعض جگہ میّت کے ورثاء اس کے مال و دولت، روپیہ پیسہ اور دیگر ساز و سامان پر قبضہ کرنے کی فکر میں بھاگتے پھرتے ہیں، مریض کے پاس کوئی نہیں رہتا اور وہ تنہا ہی ختم ہوجاتا ہے، بڑی ہی نادانی اور ظلم کی بات ہے، اور پھر مرنے والے کے

مال پر اس طرح قبضہ کرنا کہ جس کے قبضے میں جو آجائے وہ اس مالک بن بیٹھے، جائز نہیں، مرحوم کے تمام ترکہ کو شرع کے مطابق تقسیم کرنا فرض ہے۔

(اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۳۵)

* بعض لوگ مریض کے پاس اس بناء پر نہیں بیٹھتے کہ انہیں بیماری لگ جانے کا خوف رہتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی بیماری کسی کو نہیں لگ سکتی، اگر کہیں لگ گئی ہو تو وہ بھی خالق کی حکمت و مشیت سے ہے، بغیر ان کی مشیت کے کچھ نہیں ہوتا، چنانچہ مشاہدہ ہے کہ اکثر جگہ کچھ بھی نہیں ہوتا، اس لئے ایسا کرنا بڑی سنگدلی کی بات ہے، ہرگز وہم نہ کریں، مریض کو تنہا نہ چھوڑیں اور اس کی دِل شکنی نہ کریں۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۳۵)

کلمہ کی تلقین میں حد سے تجاوز کرنا

* بعض لوگ مرنے والے کو کلمہ پڑھوانے میں اس قدر سختی کرتے ہیں کہ اس کے پیچھے ہی پڑ جاتے ہیں، وہ ذرا غافل ہوا، خاموش ہوا، فوراً توبہ، اِستغفار اور کلمہ کا تقاضا شروع کر دیتے ہیں اور برابر اس کے سر رہتے ہیں، وہ بیچارہ تنگ آکر تکلیف جھیل کر کسی طرح پڑھ لے تو اس پر بھی کفایت نہیں کرتے، یہ چاہتے ہیں کہ برابر پڑھتا ہی رہے دَم نہ لے، یہ سراسر جہالت کی بات ہے، خدا بچائے۔

(اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۳۶)

مرنے والے کو کلمہ طیبہ کی تلقین کا طریقہ اسی کتاب کے بابِ دوم میں آچکا ہے، اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

* بعض لوگ اس سے بڑھ کر یہ زیادتی کرتے ہیں کہ مرنے والے سے اخیر تک باتیں کرانا چاہتے ہیں، ذرا اسے ہوش آیا اس کو پکارتے ہیں: میاں فلانے! ذرا آنکھیں تو کھولو، مجھ کو تو دیکھو میں کون ہوں؟ تم کیسے ہو؟ کچھ کہو گے؟ کس بات کو

دِل چاہتا ہے؟ اس طرح کی خرافات اور لغویات میں اُس کو تنگ کرتے ہیں جو کسی طرح دُرست نہیں، البتہ شرعاً کسی بات کو دریافت کرنا ضروری ہو مثلاً کسی کی امانت کو پوچھا جائے کہ تم نے کہاں رکھی ہے؟ یا قرضدار اور لین دین کے بارے میں پوچھا جائے کہ جس کا حال کسی اور سے معلوم نہیں ہوسکتا یا اسی قسم کا کوئی اور حقِ واجب ہو تو اسے دریافت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ ضروری ہے، بشرطیکہ مریض کو بتلانے میں ناقابلِ برداشت تکلیف نہ ہو۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۳۶)

* بعض جاہل لوگ اُس بیچارے کو قبلہ رُخ کرنے میں یہ کرتے ہیں کہ اس کا تمام بدن اور منہ پکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں، اگر وہ نزع کے عالم میں بدن یا گردن کو حرکت دے جو غیر اختیاری طور پر ہوتی ہے تو پھر مروڑ تروڑ کر رُخ بدل دیتے ہیں، یہ بھی غلط اور جہالت کی بات ہے، یاد رکھو! قبلہ رُخ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب مریض پر شاق نہ ہو یا جب وہ بالکل بے حس وحرکت ہوجائے اُس وقت قبلہ رُو کردیا جائے، نہ یہ کہ زبردستی کرکے اس کو تکلیف پہنچائیں۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۳۷)

نزع میں نامحرم مرد کو دیکھنا

* ایک بے احتیاطی یہ ہوتی ہے کہ نزع کی حالت میں نامحرم عورتیں بھی اس کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہیں، اور اُس وقت پردہ کو ضروری نہیں سمجھتیں، یہ بڑی جہالت کی بات ہے، کیونکہ اگر اس کو اتنا ہوش ہے کہ وہ دیکھتا اور سمجھتا ہے تب تو اس کے سامنے آنا اور دیکھنا جائز نہیں، اور اگر اتنا ہوش نہیں ہے تو بہت سے بہت مریض نے نہ دیکھا، مگر ان عورتوں نے تو بلاضرورت نامحرم کو دیکھا، اور حدیث شریف میں اس کی بھی ممانعت آئی ہے، اس لئے نامحرم عورتیں ہرگز مریض کے سامنے نہ آئیں، اسی طرح بعضے مرد بھی ایسی حالت میں نامحرم عورت کے سامنے چلے جاتے ہیں اور دیکھنے لگتے ہیں، سو اُن کے لئے بھی ایسا کرنا جائز نہیں۔

(اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۳۷)

نزع کی حالت میں عورت کے مہندی لگانا

* بعض جگہ یہ قبیح رسم ہوتی ہے کہ جب کسی عورت کے انتقال کا وقت قریب ہوتا ہے تو دُوسری عورتیں اس کے ہاتھوں پر مہندی لگاتی ہیں، اور اس کو مسنون سمجھتی ہیں، واضح رہے کہ یہ مسنون نہیں، بلکہ ناجائز ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مکمل مدلل ج:۵ ص:۲۴۵)

موت کے وقت مہر معاف کرانا

* ایک کوتاہی جو بہت ہی عام ہے، یہ ہے کہ جب کوئی عورت مرنے لگتی ہے تو اس سے کہتے ہیں کہ مہر معاف کردے، وہ معاف کردیتی ہے، اور خاوند اس معافی کو کافی سمجھ کر اپنے آپ کو دَینِ مہر سے سبکدوش سمجھتا ہے، اور کوئی وارث مانگے بھی تو نہیں دیتا، یاد رکھئے! اوّل تو اس وقت اس طرح معاف کرانا بڑی سنگدلی کی بات ہے، دُوسرے اگر وہ پوری طرح ہوش میں ہو اور خوش دِلی سے معاف بھی کردے تو بھی مہر معاف نہ ہوگا، کیونکہ پچھلے باب میں مرض الموت کے مسائل سے معلوم ہوچکا ہے کہ مرض الموت میں معافی بحکمِ وصیت ہے، اور وصیت شوہر کے لئے نہیں کی جاسکتی، کیونکہ وارث کے حق میں وصیت باطل ہے، البتہ اگر عورت کے دُوسرے وارث جو عاقل بالغ ہوں وہ اپنا اپنا حصہٴ میراث اس مہر میں سے بخوشی چھوڑنا چاہیں تو چھوڑ سکتے ہیں، لیکن جو وارث مجنون یا نابالغ ہو اس کا حصہ اس کی اجازت سے بھی معاف نہ ہوگا۔ (اصلاحِ انقلاب اُمت ج:۱ ص:۲۳۸)

* ایک کوتاہی بعض لوگوں میں یہ ہوتی ہے کہ جس کا انتقال ہونے لگے، اگر اس نے مہر ادا نہ کیا ہو تو اس کی بیوی کو مجبور کرتے ہیں کہ اپنا مہر معاف کردے، حالانکہ بیوی اس پر بالکل راضی نہیں ہوتی، مگر لوگوں کے اصرار یا رسم سے مجبور ہوکر شرماشرمی میں معاف کردیتی ہے، یاد رکھئے! اس طرح مہر معاف کرانا جائز نہیں، بڑا ظلم ہے۔

موت کے بعد کی رسمیں

اظہارِ غم میں گناہوں کا ارتکاب

* بہت سی جگہ رونے پیٹنے میں عورتیں بے پردہ ہوجاتی ہیں اور پردہ کا مطلق خیال نہیں رکھتیں۔

بعض جگہ اس سے بڑھ کر یہ غضب ہوتا ہے کہ نوحہ کرنے والوں اور والیوں کی تصویریں کھینچی جاتی ہیں اور اخبارات میں شائع کی جاتی ہیں، یہ بھی حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔

* بعض جگہ عورتیں فرطِ غم سے اپنے نامحرم عزیزوں مثلاً دیور، چچازاد، تایازاد اور خالہ زاد بھائی وغیرہ سے لپٹ لپٹ کر روتی ہیں، یہ بھی حرام ہے، کیونکہ رنج وغم میں شریعت کے اَحکام ختم نہیں ہوجاتے۔

* بعض جگہ اُوپر کی عورتیں دیدہ و دانستہ ایسی باتیں کرتی ہیں جس سے رونا آئے، اور بعض عورتیں بن بن کر بہ تکلف روتی ہیں، یہ سب غلط ہے اور منع ہے۔

(اصلاح الرسوم)

* بعض جگہ گھر کی اور برادری کی عورتیں میّت کے گھر سے نکلتے وقت نوحہ کرتی ہوئی گھر کے باہر تک آجاتی ہیں، اور تمام غیرمردوں کے سامنے بے حجاب ہوجاتی ہیں، یہ سب ناجائز وحرام ہے۔

پوسٹ مارٹم

* آج کل حادثات میں ہلاک یا قتل ہونے والوں کا پوسٹ مارٹم کیا جاتا ہے اور جسم کو چیر پھاڑ کر اندرونی حصے دیکھے جاتے ہیں، ان میں بیشتر صورتیں ایسی ہوتی ہیں جہاں پوسٹ مارٹم شرعی ضرورت کے بغیر کیا جاتا ہے، جو جائز نہیں، اور اگر کہیں شرعی ضرورت ہو یعنی کسی دُوسرے زندہ شخص کی جان بچانے یا کسی کا

مال ضائع ہونے سے بچانے کے لئے پوسٹ مارٹم ناگزیر ہو تو اس میں بھی شرعی اَحکام مثلاً ستر اور احترامِ میّت وغیرہ کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اور فارغ ہونے کے بعد اس کے تمام اعضاء کو دفن کر دینا ضروری ہے۔

(امداد الفتاویٰ ج:۱ ص:۵۰۸ وکفایت المفتی ج:۴ ص:۱۸۸)

تجہیز وتکفین اور تدفین میں تاخیر

* بعض جگہ میّت کے مال و دولت کی جانچ پڑتال یا تقسیمِ ترکہ کے انتظام واہتمام یا دوستوں اور رشتہ داروں کے انتظار یا نمازیوں کی کثرت یا ایسی ہی اور کسی غرض سے میّت کی تدفین میں دیر کرتے ہیں، حتیٰ کہ بعض جگہ کامل دو دن تک میّت کو پڑا رکھتے ہیں، یہ سب ناجائز ومنع ہے۔ (دلیل الخیرات)

* بعض جگہ یہ رسم ہے کہ میّت کی تجہیز وتکفین سے پہلے گٹھلیوں پر ایک لاکھ مرتبہ کلمۂ طیبہ پڑھوانا ضروری سمجھتے ہیں اور اس کی تکمیل کے واسطے دُوسروں کو بلاوے دیئے جاتے ہیں اور انہیں خواہی نخواہی آنا پڑتا ہے، اور جو شخص نہ آئے یا نہ آسکے تو وہ تعزیت اور جنازہ میں بھی ندامت کے باعث شرکت نہیں کرتا، اس میں بھی متعدّد خرابیاں ہیں، اور تجہیز وتکفین میں بھی تاخیر ہوتی ہے اس لئے یہ رسم بھی واجب الترک ہے۔ (امداد الاحکام ج:۱ ص:۱۰۳)

میّت کو سلا ہوا پائجامہ اور ٹوپی پہنانا

* بعض جگہ میّت کو کفنانے کے وقت مرد ہو یا عورت پائجامہ اور ٹوپی پہناتے ہیں، یہ ناجائز ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم مکمل و مدلل ج:۵ ص:۲۷۱)

میّت کے کفن سے بچا کر امام کا مصلّٰی بنانا

* ایک عام رسم یہ بھی ہے کہ میّت کے کفن سے کوئی گز بھر کپڑا بچا لیتے ہیں یا زائد خرید لیتے ہیں جو نمازِ جنازہ کے بعد امام کا حق سمجھا جاتا ہے، بعض جگہ اُوپر

کی چادر بھی امام کو دے دی جاتی ہے، سو یہ مصلیٰ اور چادر بنانا ہی غلط ہے، کفن کے مصارف سے اس کا کچھ تعلق نہیں، امام کا ان میں کوئی حق نہیں اور مشترک ترکہ سے اس کا صدقہ میں دینا بھی جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج:۱ ص:۳۷۹ بزیادۃ)

میّت کے سینہ اور کفن پر کلمہ لکھنا اور شجرہ وعہد نامہ رکھنا

* بعض جگہ میّت کے سینہ یا پیشانی یا کفن پر کلمۂ طیبہ، کلمۂ شہادت، آیۃ الکرسی اور دیگر آیات اور دُعائیں روشنائی وغیرہ سے لکھی جاتی ہیں، اس طرح لکھنا جائز نہیں، کیونکہ میّت کے پھٹنے سے بے حرمتی ہوگی، البتہ بغیر روشنائی وغیرہ کے صرف اُنگلی سے کچھ لکھ دیا جائے کہ لکھنے کے نشان ظاہر نہ ہوں تو یہ جائز ہے، بشرطیکہ اس کو بھی مسنون یا مستحب یا ضروری نہ سمجھیں، ورنہ یہ بھی بدعت اور واجب الترک ہوگا۔

(احسن الفتاویٰ ج:۱ ص:۳۵۱ بایضاح)

* بعض لوگ میّت کے سینہ پر عہد نامہ یا شجرہ یا سورۂ یٰسٓ وغیرہ رکھ دیتے ہیں یا پتھر پر لکھ کر اس کے ساتھ قبر میں رکھ دیتے ہیں، میّت کے گلنے سڑنے سے اس کی بے ادبی ہوتی ہے، لہٰذا اس کو بھی ترک کرنا چاہئے، البتہ جس چیز کا ادب شریعت میں اس درجہ کا نہیں اُس کا قبر میں رکھ دینا دُرست ہے، جیسے کسی بزرگ کا کپڑا وغیرہ۔

(اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۴۱)

میّت کو کفن میں عمامہ دینا

* بعض جگہ علماء اور سرداروں وغیرہ کی میّت کو کفن کے تین کپڑوں کے علاوہ ایک عدد عمامہ بھی دیتے ہیں، سو یہ عمامہ دینا مکروہ ہے، خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین یمنی چادروں میں کفنایا گیا تھا، جس میں عمامہ نہیں تھا، احادیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔

(امداد الفتاویٰ ج:۱ ص:۵۱۰ وفتاویٰ دارالعلوم دیوبند مدلل ج:۵ ص:۲۵۹)

میّت کے سرمہ لگانا اور کنگھی کرنا

* بعض لوگ میّت کی آنکھوں میں سرمہ اور کاجل لگاتے ہیں، سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو کنگھا بھی کرتے ہیں، بعض لوگ ناخن اور بال کتر دیتے ہیں، یہ سب ناجائز ہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مکمل مدلل ج:۵ ص:۲۴۸)

کفنانے کے بعد امام کا خط میّت کو دینا

* بعض لوگ میّت کو کفن پہنانے کے بعد امامِ مسجد کا لکھا ہوا خط میّت کے دونوں ہاتھوں میں دیتے ہیں، سو یہ بھی بے اصل اور لغو ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مکمل مدلل ج:۵ ص:۲۵۶)

نمازِ جنازہ سے پہلے اور بعد اجتماعی دُعا کرنا

* بعض جگہ یہ رسم ہے کہ میّت کو کفنانے کے بعد جنازہ تیار کرکے تمام حاضرین اجتماعی طور پر فاتحہ پڑھتے اور دُعا کرتے ہیں، اور بعض جگہ نمازِ جنازہ کے بعد بھی اجتماعی دُعا کی جاتی ہے۔

تو یاد رکھئے! کہ نمازِ جنازہ خود دُعا ہے، میّت کے لئے جو شریعت نے دُعا مقرر فرمائی ہے اُس میں اجتماعی طور پر جو دُعا پڑھی جاتی ہے وہ میّت اور تمام مسلمانوں کے لئے اتنی جامع اور مفید دُعا ہے کہ ہم اور آپ عمر بھر سوچ بچار سے بھی اس سے بہتر دُعا نہیں کرسکتے، نمازِ جنازہ سے پہلے یا بعد اجتماعی دُعا یا فاتحہ پڑھنے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، اس لئے یہ ناجائز اور بدعت ہے۔

اگر کسی کو شبہ ہو کہ دُعا تو تمام زندہ و مردہ مسلمانوں کے لئے ہر وقت جائز ہے، پھر اس موقع پر دُعا مکروہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟

جواب یہ ہے کہ فقہائے کرامؒ نے انفرادی طور پر دُعا کرنے سے منع نہیں فرمایا، میّت کے وقتِ انتقال بلکہ اس سے بھی پہلے عیادت کے زمانے سے اس کے لئے فرداً فرداً دُعا مانگنے کا ثبوت احادیث اور فقہ کی کتابوں میں موجود ہے، ہر مسلمان کو

اختیار ہے بلکہ بہتر ہے کہ جب وہ کسی مریض کی عیادت کو جائے تو اس کے لئے دُعا کرے، اور اگر اس کا انتقال ہوجائے تو اس کے لئے مغفرت کی دُعا کرے، اور دفن تک بلکہ اپنی زندگی بھر میّت کے لئے دُعا کرتا رہے، تلاوتِ قرآنِ کریم اور دیگر مالی و بدنی عبادتوں کا ثواب اُسے پہنچاتا رہے، ان تمام حالات میں فرداً فرداً دُعا کرنے یا ایصالِ ثواب کرنے کی کوئی ممانعت نہیں، بشرطیکہ اپنی طرف سے کوئی ایسی بات ایجاد نہ کرے جو شریعت کے خلاف ہو، اور کوئی ایسی شرط یا پابندی اپنی طرف سے نہ لگائے جو شریعت نے عائد نہیں کی۔

اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان میّت کے لئے اجتماع کے ساتھ دُعا کرنے کا طریقہ صرف وہ مقرر فرمایا ہے، جسے نمازِ جنازہ کہتے ہیں، انفرادی طور پر ہر شخص ہر وقت دُعا کرسکتا ہے، لیکن جمع ہوکر دُعا کرنے کا ثبوت صرف نمازِ جنازہ کے اندر ہے، اس سے پہلے یا اس کے بعد جن جن مواقع میں دُعا کے لئے لوگوں کو جمع کیا جاتا ہے یہ لوگوں کی اپنی ایجاد ہے، اور فقہائے کرامؒ اسی اجتماع کو مکروہ اور بدعت فرماتے ہیں، فتاویٰ بزازیہ میں اس ممانعت کی صراحت موجود ہے۔

(دلیل الخیرات ص:۵۱ تا ۵۳ و امداد المفتین ص:۴۴۴)

آج کل اس پر مزید ستم یہ ہونے لگا ہے کہ جو شخص اس بدعت میں شریک نہیں ہوتا اس پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کی بدعت اور جہالت و گمراہی سے محفوظ رکھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر جینے اور اسی پر مرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

جنازہ یا قبر پر پھولوں کی چادر ڈالنا

* قبر پر اور جنازہ پر پھولوں کی چادر ڈالنے کا بھی ایک رواج چل نکلا ہے، اور اس کو تجہیز و تکفین کے اعمال میں سے ایک عمل سمجھا جاتا ہے، اور قبر پر اگربتیاں جلائی جاتی ہیں، حالانکہ قرآن و سنت اور صحابہ کرامؓ اور ائمہٴ مجتہدین سے ان

تینوں اُمور کا کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا یہ بھی بدعت اور ناجائز ہیں۔

(امداد الاحکام ج:۱ ص:۹۲، وعلماء کا متفقہ فیصلہ)

جنازہ ایک شہر سے دُوسرے شہر منتقل کرنا

* ایک رواج یہ عام ہوگیا ہے کہ اگر کسی شخص کا انتقال اس کے وطن کے علاوہ اور کسی شہر یا ملک میں ہو تو اسے وہیں دفن نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے وطن میں پہنچانا اور وہاں پر دفن کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے، اور ہوائی جہاز تک کے اخراجات کو اس سلسلہ میں برداشت کیا جاتا ہے، یہ بھی حدِ شرعی سے تجاوز ہے، مستحب یہ ہے کہ جس شخص کا جہاں انتقال ہو اُسے وہیں دفن کیا جائے، ایک ملک سے دُوسرے ملک یا ایک شہر سے دُوسرے شہر دفن کے لئے لے جانا خلافِ اَولیٰ ہے، بشرطیکہ وہ دُوسرا مقام ایک دو میل سے زیادہ دُور نہ ہو، اور اگر اس سے زیادہ دُور ہو تو پھر میّت کو دُوسری جگہ لے جانا جائز ہی نہیں ہے، اور دفن کرنے کے بعد کھود کر لے جانا تو ہر حالت میں ناجائز ہے۔ (بہشتی گوہر ص:۹۲)

غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کرنا

* فقہِ حنفی میں نمازِ جنازہ صحیح ہونے کے لئے میّت کا سامنے موجود ہونا شرط ہے، بغیر اس کے نمازِ جنازہ دُرست نہیں، لیکن اب غائبانہ نمازِ جنازہ کا بھی رواج ہو رہا ہے، فقہِ حنفی میں اس کی کوئی گنجائش نہیں، اس لئے حنفی مسلک رکھنے والوں کو اس میں شرکت کرنا دُرست نہیں۔ (امداد الاحکام ج:۱ ص:۴۲)

نمازِ جنازہ مکرر پڑھنا

* ایک غلطی یہ بھی ہو رہی ہے کہ میّت پر متعدّد بار جنازہ کی نماز ہوتی ہے، اور یہ عموماً اس وقت ہوتی ہے جب میّت کو ایک شہر سے دُوسرے شہر میں منتقل کیا جائے، اس وقت دونوں شہروں میں نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے، نمازِ جنازہ مکرر پڑھنا بدعت اور مکروہِ تحریمی ہے، البتہ اگر ولی کی اجازت کے بغیر دُوسروں نے جنازہ کی نماز

پڑھ لی ہو اور خود ولی نے ان کے پیچھے نمازِ جنازہ نہ پڑھی ہو تو اس کو دوبارہ پڑھنے کا حق ہے۔ (امداد الاحکام ج:۱ ص:۷۳۵)

نمازِ جنازہ کے فوٹو شائع کرنا

* دورِ حاضر کی ایک لعنت یہ بھی ہے کہ نمازِ جنازہ کے فوٹو اخبارات میں شائع کئے جاتے ہیں، اور فوٹو میں ممتاز شخصیات کو نمایاں کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، حالانکہ یہ تصویر کشی حرام ہے۔

جوتے پہن کر نمازِ جنازہ پڑھنا

* ایک کوتاہی عام طور سے یہ بھی ہو رہی ہے کہ لوگ روزمرہ کے عام زیرِ استعمال جوتے پہن کر یا اُن کے اُوپر قدم رکھ کر جنازہ کی نماز پڑھ لیتے ہیں، اور یہ نہیں دیکھتے کہ وہ جوتے پاک بھی ہیں یا نہیں؟ حالانکہ اگر جوتے پہنے پہنے نماز پڑھی جائے تو ضروری ہے کہ زمین اور جوتے کے اندر اور نیچے کی دونوں جانبیں پاک ہوں، ورنہ نماز نہ ہوگی، اور اگر جوتوں سے پیر نکال کر اُوپر رکھ لئے ہیں تو یہ ضروری ہے کہ جوتوں کا اُوپر کا حصہ جو پیر سے متصل ہے پاک ہو، اگرچہ نیچے کا ناپاک ہو، اگر اُوپر کا حصہ بھی ناپاک ہو تو اس پر نماز دُرست نہ ہوگی۔ (امداد الاحکام ج:۱ ص:۷۴۰)

میّت کے فوٹو کھینچنا

* بعض لوگ نمازِ جنازہ سے فارغ ہو کر میّت کا منہ کھول کر اس کا فوٹو کھینچتے یا کھنچواتے ہیں، تا کہ بطورِ یادگار اس کو رکھیں، یاد رکھئے! تصویر کشی مطلقاً حرام ہے، لہٰذا میّت کا فوٹو لینا بھی حرام ہے، فوٹو کھینچنے اور کھنچوانے والے دونوں گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ (تصویر کے شرعی اَحکام)

بلند آواز سے جنازہ کی نیت کرنا

* بعض جگہ دیکھا جاتا ہے کہ لوگ نمازِ جنازہ کی نیت بلند آواز سے کرتے

ہیں، سو اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے، البتہ امام اتفاقاً کبھی تعلیم کی غرض سے جنازہ کی نیت بتلادے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، دُرست ہے، لیکن اس کا معمول بنالینا اور ضروری سمجھنا بدعت ہے۔ (علماء کا متفقہ فیصلہ)

جنازہ کے ساتھ کلمۂ شہادت بآوازِ بلند پڑھنا

* ایک رسم یہ پڑگئی ہے کہ میّت کو کندھا دیتے وقت اور دورانِ راہ ایک یا کئی آدمی بلند آواز سے ''کلمۂ شہادت'' پکارتے ہیں اور سب حاضرین بلند آواز سے کلمۂ شہادت پڑھتے ہیں، حالانکہ جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے کلمۂ شہادت اور کلمۂ طیبہ یا اور کوئی ذکر کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں، اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہتے تھے، جیسا کہ اسی کتاب میں جنازہ اُٹھانے کے بیان میں آپ پڑھ چکے ہیں، لہٰذا یہ رسم بھی سنت کے خلاف اور بدعت ہے۔ (امداد المفتین ص:۱۷۶)

جنازہ کے ساتھ اناج، پیسہ اور کھانا بھیجنا

* بعض جگہ جنازہ کے ساتھ اناج یا پیسے یا کھانے کے خوانچے آگے آگے لے کر چلتے ہیں، جن میں مختلف کھانے اور میوے ہوتے ہیں، پھر یہ اناج، کھانے اور میوے قبرستان میں تقسیم ہوتے ہیں، سو واضح ہو کہ ایصالِ ثواب تو بہت اچھا کام ہے، لیکن ایصالِ ثواب کی یہ اپنی طرف سے طے کردہ صورت کہیں ثابت نہیں، متعدّد وجوہ سے یہ بدعت اور ناجائز ہے۔ (دلیل الخیرات)

آدابِ قبرستان کی رعایت نہ رکھنا

* ایک عام کوتاہی یہ ہے کہ قبرستان میں پہنچ کر بھی لوگ دُنیا کی باتیں نہیں چھوڑتے، حالانکہ یہ عبرت کی جگہ ہے، قبر اور آخرت کے مراحل، اُن کی ہولناکیوں اور اپنے انجام کی فکر کرنے کی جگہ ہے۔

* قبرستان میں داخلہ کے وقت اہلِ قبرستان کو سلام کرنے کے جو کلمات منقول ہیں، اکثر لوگ اس سے غافل رہتے ہیں۔

* اکثر لوگ قبرستان میں داخل ہونے کا معروف راستہ چھوڑ کر قبروں کے اُوپر سے پھلانگ کر میّت کی قبر تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں، بسااوقات قبروں پر بھی چڑھ جاتے ہیں، یاد رکھئے! ایسا کرنا منع ہے، معروف اور مقررہ راستہ خواہ کچھ طویل سہی مگر اسی پر چلنا چاہئے۔

* بعض لوگ قبرستان پہنچ کر میّت کے اردگرد جم کر بیٹھ جاتے ہیں، مقصد میّت کی تدفین کی کاروائی دیکھنا ہوتا ہے، لیکن اُن کے اس اجتماع سے اہلِ میّت اور قبر بنانے والوں کو بہت کلفت ہوتی ہے اور ہجوم کی بناء پر آپس میں بھی ایک دُوسرے کو اذیت ہوتی ہے، پھر اکثر قرب و جوار کی دُوسری قبروں کو بھی اپنے پیروں سے بُری طرح روندتے ہیں، یاد رکھئے! دفن کی کاروائی دیکھنا کوئی فرض و واجب نہیں، لیکن دُوسروں کو اپنے اس طرزِ عمل سے تکلیف دینا حرام ہے، اور قبروں کو روندنا بھی جائز نہیں، لہٰذا ان گناہوں سے اجتناب کیجئے، قبر کے پاس صرف کام کرنے والوں کو رہنے دیجئے تاکہ سہولت سے وہ اپنا کام کرسکیں، اور جب مٹی دینے کا وقت آئے مٹی دے دیجئے۔

* بعض لوگ مٹی دینے میں بھی بہت عجلت کرتے ہیں اور ایک دُوسرے پر چڑھ جاتے ہیں اور سخت تکلیف پہنچاتے ہیں، یہ بھی ناجائز ہے۔

میّت کا منہ قبر کو دکھلانا

* بعض لوگ میّت کو قبر میں رکھ کر اس کا منہ کھول کر قبر کو دکھلانا ضروری سمجھتے ہیں، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۴۱)

میّت کا صرف چہرہ قبلہ رُخ کرنا

* بعض لوگ میّت کو قبر میں چت لٹادیتے ہیں اور صرف میّت کا منہ قبلہ کی طرف کرتے ہیں، باقی سارے جسم کو کروٹ نہیں دیتے، یہ بھی فقہاء کی تصریحات کے خلاف ہے، بلکہ میّت کے تمام بدن کو اچھی طرح کروٹ دے کر قبلہ رُخ کرنا چاہئے۔
(اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱ ص:۲۴۰)

امانت کے طور پر دفن کرنا

* بعض جگہ لوگ میّت کو جو کسی دُوسرے علاقے میں ہوگئی ہو تابوت وغیرہ میں رکھ کر امانت کہہ کر دفن کرتے ہیں، اور پھر بعد میں کسی موقع پر تابوت نکال کر اپنے علاقہ میں لے جا کر دفن کرتے ہیں، واضح رہے کہ دفن کرنے کے بعد خواہ امانتاً دفن کیا ہو یا بغیر اس کے، دوبارہ نکالنا جائز نہیں، اور امانتاً دفن کرنا بھی شرعاً بے اصل ہے۔

(عزیز الفتاویٰ ج:۱ ص:۳۴۲)

میّت کے سرہانے قل پڑھی ہوئی کنکریاں رکھنا

* بعض لوگ قل پڑھی ہوئی کنکریاں یا مٹی کے ڈھیلے میّت کے سرہانے رکھا کرتے ہیں، شرع میں اُن کا بھی کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا بدعت ہے اور واجب الترک ہے۔ (علماء کا متفقہ فیصلہ) اور بعض لوگ میّت کے سرہانے دو روٹی اور سالن رکھتے ہیں، بعض لوگ قبر میں میّت کے نیچے گدّا بچھاتے ہیں، یہ دونوں باتیں بے اصل اور واجب الترک ہیں۔

دفن کے بعد منکر نکیر کے سوالوں کا جواب بتلانا

* بعض لوگ جب مردہ کو قبر میں دفن کر چکتے ہیں تو قبر پر اُنگلی رکھ کر مردہ کو مخاطب کر کے یوں کہتے ہیں: ''اے فلانے اگر تم سے کوئی فرشتہ پوچھے کہ تمہارا ربّ کون ہے؟ تو تم یوں کہنا کہ میرا ربّ اللہ ہے، اور میرا رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور میرا دین اسلام ہے'' وغیرہ وغیرہ، سو واضح ہو کہ یہ روافض کا شعار ہے، اور اس میں متعدّد مفاسد اور خرابیاں ہیں، اس لئے یہ تلقین دُرست نہیں، اس سے پرہیز کیجئے۔

(امداد الاحکام ج:۱ ص:۱۱۵ تا ۱۱۹)

دفن کے بعد سورۂ مزمل اور اذان دینا

* بعض جگہ دفن کے بعد حلقہ بنا کر سورۂ مزمل پڑھنے کو یا اجتماعی طور پر

ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے کو لازم سمجھا جاتا ہے، اور دفن کے بعد قبر پر اذان بھی دیتے ہیں، پنجاب میں یہ رسم بہت عام ہے، قرآن و سنت، صحابہؓ و تابعینؒ، ائمہ مجتہدین اور سلف صالحینؒ کسی سے اس کا کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا یہ رسم بدعت ہے۔ (علماء کا متفقہ فیصلہ)

قبر کو پختہ بنانا

* قبر کو پختہ بنانے کا رواج بہت عام ہو چکا ہے، بعض لوگ چونے، ریت سے پختہ کراتے ہیں، بعض سیمنٹ اینٹ لگواتے ہیں اور بعض لوگ سنگِ مرمر سے پختہ کرواتے ہیں، یہ سب ناجائز ہے، احادیث میں صاف صاف ممانعت موجود ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم مکمل مدلل ج:۵ ص:۳۷۷)

قبر پر قبہ اور کٹہرا بنانا

* بعض لوگ قبر کا بالائی حصہ تو کچا رکھتے ہیں، لیکن قبر کا باقی تعویذ یعنی دائیں بائیں اور آگے پیچھے کا حصہ پختہ بنواتے ہیں اور قبر کے چاروں طرف جالیوں یا سنگِ مرمر وغیرہ کا کٹہرا بنواتے ہیں، اور بعض لوگ اس سے بھی آگے بڑھ کر قبر کے اُوپر قبہ بنواتے ہیں، یہ سب ناجائز اور بدعت ہے، احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مکمل مدلل ج:۵ ص:۳۹۵)

قبر پر چراغ جلانا

* قبروں پر چراغ جلانے کی رسم بھی نہایت کثرت سے کی جاتی ہے، شبِ جمعہ، شبِ معراج، شبِ براءت اور شبِ قدر میں خاص طور پر اس کا اہتمام ہوتا ہے اور باقاعدہ برقی قمقمے اور لائٹیں لگوائی جاتی ہیں، یہ سب ناجائز اور بدعت ہے۔

(سنت و بدعت ص:۸۲،۸۳)

ایصالِ ثواب کے لئے ختم کے اجتماعات

* قبرستان سے واپسی پر اسی دن یا دُوسرے تیسرے دن جمع ہو کر قرآنِ

کریم یا آیتِ کریمہ یا کلمۂ طیبہ کا ختم ہوتا ہے، جس کے لئے اب تو اخبارات وغیرہ میں بھی اشتہارات دیئے جاتے ہیں، پھر اجتماعی ایصالِ ثواب اور دُعا کے بعد حاضرین کو کہیں کھانا، کہیں نقد اور کہیں شیرینی وغیرہ تقسیم کی جاتی ہے۔

اوّل تو اس خاص طریقہ سے جمع ہوکر ختم اور ایصالِ ثواب کی رسم کا شریعت میں کہیں ثبوت نہیں، اس لئے بدعت ہے، دُوسرے اس میں مزید خرابیاں یہ ہیں کہ دوست، رشتہ دار تو عموماً محض شکایت سے بچنے کے لئے آتے ہیں، ایصالِ ثواب ہرگز مقصود نہیں ہوتا، حتیٰ کہ اگر کوئی عزیز اپنے گھر بیٹھ کر پورا قرآن پڑھ کر بخش دے تو اہلِ میّت ہرگز راضی نہیں ہوتے اور نہ آنے کی شکایت باقی رہتی ہے، اور یہاں آکر یوں ہی تھوری دیر بیٹھ کر اور کوئی حیلہ بہانہ کر کے چلا جائے تو شکایت سے بچ جاتا ہے، جو عمل ایسے لغو مقاصد کے لئے ہو اس کا کچھ ثواب نہیں ملتا، جب پڑھنے والے ہی کو ثواب نہ ملا تو مردے کو کیا بخشے گا؟ رہ گئے فقراء و مساکین تو ان کو اگر یہ معلوم ہوجائے کہ وہاں جاکر صرف پڑھنا پڑے گا، ملے گا کچھ نہیں تو ہرگز ایک بھی نہ آئے گا، معلوم ہوا کہ ان کا آنا محض اس توقع سے ہوتا ہے کہ کچھ ملے گا، جب ان کا پڑھنا دُنیاوی غرض سے ہو تو اس کا ثواب بھی نہ ملے گا، پھر میّت کو کیا بخشے گا؟ پھر قرآن خوانی کو جو اِن لوگوں نے جاہ و مال کا ذریعہ بنایا اس کا گناہ سر پر الگ رہا، اور جس طرح قرآن خوانی کا عوض لینا جائز نہیں، اسی طرح دینا بھی جائز نہیں، پیچھے بار بار بیان ہوچکا ہے کہ ایصالِ ثواب اور دُعا بہت اچھا کام ہے، مگر اس کے لئے اجتماع یا کسی خاص دن، تاریخ یا وقت کی کوئی قید شریعت نے نہیں لگائی، ہر شخص جب اور جہاں چاہے کسی بھی عبادت کا ثواب میّت کو پہنچا سکتا ہے اور دُعا کرسکتا ہے، اپنی طرف سے نت نئی قیدیں، شرطیں اور پابندیاں بڑھانا بدعت اور ناجائز ہے۔ (اصلاح الرسوم ص:۱۷۲)

اہلِ میّت کی طرف سے دعوتِ طعام

* ایک رسم یہ کی جاتی ہے کہ دفن کے بعد میّت کے گھر والے برادری

وغیرہ کو دعوت دیتے ہیں کہ فلاں روز آ کر کھانا تناول فرمائیں، یاد رکھنا چاہئے! کہ یہ دعوت اور اس کا قبول کرنا دونوں ممنوع ہیں، ہرگز جائز نہیں، اس قبیح رسم سے اجتناب لازم ہے، علامہ شامیؒ نے اس دعوت کے متعلق لکھا ہے کہ: ''اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں'' اور علاوہ حنفی مذہب کے دیگر فقہی مذاہب مثلاً شافعیہ وغیرہ کا بھی اس کے ناجائز ہونے پر اتفاق بیان کیا ہے، اور مسندِ احمد وسننِ ابنِ ماجہ سے روایت نقل کی ہے کہ صحابہؓ کے زمانے میں بھی اس دعوت کو ناجائز سمجھا جاتا تھا۔

(امداد الاحکام ج:۱ ص:۱۱۵)

میّت کے کپڑے، جوڑے خیرات کرنا

* ایک رسم یہ بھی ہے کہ میّت کے انتقال کے بعد اس کے کپڑے اور جوڑے، خاص کر استعمالی کپڑے خیرات کر دیتے ہیں، حالانکہ ورثاء میں اکثر نابالغ ورثاء بھی ہوتے ہیں، یاد رکھئے! میّت کے تمام کپڑے اور ہر چھوٹی بڑی چیز اس کا ترکہ ہے، جس کو شرع کے مطابق تقسیم کرنا واجب ہے، اس سے پہلے کوئی چیز خیرات نہ کی جائے، البتہ اگر سب وارث بالغ ہوں اور وہاں موجود ہوں اور خوش دِلی سے سب متفق ہو کر دے دیں تو یہ خیرات کرنا جائز ہے، لیکن اُسے واجب یا ضروری سمجھنا پھر بھی بدعت ہے۔

(اصلاح الرسوم ص:۱۷۱)

میّت کے گھر عورتوں کا اجتماع

* میّت کے گھر عورتیں بھی کئی مرتبہ جمع ہوتی ہیں، حالانکہ ایک بار تعزیت کر لینے کے بعد دوبارہ تعزیت کے لئے جانا مکروہ ہے، بظاہر اُن کا آنا صبر وتسلی کے لئے ہوتا ہے، لیکن ہوتا یہ ہے کہ اہلِ میّت کو صبر دلانے، دِل تھامنے اور تسلی دینے کی ایک بات نہیں، اُلٹا اُن کو غم یاد دِلا دِلا کر رونا پیٹنا شروع کر دیتی ہیں یا وہاں بیٹھ کر دُنیا جہان کی باتیں کرتی ہیں اور اہلِ میّت کو زیرِ بار کرتی ہیں، اور کپڑے اتنے بھڑک دار پہن کر آتی ہیں جیسے کسی کی شادی میں شریک ہو رہی ہوں، علاوہ ان کے اور بھی منکرات ومفاسد ہوتے ہیں جن سے اجتناب لازم ہے۔

(اصلاح الرسوم ص:۱۷۴)

تیسرے دن زیارت کرنا

* بعض جگہ خاص اہتمام سے تیسرے روز میّت کے مزار پر سب لوگ حاضری دیتے ہیں، جس کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے کہ سب سے پہلے میّت کے گھر فاتحہ، پھر محلّے کی مسجد میں ایک فاتحہ، پھر قبرستان جا کر مردہ کی قبر پر ایک فاتحہ، پھر وہاں سے واپسی پر چالیس قدم پر فاتحہ، پھر مردہ کے گھر جا کر دوبارہ ایک فاتحہ، یہ تمام رسمیں اور پابندیاں محض بدعت اور واجب الترک ہیں۔

تیجہ، دسواں، بیسواں اور چالیسواں کرنا

* میّت کے انتقال کے بعد تیجہ کرنا، دسواں، بیسواں اور بالخصوص چالیسواں کرنے میں، تین ماہی اور چھ ماہی کرنے کا عام رواج ہے، اور ان کو کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے، اور جو نہ کرے اس کو طرح طرح کے طعنے دیئے جاتے ہیں، یہ سب بھی بدعت اور ناجائز ہیں۔ (علماء کا متفقہ فیصلہ)

شعبان کی چودھویں تاریخ کو عید منانا

* بعض جگہ لوگ شعبان کی چودھویں تاریخ کو مردہ کی عید مناتے ہیں، اور قسم قسم کے کھانے، حلوے، مشروبات، فروٹ وغیرہ تیار کرا کر ایصالِ ثواب کی غرض سے کسی غریب کو دیتے ہیں، ایصالِ ثواب تو پسندیدہ اور ثواب کا کام ہے، جس کے لئے شرع نے دن، تاریخ اور کھانوں کی کوئی پابندی نہیں رکھی، لہٰذا لوگوں کا اپنی طرف سے یہ پابندیاں بڑھانا بدعت ہے، اور مردہ کی عید منانا بالکل خلافِ اصل اور ناجائز ہے۔ (علماء کا متفقہ فیصلہ)

اہلِ میّت کے یہاں کھانا بھجوانے کی غلط رسمیں

* بعض جگہ میّت کے رشتہ داروں کے یہاں سے اُن کے لئے کھانا آتا ہے، یہ بہت اچھی بات ہے، بلکہ مسنون ہے، لیکن بعض جگہ لوگ اس میں بھی طرح طرح کی خرابیوں میں مبتلا ہیں، جن کی اصلاح ضروری ہے، مثلاً بعض جگہ اَدلہ بدلہ کا

خیال رکھا جاتا ہے اور کھانا تک دیکھا جاتا ہے کہ جیسا ہم نے دیا تھا ویسا ہی ہے یا کم درجہ کا؟ قریبی رشتہ داروں کی موجودگی میں اگر دُور کا رشتہ دار بھیجنا چاہے تو اُسے معیوب سمجھا جاتا ہے، اور قریبی رشتہ دار اگرچہ تنگدست ہوں بدنامی کے خوف سے پُرتکلف اور بڑھیا کھانا بھیجنا ضروری سمجھتے ہیں، اگرچہ اس کے لئے قرض لینا پڑے، یہ سب رسمیں خلافِ شریعت ہیں، کھانا بھیجنے میں بے تکلفی اور سادگی سے کام لینا چاہئے، جس عزیز کو توفیق ہو وہ کھانا بھیج دے، نہ اُس میں اَدلے بدلے کا خیال کرنا چاہئے، نہ اس کا کہ قریبی رشتہ دار کی موجودگی میں دُور کا رشتہ دار کیسے بھیج دے؟ بعض لوگ دُور کے رشتہ دار کو ہرگز بھیجنے نہیں دیتے، یہ سب اُمور قابلِ اصلاح ہیں۔

(اصلاح الرسوم ص:۱۷۷)

برسی منانا

* دورِ حاضر کی ایک رسم یہ ہے کہ جس روز کسی کا خصوصاً صاحبِ وجاہت یا صاحبِ کمال کا انتقال ہوجائے، ہر سال اس تاریخ کو اجتماع کیا جاتا ہے، جلسے جلوس منعقد کئے جاتے ہیں، دعوتیں ہوتی ہیں اور بڑے اہتمام سے اس کو منایا جاتا ہے، قرآن وسنت، صحابہؓ وتابعینؒ، ائمۂ مسلمین اور سلفِ صالحین کسی سے اس کا کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا اس کو ترک کرنا واجب ہے۔ (امداد المفتین ص:۱۵۷ تا ۱۶۱)

عرس منانا

* آج کل بزرگانِ دین کے مزاروں پر بڑی دُھوم دھام سے معین تاریخوں میں عرس کئے جاتے ہیں اور خلقِ کثیر اُن میں شرکت کرتی ہے، اور اپنے لئے باعثِ برکت وثواب سمجھتی ہے، یاد رکھنا چاہئے کہ متبعِ سنت بزرگوں کے مزارات پر کسی خاص دن یا تاریخ یا وقت کی پابندی کے بغیر حاضر ہونا باعثِ برکت ہے، لیکن معین تاریخ یا وقت کی پابندی کو ضروری سمجھنا یا باعثِ ثواب سمجھنا یا وہاں میلہ لگانا بدعت ہے، خصوصاً آج کل تو گانے باجے، بے پردگی اور طرح طرح کے حرام کاموں کا رواج بھی عرسوں میں بہت ہوگیا ہے، اللہ تعالیٰ اِن تمام بدعتوں اور گناہوں سے بچنے

کی توفیق عطا فرمائے۔

قبر پر چادریں چڑھانا، منّت ماننا

* بزرگوں کے مزاروں پر کثرت سے چادریں چڑھانا، اُن کے نام کی منّت ماننے کا عام رواج ہے، یہ سب خلافِ شرع ہیں اور مطلقاً حرام ہیں۔

(سنت و بدعت ص:۷۶)

قبر پر چڑھاوا چڑھانا اور اس کو تبرک سمجھنا

* شبِ جمعہ، شبِ براءت اور دُوسرے موقعوں پر مزاروں اور قبروں پر قسم قسم کے کھانے، مشروبات، میوہ جات، مٹھائیاں، صاحبِ مزار کو خوش کرنے کی غرض سے چڑھائی جاتی ہیں، یا منّت پوری ہونے پر رکھی جاتی ہیں اور پھر قبر سے اُٹھاکر مجاورین اور حاضرین پر تقسیم کردی جاتی ہیں جس کو صاحبِ مزار کا تبرک سمجھا جاتا ہے۔

یاد رکھئے! یہ چڑھانا حرام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت جائز نہیں، اور اس کو حلال وتبرک سمجھنے میں کفر کا اندیشہ ہے، خدا کی پناہ!

(سنت و بدعت ص:۷۶)

قبر کا طواف اور سجدہ

* بزرگوں کے مزارات پر لوگ صاحبِ مزار کے سامنے سجدہ کرنے اور چاروں کونوں کا طواف کرنے میں بھی مشغول نظر آتے ہیں، جن کا مطلقاً حرام ہونا ایک کھلی ہوئی بات ہے، بلکہ یہ کام اگر بہ قصدِ عبادت ہوں تو صریح کفر ہیں، اور صرف تعظیم کے لئے ہوں عبادت کے لئے نہ ہوں تب بھی حرام اور گناہِ کبیرہ ہونے میں تو کوئی شک ہی نہیں، العیاذ باللہ۔ (سنت و بدعت ص:۷۷)

قبر کا مجاور بننا

* بعض لوگ بظاہر ترکِ دُنیا کرکے مزارات پر جاپڑتے ہیں، اور جو کچھ مزارات پر آتا ہے اس پر زندگی بسر کرتے ہیں، اکثر اُن میں سے بھنگ، چرس اور

دیگر محرمات میں مبتلا رہتے ہیں، سو مزارات پر اس طرح مقیم ہونا بالکل ممنوع ہے اور اس غلط رسم میں اُن کی مدد کرنا بھی جائز نہیں۔ (سنت و بدعت ص:۷۷)

عورتوں کا قبرستان جانا

* آج کل قبرستان بالخصوص بزرگوں کے مزارات پر عورتوں کا آنا جانا بکثرت ہے، جاننا چاہئے کہ عورتوں کے واسطے زیارتِ قبور کی یہ شرائط ہیں:

۱:- جانے والی عورت جوان نہ ہو بڑھیا ہو، ۲:-خوب پردہ کے ساتھ جائے، ۳:- پھر وہاں جاکر شرک نہ کرے، ۴:-بدعت نہ کرے، ۵:-قبر پر پھول نہ چڑھائے، چادر نہ چڑھائے، ۶:-نہ صاحبِ قبر سے کچھ مانگے، نہ منّت مانے، ۷:-رونا دھونا اور نوحہ بازی نہ کرے، ۸:-اور بھی کسی خلافِ شرع کام کا ارتکاب نہ کرے۔

ان شرائط کی مکمل پابندی کرنے والی عورت قبرستان جاسکتی ہے، اور جو عورت ان شرائط کی پابندی نہیں کرسکتی اس کا قبرستان اور مزارات پر جانا حرام ہے۔ تجربہ اور مشاہدہ بھی یہی ہے کہ عورتیں ان شرائط کی قطعاً پابندی نہیں کرتیں، بالخصوص عرس وغیرہ کے موقع پر، جو آج کل سراسر منکرات، بدعات اور مفاسد سے مرکب ہوتا ہے، لہٰذا اس موقع پر ان کا جانا بلاشبہ حرام اور ناجائز ہے، حدیث میں ایسی عورتوں پر لعنت آئی ہے۔ (امداد الاحکام ج:۱ ص:۲۰۷)

ایصالِ ثواب کے لئے اُجرت دے کر قرآن پڑھوانا

* بعض لوگ ایسا بھی کرتے ہیں کہ مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لئے اُجرت پر ایک آدمی رکھ لیتے ہیں، جو روزانہ مرحوم کی قبر پر قرآنِ کریم کی تلاوت کرتا ہے اور اپنے زعم کے مطابق مرحوم کو ثواب پہنچاتا ہے، سو واضح ہو کہ اُجرت پر ایصالِ ثواب کے لئے قرآنِ کریم پڑھنا اور پڑھوانا حرام ہے، بعض لوگ آیتِ کریمہ اور کلمۂ طیبہ کا ختم بھی برائے ایصالِ ثواب اُجرت دے کر کراتے ہیں، سو اُن کا ختم بھی اُجرت دے کر کرانا حرام ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج:۱ ص:۳۷۵)

بابِ نہم

موت کے بعد مؤمن کے حالات

* اعزاز واکرام
* قبر
* منکر نکیر
* ایصالِ ثواب اور صدقۂ جاریہ کے فوائد
* رُوحوں کے رہنے کی جگہ
* رُوحوں کی قسمیں۔

مؤمن کے لئے موت بھی نعمت ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ، وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتٰعُ الْغُرُوْرِ. (آل عمران:۱۸۵)

ترجمہ:- ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور تم کو پورے دیئے جائیں گے بدلے قیامت ہی کے روز، پس جو شخص دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا سو وہ پورا کامیاب ہوا، اور دُنیوی زندگی تو کچھ بھی نہیں، صرف دھوکے کا سودا ہے۔

اس آیت اور اس مضمون کی دُوسری بہت سی آیات سے ثابت ہے کہ جس

طرح زندگی دینی اور دُنیوی دونوں لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی زبردست نعمت ہے، اسی طرح موت بھی دینی اور دُنیوی لحاظ سے بہت بڑی نعمت ہے، خاص کر موت بھی ایسی جو راحت، رحمت اور عافیتِ دارین اور سلامتیٔ ایمان کے ساتھ ہو، کیونکہ زندگی عارضی اور ختم ہونے والی ہے، اس کے بعد موت اور مابعد الموت کا عالم ہوگا، اگر کسی نے مابعد الموت کی فکر دُنیوی زندگانی میں کی اور اطاعت و فرمانبرداری میں زندگی گزاری تو دُنیا میں آنے کا گوہرِ مقصود پالیا اور فائز المرام ہوکر موت کی آغوش میں گیا، اس بارے میں قرآنِ کریم نے بہت واضح طریقہ سے تمام حالات بالتفصیل متعدّد مقامات پر بیان فرمائے ہیں جو نصیحت قبول کرنے والوں کے لئے بہت بڑا ذخیرہ اور سامانِ نصیحت ہے، اور محروم رہنے والوں کے لئے کفِ افسوس ملنے اور ندامت کے سوا کچھ حاصل نہیں، اسی لئے احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عقلمند اس شخص کو قرار دیا ہے جس نے اپنی زندگی کے مقصد کو سمجھ کر اور دُنیا میں آنے کی غرض کو معلوم کر کے موت کو کثرت سے یاد رکھا، اور مابعد الموت کے لئے تیاری میں لگا رہا اور آخرت کے لئے سب کچھ کیا اور دُنیا میں ایک مسافر کی طرح زندگی گزار کر رُخصت ہوگیا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:-

كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ.

ترجمہ:- تم دُنیا میں اس طرح رہو جیسے تم کوئی مسافر یا راہ گیر ہو۔

حدیث:- حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مؤمن کو ہر (ناگوار) بات کا اجر دیا جائے گا یہاں تک کہ نزع کی تے، ہچکی وغیرہ کا بھی۔ (نور الصدور ص:۲۴)

حدیث:- حضرت عبید بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے میں نے اچانک موت کے بارے میں پوچھا کہ آیا اس سے نفرت کرنی چاہئے، آپ نے فرمایا: کیوں؟ اُسے ناپسند کیوں کیا جائے؟ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسم سے اس بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا تھا کہ: موت مؤمن کے لئے تو راحت کی چیز ہے، البتہ بدکاروں کے لئے نہایت حسرت وافسوس کی چیز ہے۔ (نور الصدور ص:۲۵)

موت کے وقت مؤمن کی عزت و بشارت

* حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب مؤمن دُنیا سے رُخصت اور آخرت کی آمد کی حالت میں ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے فرشتے آتے ہیں، جن کے چہرے آفتاب کی طرح روشن ہوتے ہیں، اُن کے پاس جنت کا کفن ہوتا ہے اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے، یہاں تک کہ حدِ نظر کے فاصلے پر بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت اس کے سر کے پاس آکر بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں: اے جان جس کو خدا کے حکموں پر اطمینان تھا! اللہ کی مغفرت اور رضامندی کی طرف چل۔ چنانچہ وہ اس طرح (آسانی سے) نکلتی ہے جیسے مشک سے (پانی کا) قطرہ ڈھلک آتا ہے، اگرچہ تم (ظاہر میں) اس کے خلاف حالت دیکھو (کہ شدّت سے جان نکلی تو وہ شدّت جسم پر ہوتی ہے رُوح کو راحت ہوتی ہے)، غرض فرشتے اس رُوح کو نکالتے ہیں اور نکالنے کے بعد ملک الموت کے ہاتھ میں چشم زدن کے لئے بھی نہیں چھوڑتے بلکہ اُس کو (بہشتی) کفن اور خوشبو میں رکھ لیتے ہیں، اور اس سے خوشبو ایسی پھوٹتی ہے جیسے دُنیا میں مشک کی تیز خوشبو ہو، پھر وہ اس کو لے کر اُوپر کو چڑھتے ہیں اور فرشتوں کے جس گروہ پر اُن کا گزر ہوتا ہے وہ پوچھتے ہیں کہ یہ پاکیزہ رُوح کون ہے؟ وہ اس کا اچھے سے اچھا نام جس سے وہ دُنیا میں مشہور تھا بتلاتے ہیں کہ فلاں بن فلاں ہے، یہاں تک کہ (اسی حالت سے) وہ اس کو اس قریب والے آسمان (یعنی سماءِ دُنیا) کی طرف پھر وہاں سے (سب آسمانوں سے گزار کر) ساتویں آسمان کی طرف لے جاتے ہیں، اب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ اس کا نامہ (اعمال) علّیّین میں لکھ دو اور اس کو (سوالِ قبر کے لئے) پھر زمین کی طرف لے جاؤ، پس اس کی رُوح بدن میں لوٹائی جاتی ہے (عالمِ برزخ

کے مناسب، نہ کہ دُنیا کی طرح) پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ: تیرا رَبّ کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا رَبّ اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے، پھر وہ کہتے ہیں کہ: یہ شخص (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کون تھے جو تمہاری طرف اور تم میں مبعوث ہوئے؟ وہ کہتا ہے کہ: یہ اللہ کے رسول ہیں، وہ کہتے ہیں: تجھ کو کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہتا ہے کہ: میں نے قرآن پڑھا اور اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی، پھر آسمان سے ایک منادی (منجانب اللہ) نداء دیتا ہے کہ: میرے بندے نے صحیح جواب دیا ہے، اس کے لئے جنت کا فرش بچھادو اور اس کو جنت کا لباس پہنادو اور اس کے واسطے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو، پس اس کو جنت کی ہوا اور خوشبو پہنچتی ہے اور حدِنظر تک اس کے لئے قبر میں کشادگی ہوجاتی ہے اور اس کے پاس ایک شخص عمدہ لباس، عمدہ خوشبو والا آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ: تجھ کو خوشخبری ہو کہ یہ وہی (مبارک) دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ ہوتا تھا، وہ پوچھتا ہے: تو کون ہے؟ تیرے تو چہرے سے خیر معلوم ہوتی ہے! وہ کہتا ہے: میں تیرا نیک عمل ہوں۔ میّت بار بار کہتا ہے کہ: اے رَبّ (جلدی) قیامت قائم کردیجئے کہ میں اپنے اہل وعیال میں جاؤں (جو قیامت میں ملیں گے)۔

(شوقِ وطن ص:۱۷ تا ۲۰، بحوالہ ابوداؤد، احمد، حاکم، بیہقی)

مرنے کے بعد مُردوں سے ملاقات ہوتی ہے

* حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب مؤمن کی رُوح قبض کی جاتی ہے تو خدا کے مرحوم بندے (جن کا پہلے انتقال ہوگیا تھا) اس طرح آگے بڑھ کر اس سے ملتے ہیں جیسے دُنیا میں کسی خوشخبری لانے والے سے ملا کرتے ہیں، پھر (ان میں سے بعض) کہتے ہیں کہ: ذرا اس کو مہلت تو دو کہ دم لے لے، کیونکہ (دُنیا میں) یہ بڑے کرب میں تھا۔ اس کے بعد اس سے پوچھنا شروع کرتے ہیں کہ: فلاں شخص کا کیا حال ہے؟

کیا اس نے نکاح کرلیا ہے؟ پھر اگر ایسے شخص کا حال پوچھ بیٹھے جو اس شخص سے پہلے مرچکا ہے اور اس نے کہہ دیا کہ وہ تو مجھ سے پہلے مرچکا ہے تو ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھ کر کہتے ہیں کہ: بس اس کو اس کے ٹھکانے یعنی دوزخ کی طرف لے جایا گیا ہے، وہ تو جانے کی بھی بُری جگہ ہے اور رہنے کی بھی بُری جگہ ہے۔

مرحوم رشتہ داروں پر زندوں کے اعمال پیش ہونا

* اسی حدیث کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: تمہارے اعمال تمہارے اُن رشتہ داروں اور خاندان والوں کے سامنے جو آخرت (عالمِ برزخ)[1] میں ہیں پیش کئے جاتے ہیں، اگر نیک عمل ہوا تو وہ خوش اور بشاش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: اے اللہ! یہ آپ کا فضل اور رحمت ہے، پس اپنی یہ نعمت اس پر پوری کیجئے اور اسی پر اس کو موت دیجئے۔ اور ان پر گناہگار کا بھی عمل پیش ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ: اے اللہ! اس کے دِل میں نیکی ڈال دے، جو تیری رضا اور قرب کا سبب ہوجائے۔ (شوقِ وطن ص:۲۴، ۲۵، بحوالہ شرح الصدور، طبرانی وابنِ ابی الدنیا)

منکر نکیر اور قبر کا مؤمن کے ساتھ نرم رویہ

* حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! جب سے آپ نے منکر نکیر کی آواز اور قبر کے بھینچنے سے مجھ کو ڈرایا ہے کوئی شے مجھ کو اچھی نہیں معلوم ہوتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! منکر اور نکیر کی آواز مؤمن کے کان میں ایسی آسان معلوم ہوگی جیسے آنکھ میں سرمہ لگانا، اور قبر کا بھینچنا مؤمن کے واسطے ایسا ہوگا جیسے شفیق ماں بچے کا سر نرمی سے دباتی ہے، جس وقت بچہ کہتا ہے کہ: میرے سر میں درد ہے، لیکن اے عائشہ! خرابی اس کی ہے جو اللہ کے بارے میں شک کرتا تھا، وہ اس طرح قبر میں پیسا جائے گا جیسے بھاری پتھر سے انڈا پیسا جائے۔

(نور الصدور ص:۶۴)

---

(۱) مرنے کے بعد مردے جس عالم میں قیامت سے پہلے تک رہتے ہیں اُسے ''عالمِ برزخ'' کہا جاتا ہے۔

رُوح کا اپنے غسل وکفن اور دفن کو دیکھنا

* حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: جو شخص مرتا ہے اس کی رُوح ایک فرشتہ کے ہاتھ میں رہتی ہے، اپنے جسم کو دیکھتی ہے کہ کیونکر اس کو غسل دیا جاتا ہے اور کیونکر کفن دیتے ہیں، کیونکر لے کر چلتے ہیں، اور لاش ابھی تختہ پر ہی ہوتی ہے کہ اس سے فرشتے کہتے ہیں کہ: لوگ جو تیری تعریف کر رہے ہیں سن لے (کہ یہ بشارت اگلی نعمتوں کی تمہید ہے)۔ (شوقِ وطن ص:۲۶ بحوالہ ابونعیم)

کون کون لوگ جنتی ہیں؟

* حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جو شخص رمضان شریف کے اخیر مہینے میں انتقال کرے وہ جنتی ہوگا، اور جو شخص عرفہ کے روز یعنی نویں تاریخ ذی الحجہ کے اخیر دن میں مرے گا وہ جنتی ہوگا، اور جو شخص صدقہ دے کر مرے گا وہ جنتی ہوگا۔ (نور الصدور ص:۱۴۷)

* حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جو شخص مرتے وقت خالص نیت سے ''لا الٰہ الا اللہ'' کہے گا وہ جنتی ہوگا، اور جس نے اللہ کے واسطے روزہ رکھا اور اسی حال میں مرگیا وہ جنتی ہوگا، اور جو سچی نیت سے صدقہ دے کر مرگیا وہ جنتی ہوگا۔ (نور الصدور ص:۱۴۸)

* ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جو کوئی ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو شاکرین کا دِل عطا فرمائے گا اور صدیقین کے مثل عمل دے گا اور نبیوں کا سا ثواب دے گا اور اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے گا اور جنت میں داخل ہونے سے (صرف) موت اسے روکتی ہے، یعنی موت آنے پر فوراً جنت میں داخل ہوگا۔

(نور الصدور ص:۱۴۷)

* حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے: جو مؤمن جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو عذابِ قبر سے نجات دے گا۔ اور حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے: جو مسلمان مرد یا عورت جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرگیا وہ عذابِ قبر اور نکیرین کے سوال سے امن میں ہوگا اور قیامت کے دن اس سے حساب نہیں لیا جائے گا اور اس کے اعمال اس کے جنتی ہونے پر گواہی دیں گے۔ (نور الصدور ص:۷۷)

عذابِ قبر

❋ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اُمت کو سکھانے کے لئے) یہ دُعا پڑھا کرتے تھے:-

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

(یعنی اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں عذابِ قبر سے)

(نور الصدور ص:۸۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: عذابِ قبر حق ہے، (ایسے) مردوں کو (جنہوں نے گناہوں سے توبہ نہ کی ہو) قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اور (انسانوں اور جنات کے علاوہ) سب جاندار عذابِ قبر (کی آواز) سنتے ہیں۔ (نور الصدور ص:۸۲)

قبر میں اعمالِ صالحہ کی طرف سے میّت کا دفاع

❋ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: جب نیک بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے نیک اعمال نماز، روزہ، حج، جہاد، صدقہ اس کے پاس آتے ہیں اور عذابِ قبر کے فرشتے اس کے پیر کی طرف سے آتے ہیں، نماز کہتی ہے کہ: تم اس سے دُور رہو، اِدھر سے تمہارا راستہ نہیں، اس پیر سے مسجد میں آیا ہے اور

کھڑے ہوکر نماز پڑھی ہے، پھر سر کی طرف سے آتے ہیں تو روزہ کہتا ہے: اِدھر سے تمہارا راستہ نہیں ہے، اس نے دُنیا میں اللہ کے واسطے بھوک پیاس کی تکلیف اُٹھائی ہے، پھر دُوسری طرف سے آتے ہیں تو حج اور جہاد کہتے ہیں کہ: تم اس سے دُور رہو، اس نے اپنے اُوپر بہت تکلیفیں اُٹھائی ہیں اور اللہ کے واسطے حج و جہاد کئے ہیں، اِدھر سے تمہارا راستہ نہیں ہے، پھر اس کے ہاتھ کی طرف سے آتے ہیں، صدقہ کہتا ہے کہ: تم اس سے دُور رہو، اس نے اِن ہاتھوں سے صدقہ دیا ہے، اِدھر سے تمہارا راستہ نہیں ہے، اس کے بعد غیب سے آواز آتی ہے تجھ کو مبارک ہو، زندگی میں تو اچھا تھا، مرنے کے بعد بھی اچھا ہے، رحمت کے فرشتے جنت سے فرش لاتے ہیں اور اس کی قبر میں بچھاتے ہیں اور جہاں تک نگاہ پہنچتی ہے وہاں تک اُس کی قبر کشادہ کی جاتی ہے اور نور کی قندیل جنت سے لاکر اس کی قبر میں رکھتے ہیں اور قیامت تک قبر روشن رہتی ہے۔
اور دُوسری روایت میں ہے کہ: قبر میں جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے، وہ جنت کو دیکھتا ہے اور اس کی خوشبو پاتا ہے، اور اس کے نیک اعمال کہتے ہیں کہ: ہمارے لئے تو نے دُنیا میں تکلیف اُٹھائی، آج ہم تیرے ساتھ رہیں گے، یہاں تک کہ تجھ کو جنت میں پہنچائیں گے۔ (نور الصدور ص:۱۳۹)

ایصالِ ثواب اور صدقۂ جاریہ کا فائدہ

* حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، فرماتے تھے: جس گھر میں کوئی مرجاتا ہے اور گھر والے اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں تو اس صدقہ کے ثواب کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نور کے طبق میں رکھ کر اس کی قبر پر لے جاتے ہیں اور کھڑے ہوکر کہتے ہیں: اے قبر والو! یہ تحفہ تمہارے گھر والوں نے تم کو بھیجا ہے، اس کو قبول کرو، پس مردہ خوش ہوتا ہے اور اپنے ہمسایہ کو خوشخبری سناتا ہے اور اس کے ہمسائے جن کو کوئی تحفہ نہیں پہنچا ہے غمگین رہتے ہیں۔ (نور الصدور ص:۱۳۸)

ماں باپ کی طرف سے حج کرنا

* حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جو شخص اپنے ماں باپ کے مرنے کے بعد ان کی طرف سے حج کرے تو اللہ تعالیٰ حج کرنے والے کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے اور ان دونوں کو پورے پورے حج کا ثواب ملتا ہے بغیر کمی کے۔ (نور الصدور ص:۱۳۸)

اولاد کے اِستغفار سے مرحوم والدین کو فائدہ پہنچتا ہے

* حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نیک بندہ کو اللہ تعالیٰ جنت میں بہت بڑا درجہ عنایت فرمائے گا، وہ تعجب کر کے کہے گا: اے پروردگار! یہ درجہ کہاں سے مجھ کو ملا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تیرے لڑکے کے اِستغفار اور دُعا کی برکت سے۔ (نور الصدور ص:۱۴۰)

مرنے کے بعد سات چیزوں کا ثواب ملتا رہتا ہے

* حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جب مؤمن انتقال کرتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے، مگر سات چیزوں کا ثواب مرنے کے بعد بھی پہنچتا ہے:-

۱:- اوّل جس نے کسی کو علمِ دین سکھایا تو اس کا ثواب برابر پہنچتا رہتا ہے جب تک اس کا علم دُنیا میں جاری ہے۔

۲:- دُوسرے یہ کہ اس کے نیک اولاد ہو اور اِس کے حق میں دُعا کرتی رہے۔

۳:- تیسرے یہ کہ قرآن شریف (کا کوئی نسخہ) چھوڑ گیا ہو (لوگ اُسے پڑھتے ہوں)۔

۴:- چوتھے یہ کہ مسجد بنوائی ہو۔

۵:- پانچویں یہ کہ مسافروں کے آرام کے لئے مسافر خانہ بنوایا ہو۔

۶:- چھٹے یہ کہ کنواں یا نہر کھدوائی ہو۔

۷:- ساتواں یہ کہ صدقہ اپنی زندگی میں دیا ہو، تو جب تک یہ چیزیں موجود رہیں گی، ان سب کا ثواب پہنچتا رہے گا۔ (نور الصدور ص:۱۴۰)

صدقۂ جاریہ کی دو اور صورتیں

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: جس نے کسی کو کچھ قرآن شریف پڑھایا یا کوئی مسئلہ بتایا تو اللہ تعالیٰ اس کے ثواب کو قیامت تک زیادہ کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ مثل پہاڑ کے ہوجاتا ہے۔ (نور الصدور ص:۱۴۰)

مردے سلام کا جواب دیتے ہیں

حضرت ابورزین رضی اللہ تعالیٰ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہمارا سلام مردے سنتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں، مگر تم نہیں سن سکتے۔ (نور الصدور ص:۱۰۳)

مرحوم پر چار طرح احسان کرنا

حضرت ابو اُسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ انتقال کرچکے، کوئی صورت ایسی ہوسکتی ہے کہ میں اپنے ماں باپ پر احسان کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! چار طریقے سے تو اُن کے ساتھ احسان کرسکتا ہے:-

۱:- ایک تو ان کے حق میں دُعا کرنا۔

۲:- دُوسرے جو (اچھی) وصیت یا نصیحت تم کو کی ہے اس پر قائم رہنا۔

۳:- تیسرے جو دوست اُن کے ہیں اُن کی تعظیم اور عزت کرنا۔

۴:- چوتھے جو اُن کا خاص قرابت والا ہے اس کے ساتھ محبت اور میل جول رکھنا۔ (نور الصدور ص:۱۲۵)

میّت کی خوبیاں بیان کرو

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: میّت کی خوبیوں کا ذکر کرو، اور برائیوں سے اپنی زبان بند کرو۔

(نور الصدور ص:۱۳۶)

اَرواح کے رہنے کی جگہ

رُوحوں کے رہنے کی جگہ میں روایتیں مختلف ہیں اور سب صحیح ہیں، اور علماء کے بھی اقوال اس بارے میں کئی طرح کے ہیں، لیکن تحقیق کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت میں ان روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے، سب روایتیں اپنی اپنی جگہ پر صحیح اور دُرست ہیں۔ علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ نے اس مسئلہ کو خوب سمجھا ہے اور اچھی تحقیق سے بیان کیا ہے، جس سے روایتیں کی صحت اور موافقت ظاہر ہوجاتی ہے، جاننا چاہئے کہ دُنیا و آخرت کے درمیان ایک عالم ہے اس کا نام ''برزخ'' ہے، یہی عالم رُوحوں کے رہنے کی جگہ ہے، برزخ دُنیا سے بڑا اور آخرت سے بہت چھوٹا ہے، اس کے درجے اور طبقے بہت ہیں، اور اعمال کے موافق رُوحوں کے بھی مختلف درجات ہیں، یہ اَرواح (رُوحیں) اپنے اپنے اعمال کے موافق ان درجوں اور طبقوں میں رہیں گی۔ (نور الصدور ص:۱۳۰)

رُوح کا بدن سے پانچ قسم کا تعلق ہے

جاننا چاہئے کہ رُوح کا تعلق بدن کے ساتھ پانچ قسم کا ہے:-

۱:- پہلا تعلق ماں کے پیٹ میں، اور یہ تعلق ضعیف ہے۔

۲:- دُوسرا تعلق پیدا ہونے کے بعد عمر بھر تک، یہ تعلق پہلے سے قوی ہے۔

۳:- تیسرا تعلق نیند کی حالت میں، یہ تعلق بہت کمزور اور ضعیف ہے، کیونکہ خواب میں رُوح کا تعلق عالم برزخ سے ہوجاتا ہے، اسی لئے بدن کا تعلق

ضعیف ہوجاتا ہے، اور (سچا) خواب جو کچھ انسان دیکھتا ہے وہ اسی عالمِ برزخ کی سیر کا نتیجہ ہے۔

۴:- چوتھا تعلق برزخ کا موت کے بعد ہوتا ہے، اس میں موت کے سبب سے اگرچہ رُوح بدن کو چھوڑ دیتی ہے، لیکن رُوح اور بدن میں بالکل جدائی نہیں ہوتی، بلکہ بدن کے ساتھ رُوح کو ایک قسم کا تعلق اور واسطہ باقی رہتا ہے، اور رُوح کے ایک جگہ سے دُوسری جگہ آنے جانے میں یا ایک عالم سے دُوسرے عالم میں آنے جانے میں کچھ دیر نہیں ہوتی، لمحہ بھر میں آتی اور چلی جاتی ہے، جس طرح سوتا ہوا آدمی خواب دیکھتا ہے کہ آن کی آن میں اُس کی رُوح اِس عالمِ دُنیا کی سیر کرلیتی ہے، بلکہ کبھی ساتویں آسمان کے اُوپر تک کی بھی سیر کرتی ہے اور عجائبات دیکھتی ہے اور دَم کے دَم میں آجاتی ہے، اس تعلق کی وجہ سے قبر کی زیارت مسنون ہوئی، زیارت کرنے والوں کا سلام رُوح سنتی ہے اور جواب دیتی ہے، یہ تعلق قیامت تک باقی رہتا ہے۔

۵:- پانچواں تعلق قیامت کے دن کا ہے، جب مردے قبر سے اُٹھائے جائیں گے، یہ تعلق نہایت قوی اور کامل ہے کہ کمزور نہیں ہوسکتا، اور نہ زائل ہوسکتا ہے، پہلے تعلقات سے اس تعلق کو کوئی نسبت نہیں، کیونکہ اب بدن سڑے اور گلے گا نہیں، اور نہ اب نیند ہے، نہ موت۔ (نور الصدور ص:۱۱۴)

اَرواح چار قسم کی ہیں

* جاننا چاہئے کہ ارواح چار قسم کی ہیں، ایک ارواح انبیاء علیہم السلام کی، دُوسری ارواح نیک کار مؤمنوں کی، تیسری ارواح بدکار مؤمنوں کی اور چوتھی ارواح کفار ومشرکین کی۔

اور جاننا چاہئے کہ موت کے بعد جہاں ارواح رہتی ہیں اس جگہ کو سوائے

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دُوسرا نہیں جانتا ہے، نہ بیان کرسکتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج میں دونوں عالم کی سیر کی اور ارواح سے ملاقات کی، اور اللہ تعالیٰ نے کتنی ہی باتوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا، اس واسطے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے وہی حق ہے، اور اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کو پیغمبر علیہ السلام سے سن کر بیان کیا ہے، اپنی رائے کو دخل نہیں دیا ہے۔

اور جبکہ رُوح دُنیا کے چیزوں کے مثل نہیں ہے اور نہ دیکھنے میں آسکتی ہے اس واسطے اس کو دُنیا کی کسی چیز پر قیاس کرنا اور اندازہ لگانا نہایت غلطی ہے، جیسے کوئی شخص بھوک پیاس کو لکڑی پتھر پر قیاس کرے یا خوشی غمی کو درخت اور پہاڑ پر قیاس کرے تو کہا جائے گا کہ یہ شخص جاہل بے عقل ہے۔

جب یہ سب باتیں معلوم ہوگئیں تو اب سمجھنا چاہئے کہ انسان نے دُنیا میں رہ کر جیسے اعمال کئے ہیں اس کے موافق اس کی رُوح اپنے درجہ میں رکھی جاتی ہے، نیک رُوحیں علیّین کے اعلیٰ درجے میں رہتی ہیں، یہ پیغمبروں کی رُوحیں ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں ان حضرات سے ملاقات کی ہے، بعض ارواح کو سبز چڑیوں کے پوٹوں میں جگہ دی جاتی ہے، یہ جنت میں رہتی ہیں اور جہاں چاہیں وہاں چلی جاتی ہیں، یہ وہ شہید ہیں جو جہاد میں قتل کئے گئے بشرطیکہ اُن پر کسی کا قرض نہ ہو، اور جن پر کسی کا حق باقی رہ گیا ہے وہ جنت میں داخل ہونے سے محروم رکھے جائیں گے۔ (نور الصدور ص:۱۱۵)

محمد بن عبداللہ نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: یا رسول اللہ! اگر میں اللہ کی راہ میں شہید ہوں تو مجھ کو کیا بدلہ ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت! جب وہ لوٹ کر چلا تو آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلا کر فرمایا: بشرطیکہ تجھ پر کسی کا قرض نہ ہو، یہ حکم جبرائیل نے ابھی مجھ کو سنایا ہے۔ (نور الصدور ص:۱۱۵)

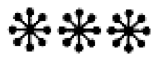
بعض ارواح جنت کے دروازے پر رہیں گی، بعض اپنی قبروں میں بند رہیں گی اور اُن پر ثواب و عذاب ہوتا رہے گا، اور بعض رُوحیں ساتوں طبقوں کے نیچے قید کی جائیں گی اور عذاب میں گرفتار ہوں گی، یہ رُوحیں مشرکین اور کفار کی ہوں گی، بعض رُوحوں کو آگ کے تنور میں عذاب دیا جائے گا اور بعض کو خون کی نہر میں، پیغمبر اور شہید جنت میں رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم و اجازت سے جہاں چاہیں جاتے ہیں، ان کے سوا اور لوگوں کی رُوحیں برزخ میں رہتی ہیں اور اُن کا تعلق قبر سے رہتا ہے اور ثواب ملتا ہے یا عذاب ہوتا ہے، اسی کو ثوابِ قبر یا عذابِ قبر کہتے ہیں۔

(نور الصدور ص:۱۱۵)

اَرواح مختلف انداز میں رہتی ہیں

* اَرواحِ مؤمنین مختلف حالتوں میں رہتی ہیں، بعض چڑیوں کی شکل میں جنت کے درختوں پر رہتی ہیں اور بعض سبز چڑیوں کے اندر ہوکر اور بعض سفید چڑیوں کے اندر ہوکر اور بعض قندیلوں میں جو عرش کے نیچے لٹکتی ہیں اور بعض جنتی آدمی کی صورت میں اور بعض کی صورت نئی طرح کی اُن کے نیک اعمال کے مناسب بنائی جائے گی، اور بعض دُنیا میں سیر کرتی ہیں اور اپنے بدن میں بھی آجاتی ہیں، اور بعض دُوسرے مردوں کی ارواح سے ملاقات کرتی پھرتی ہیں، اور بعض ارواح حضرت میکائیل علیہ السلام کی ذمہ داری میں رہتی ہیں، اور بعض حضرت آدم علیہ السلام کی ذمہ داری میں، ارواح کے رہنے کی جگہ میں حدیثیں اور اصحاب کے اقوال بہت ہیں، مگر ہم ایک حدیث یہاں بیان کرتے ہیں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: شہیدوں کی رُوحیں سبز چڑیوں میں رہتی ہیں، جنت میں نہروں پر جاتی ہیں اور میوے کھاتی پھرتی ہیں، پھر سونے کی قندیلوں میں قیام کرتی ہیں، جو عرش کے نیچے لٹکتی ہیں، سبز چڑیوں میں رہنے کے معنی بعض علماء نے یہ بیان کئے ہیں کہ سبز چڑیوں پر سوار ہوکر جہاں چاہیں گی سیر کریں گی، اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اُن کی صورت عالمِ برزخ میں سبز چڑیوں کے مثل خوشنما بنادی جاتی ہے جس طرح فرشتے کبھی انسان کی صورت بن جاتے ہیں، لیکن آخرت میں وہ رُوحیں انسانی صورت میں کردی جائیں گی۔ ایسی ہی روایت حضرت ابنِ مسعود اور ابنِ عمر اور کعب رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ (نور الصدور ص:۱۱۶)



مراقبۂ موت

از

جناب خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری مجذوبؒ
خلیفۂ ارشد
حکیم الاُمت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ

تو برائے بندگی ہے یاد رکھ بہرِ سر افگندگی ہے یاد رکھ
ورنہ پھر شرمندگی ہے یاد رکھ چند روزہ زندگی ہے یاد رکھ

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تو نے منصب بھی کوئی پایا تو کیا گنجِ سیم و زر بھی ہاتھ آیا تو کیا
قصرِ عالی شاں بھی بنوایا تو کیا دبدبہ بھی اپنا دِکھلایا تو کیا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

قیصؔر اور سکندؔر و جؔم چل بسے زاؔل اور سہرابؔ و رسؔتم چل بسے
کیسے کیسے شیر و ضیغم چل بسے سب دکھاکر اپنا دَم خم چل بسے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کیسے کیسے گھر اُجاڑے موت نے کھیل کتنوں کے بگاڑے موت نے
پیل تن کیا کیا پچھاڑے موت نے سروقد قبروں میں گاڑے موت نے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کوچ ہاں اے بے خبر! ہونے کو ہے تا بکے غفلت؟ سحر ہونے کو ہے
باندھ لے توشہ! سفر ہونے کو ہے ختم ہر فردِ بشر ہونے کو ہے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

نفس اور شیطاں ہیں خنجر در بغل وار ہونے کو ہے اے غافل سنبھل
آ نہ جائے دین و ایماں میں خلل باز آ، ہاں باز آ اے بدعمل

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دفعتہً سر پر جو آپہنچی اَجل پھر کہاں تو اور کہاں دارالعمل؟
جائے گا یہ بے بہا موقع نکل پھر نہ ہاتھ آئے گی عمرِ بے بدل

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تجھ کو غافل! فکرِ عقبیٰ کچھ نہیں کھا نہ دھوکا عیشِ دُنیا کچھ نہیں
زندگیِ چند روزہ کچھ نہیں کچھ نہیں اِس کا بھروسہ کچھ نہیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہے یہاں سے تجھ کو جانا ایک دن قبر میں ہوگا ٹھکانا ایک دن
منہ خدا کو ہے دِکھانا ایک دن اب نہ غفلت میں گنوانا ایک دن

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

سب کے سب ہیں رہروِ کوئے فنا جارہا ہے ہر کوئی سوئے فنا
بہہ رہی ہے ہر طرف جوئے فنا آتی ہے ہر چیز سے بوئے فنا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

چند روزہ ہے یہ دُنیا کی بہار دل لگا اِس سے نہ غافل زینہار
عمر اپنی یوں نہ غفلت میں گزار ہوشیار! اے محوِ غفلت ہوشیار!

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہے یہ لطف و عیشِ دُنیا چند روز ہے یہ دورِ جام و مینا چند روز
دارِ فانی میں ہے رہنا چند روز اب تو کرلے کارِ عقبیٰ چند روز

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

عشرتِ دنیائے فانی ہیچ ہے پیش عیشِ جاودانی ہیچ ہے
مٹنے والی شادمانی ہیچ ہے چند روزہ زندگانی ہیچ ہے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہو رہی ہے عمر مثلِ برف کم چپکے چپکے رفتہ رفتہ دَم بدم
سانس ہے اِک رہروِ ملکِ عدم دفعتہً اِک روز یہ جائے گا تھم

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور

زندگی اِک دن گزرنی ہے ضرور　　قبر میں میّت اُترنی ہے ضرور

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے

کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی　　جان ٹھہری جانے والی، جائے گی

رُوح رَگ رَگ سے نکالی جائے گی　　تجھ پہ اِک دن خاک ڈالی جائے گی

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے

کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تو سنِ عمرِ رواں ہے تیز رَو　　چھوڑ سب فکریں لگا مولٰی سے لَو

گندم از گندم بروید جو زجو　　از مکافاتِ عمل غافل مشو

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے

کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

بزمِ عالم میں فنا کا دور ہے　　جائے عبرت ہے مقامِ غور ہے

تو ہے غافل یہ ترا کیا طور ہے　　بس کوئی دن زندگانی اَور ہے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے

کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

سخت سخت امراض گو تو سہہ گیا　　چارہ گر گو سخت جاں بھی کہہ گیا

کیا ہوا کچھ دن جو زندہ رہ گیا　　اِک جہاں سیلِ فنا میں بہہ گیا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے

کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

لاکھ ہو قبضہ میں تیرے سیم و زَر　　لاکھ ہو بالیں پہ تیری چارہ گر

لاکھ تو قلعوں کے اندر چھپ مگر　　موت سے ہرگز نہیں کوئی مَفر

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

زور یہ تیرا، نہ بل کام آئے گا اور نہ یہ طولِ اَمل کام آئے گا
کچھ نہ ہنگامِ اجل کام آئے گا ہاں مگر! اچھا عمل کام آئے گا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

سرکشی زیرِ فلک زیبا نہیں دیکھ! جانا ہے تجھے زیرِ زمیں
جب تجھے مرنا ہے اِک دن بالیقیں چھوڑ فکرِ ایں و آں کر فکرِ دیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

بہرِ غفلت یہ تری ہستی نہیں دیکھ! جنت اس قدر سستی نہیں
رہ گزر دُنیا ہے یہ بستی نہیں جائے عیش و عشرت و مستی نہیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

عیش کر غافل نہ تو آرام کر مال حاصل کر، نہ پیدا نام کر
یادِ حق دُنیا میں صبح و شام کر جس لئے آیا ہے تو وہ کام کر

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

مال و دولت کا بڑھانا ہے عبث زائد از حاجت کمانا ہے عبث
دِل کا دُنیا سے لگانا ہے عبث رہ گزر کو گھر بنانا ہے عبث

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

عیش و عشرت کے لئے انساں نہیں یاد رکھ تو بندہ ہے مہماں نہیں
غفلت و مستی تجھے شایاں نہیں بندگی کر تو اگر ناداں نہیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

حسنِ ظاہر پر اگر تو جائے گا عالمِ فانی سے دھوکا کھائے گا
یہ منقش سانپ ہے ڈس جائے گا رہ نہ غافل یاد رکھ پچھتائے گا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دفن خود صدہا کئے زیرِ زمیں پھر بھی مرنے کا نہیں حق الیقیں
تجھ سے بڑھ کر بھی کوئی غافل نہیں کچھ تو عبرت چاہئے نفسِ لعیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

یوں نہ اپنے آپ کو بے کار رکھ آخرت کے واسطے تیار رکھ
غیر حق سے قلب کو بے زار رکھ موت کا ہر وقت استحضار رکھ

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تو سمجھ ہرگز نہ قاتل موت کو زندگی کا جان حاصل موت کو
رکھتے ہیں محبوب عاقل موت کو یاد رکھو ہر وقت غافل! موت کو

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تو ہے اس عبرت کدہ میں بھی مگن گو یہ ہے دار المحن بیت الحزن

عقل سے خارج ہے یہ تیرا چلن　　چھوڑ غفلت عاقبت اندیش بن

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

یہ تری غفلت ہے بے عقلی بڑی　　مسکراتی ہے قضا سر پر کھڑی
موت کو پیشِ نظر رکھ ہر گھڑی　　پیش آنے کو ہے یہ منزل کڑی

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

گرتا ہے دُنیا پہ تو پروانہ وار　　گو تجھے جلنا پڑے انجامِ کار
پھر یہ دعویٰ ہے کہ ہم ہیں ہوشیار　　کیا یہی ہے ہوشیاروں کا شعار؟

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

حیف دُنیا کا تو ہے پروانہ تو　　اور کرے عقبیٰ کی کچھ پروا نہ تو
کس قدر ہے عقل سے بیگانہ تو　　اُس پہ بنتا ہے بڑا فرزانہ تو

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دارِ فانی کی سجاوٹ پر نہ جا　　نیکیوں سے اپنا اصلی گھر سجا
پھر وہاں بس چین کی بنسی بجا　　اِنَّہٗ قَدْ فَازَ فَوْزًا مَنْ نَّجَا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کج رؤوں کی یہ چٹک اور یہ مٹک　　دیکھ کر ہرگز نہ رستے سے بھٹک

ساتھ ان کا چھوڑ، ہاتھ اپنا جھٹک   بھول کر بھی تو نہ پاس اُن کے پھٹک

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

یہ تری مجذوب حالت اور یہ سِن   ہوش میں آ، اب نہیں غفلت کے دن
اب تو بس مرنے کے دن ہر وقت گن   کس کمر، درپیش ہے منزل کٹھن

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کر نہ تو پیری میں غفلت اختیار   زندگی کا اب نہیں کچھ اعتبار
حلق پر ہے موت کے خنجر کی دَھار   کر بس اب اپنے کو مُردوں میں شمار

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ترک اب ساری فضولیات کر   یوں نہ ضائع اپنے تو اوقات کر
رہ نہ غافل یادِ حق دن رات کر   ذکر و فکرِ ہاذِمُ اللذات کر

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

***

درسِ عبرت

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سو نمونے   مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بو نے
کبھی غور سے بھی یہ دیکھا ہے تو نے   جو معمور تھے وہ محل اب ہیں سُونے
جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
ملے خاک میں اہلِ شاں کیسے کیسے   مکیں ہوگئے لامکاں کیسے کیسے
ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے   زمیں کھاگئی آسماں کیسے کیسے
جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
زمیں کے ہوئے لوگ پیوند کیا کیا   ملوک و حضور و خداوند کیا کیا
دکھائے گا تو زور تا چند کیا کیا   اجل نے پچھاڑے تنومند کیا کیا
جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
اجل نے نہ کسریٰ ہی چھوڑا نہ دارا   اِسی سے سکندر سا فاتح بھی ہارا
ہر اِک لے کے کیا کیا نہ حسرت سدھارا   پڑا رہ گیا سب یونہی ٹھاٹھ سارا
جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
یہاں ہر خوشی ہے مبدل بہ صد غم   جہاں شادیاں تھیں وہیں اب ہیں ماتم
یہ سب ہر طرف انقلاباتِ عالَم   تری ذات ہی میں تغیر ہیں ہر دَم

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

تجھے پہلے بچپن نے برسوں کھلایا جوانی نے پھر تجھ کو مجنوں بنایا
بڑھاپے نے پھر آکے کیا کیا ستایا اجل تیرا کردے گی بالکل صفایا

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

یہی تجھ کو دُھن ہے رہوں سب سے بالا ہو زینت نرالی ہو فیشن نرالا
جیا کرتا ہے کیا یونہی مرنے والا تجھے حسنِ ظاہر نے دھوکے میں ڈالا

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

وہ ہے عیش و عشرت کا کوئی محل بھی جہاں تاک میں ہر گھڑی ہو اَجل بھی
بس اب اپنے اس جہل سے تو نکل بھی یہ طرزِ معیشت اب اپنا بدل بھی

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

یہ دُنیائے فانی ہے محبوب تجھ کو ہوئی واہ کیا چیز مرغوب تجھ کو
نہیں عقل اِتنی بھی مجذوب تجھ کو سمجھ لینا اب چاہئے خوب تجھ کو

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

بڑھاپے سے پاکر پیامِ قضا بھی نہ چونکا نہ چیتا نہ سنبھلا ذرا بھی
کوئی تیری غفلت کی ہے انتہا بھی جنوں تابہ کے ہوش میں اپنے آ بھی

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

نہ دِل دادۂ شعر گوئی رہے گا نہ گرویدۂ شہرہ جوئی رہے گا

نہ کوئی رہا ہے، نہ کوئی رہے گا رہے گا تو ذکرِ نکوئی رہے گا

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے

یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

جب اس بزم سے اُٹھ گئے دوست اکثر اور اُٹھتے چلے جارہے ہیں برابر

یہ ہر وقت پیشِ نظر جب ہے منظر یہاں پر ترا دل بہلتا ہے کیونکر

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے

یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

جہاں میں کہیں شورِ ماتم بپا ہے کہیں فقر و فاقہ سے آہ و بکا ہے

کہیں شکوۂ جور و مکر و دغا ہے غرض ہر طرف سے یہی بس صدا ہے

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے

یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

***

مسدس

گل و غنچہ سَرو کیلے رہیں گے مہکتے گلاب اور بیلے رہیں گے
بہت سے گُرو اور چیلے رہیں گے بڑے عرس ہوں گے جھمیلے رہیں گے
ہمیں کیا جو تربت پہ میلے رہیں گے
تہِ خاک ہم تو اکیلے رہیں گے

تنیں گے اگر شامیانے ہمیں کیا رہیں گے جو گانے بجانے ہمیں کیا
بنیں گے جو نقارخانے ہمیں کیا کھلیں گے اگر قہوہ خانے ہمیں کیا
ہمیں کیا جو تربت پہ میلے رہیں گے
تہِ خاک ہم تو اکیلے رہیں گے

اگر دوست احباب آئیں ہمیں کیا ہوئے جمع اپنے پرائے ہمیں کیا
کوئی روئے آنسو بہائے ہمیں کیا پڑے ہوں گے ہم منہ چھپائے ہمیں کیا
ہمیں کیا جو تربت پہ میلے رہیں گے
تہِ خاک ہم تو اکیلے رہیں گے

بہن بھائی سب آ کے رویا کریں گے عزیز اقربا جان کھویا کریں گے
ہمیں آنسوؤں میں ڈبویا کریں گے پڑے بے خبر ہم تو سویا کریں گے
ہمیں کیا جو تربت پہ میلے رہیں گے
تہِ خاک ہم تو اکیلے رہیں گے

کوئی پھول چادر چڑھاتا رہے گا کوئی شمعِ تربت جلاتا رہے گا

تعلق جو دُنیا سے جاتا رہے گا نہ رشتہ رہے گا، نہ ناتا رہے گا

ہمیں کیا جو تربت پہ میلے رہیں گے

تہِ خاک ہم تو اکیلے رہیں گے

حسینوں سے ڈیرے بھی گلزار ہوں گے رئیسوں امیروں کے دربار ہوں گے

پُر اہلِ تماشا سے بازار ہوں گے ہمارے لئے سب یہ بے کار ہوں گے

ہمیں کیا جو تربت پہ میلے رہیں گے

تہِ خاک ہم تو اکیلے رہیں گے

کسی نے ہمارا کیا غم تو کیا ہے اگر کوئی ہو چشمِ پُر نم تو کیا

کرے حشر تک کوئی ماتم تو کیا ہے نہیں ہوں گے جب سامنے ہم تو کیا ہے

ہمیں کیا جو تربت پہ میلے رہیں گے

تہِ خاک ہم تو اکیلے رہیں گے

غنی ہوں گے، اہلِ توکل بھی ہوں گے بہت بلبلیں آئیں گی گل بھی ہوں گے

اگر ہوں گی قوّالیاں، قل بھی ہوں گے بڑی دُھوم ہوگی بہت غُل بھی ہوں گے

ہمیں کیا جو تربت پہ میلے رہیں گے

تہِ خاک ہم تو اکیلے رہیں گے

ہے جیسا عجب تاجؔ گنج آگرے کا جو اکبر ہو اپنا بھی ایسا ہی روضا

زیارت کرے جس کی آ آ کے دُنیا ہو سب کچھ، مگر یہ تو فرمایئے گا

ہمیں کیا جو تربت پہ میلے رہیں گے

تہِ خاک ہم تو اکیلے رہیں گے

***

عرضِ حال

اے خدا! اے میرے ستار العیوب — میرے مولیٰ میرے غفار الذنوب
تجھ پہ روشن ہے مرا حالِ زبوں — پارسا میں لاکھ، ظاہر میں بنوں
سچ ہے مجھ سا کوئی ناکارہ نہیں — جز بہ اقرارِ خطا چارہ نہیں
مجھ سا کوئی نفس کا بندہ نہیں — مجھ سا کوئی قلب کا گندہ نہیں
سخت بدکردار و بد اطوار ہوں — سخت نالائق ہوں سخت نابجار ہوں
میں بدی میں آپ ہوں اپنی مثال — بدعمل، بدنفس، بدخو، بد خصال
سر بسر عصیاں، سراپا عیب ہوں — مستحقِ نار میں لاریب ہوں
سیکڑوں کو تو کرے گا جنتی — ایک یہ نا اہل بھی اُن میں سہی
ہیں گنہ بے حد، نہ مجھ سے لے حساب — داخلِ جنت مجھے کر بے حساب
ہوں ترا بندہ، مگر بس نام کا — بندہ ہوں میں نفس نا فرجام کا
سخت طغیانی پہ ہے بحرِ ذنوب — لے خبر کشتی مری جائے نہ ڈُوب
بے ترے دِل کیا ہے بس اِک خول ہے — جلد آ، یہ ناوٴ ڈانواں ڈول ہے
غلبہ دیدے نفس اور شیطان پر — آبنی ہے اب تو بس ایمان پر
اب تو ہوجائے کرم مجھ پر شتاب — اس سے بھی اب حال کیا ہوگا خراب
تھک چکا ہوں اصلاح سے میں ناتواں — کاہ سے کیا ہٹ سکے گا کوہِ گراں
میری ہر کوشش ہوئی ناکام اب — دے چکی ہے اب مری ہمت جواب
حال ابتر ہے دِلِ برباد کا — ہاں! مدد کر وقت ہے امداد کا

یاس نے بس اب تو ہمت توڑ دی	اب تو لے کشتی تجھی پہ چھوڑ دی
لاکھ ٹوٹی ناؤ ہے منجدھار ہے	ناخدا تو ہے تو بیڑا پار ہے
زیر ہوتا ہی نہیں نفسِ شریر	دستگیری کر مری اے دستگیر
نفسِ سرکش کو مرے پامال کر	دِل کے سب روگوں کا استیصال کر
ایک ہو تو ہوسکے اچھا مرض	ہو رہا ہوں میں تو سر تا پا مرض
میرے بس کی اب یہ بیماری نہیں	کوئی صورت اب بجز زاری نہیں
ہر قدم پر نفسِ بد ہے راہزن	نور میں بھی تو یہ ہے ظلمت فگن
شر ملا دیتا ہے یہ ہر خیر میں	کاٹ کرتا ہے یہ چلتے پیر میں
توبہ پھر کرتا ہوں میں توبہ شکن	منہ نہیں توبہ کا گو اے ذوالمنن
اب تو یا ربّ استقامت کر نصیب	معصیت کے اب نہ میں پھٹکوں قریب
زندگی ہو ذکر و طاعت میں بسر	اب ترا دامن نہ چھوٹے عمر بھر
عبد ہوں میں، بخش عبدیت مجھے	وجہِ صد عزت ہے یہ ذلت مجھے
دیدہ و دِل، دست و پا، گوش و زباں	سب ترے تابع رہیں اے مستعاں
آرزوئیں جتنی ہیں مٹ جائیں سب	رات دن بس میں ہوں اور تیری طلب
کر عطا دِل کو مرے ذوقِ فنا	عبدِ کامل اپنا تو مجھ کو بنا
غیر سے بالکل ہی اُٹھ جائے نظر	تو ہی تو آئے نظر دیکھوں جدھر
دِل کو کردے پاک سب اغیار سے	سینہ بھر دے تو مرا انوار سے
کر دِلِ تیرہ میں اب اپنا ظہور	سر سے لے کر تا قدم ہوجاؤں نور
عمر گزری خوار پھرتے دربدر	اے خدا! اب تو لگادے راہ پر
تو جو چاہے پاک ہو مجھ سا پلید	فضل سے تیرے نہیں کچھ بھی بعید
پاک ہے تو، پاک کردے دِل مرا	نور سے عرفاں کے بھردے دِل مرا
قلب سے دھو دے مرے ہر گندگی	ہو عطا پاکیزہ اب تو زندگی
نفس کا یا ربّ مرے کر تزکیہ	کر عطا مجھ کو حیاتِ طیبہ

میٹ دِل سے حبِ دُنیائے دنی ۔۔۔ جڑ ہے بس سارے گناہوں کی یہی
چند روزہ باغِ دُنیا دُنیا کی بہار ۔۔۔ دے نہ دھوکا مجھ کو اے پروردگار
میں رہوں جویانِ عیشِ جاوداں ۔۔۔ ہو نظر میری سوئے باغِ جناں
دِین پر ترجیح دُنیا کو نہ دُوں ۔۔۔ حرص وشہوت سے نہ میں مغلوب ہوں
روک لایعنی سے اب میری زباں ۔۔۔ ذکر میں تیرے رہوں رطب اللساں
چھوڑ دُوں اب میں سخن آرائیاں ۔۔۔ اب کروں دِل کی چمن آرائیاں
دے مجھے بارِ امانت کی سہار ۔۔۔ کر مجھے تو رازدان و رازدار
اب تو یا رَبّ آخرت کی فکر ہو ۔۔۔ دِل میں تیری یاد، لب پر ذکر ہو
کر الٰہی مجھ کو خوش اوقات اب ۔۔۔ بخش پابندئ معمولات اب
قلب سے عجب و ریاء کو دُور کر ۔۔۔ ہو نہ خود پر، اور نہ غیروں پر نظر
کچھ نہ سوجھے تیری ہستی کے سوا ۔۔۔ تیرے اوج اور اپنی پستی کے سوا
تجھ سے دَم بھر بھی مجھے غفلت نہ ہو ۔۔۔ تیرے ذکر و فکر سے فرصت نہ ہو
اب نہ ناجنسوں سے میں یاری کروں ۔۔۔ تیرے پاس آنے کی تیاری کروں
ملنا جلنا خلق سے ہو کم مرا ۔۔۔ تو ہی مونس، تو ہی ہو ہمدم مرا
مطمئن ہو قلب تیرے ذکر سے ۔۔۔ دُور ہوں سب فکر تیرے فکر سے
تجھ سے ہو ایسی قوی نسبت مجھے ۔۔۔ مانعِ خلوت نہ ہو جلوت مجھے
عمر گزرے اب مری طاعات میں ۔۔۔ رکھ مجھے مشغول مرضیات میں
رہ گئے ہیں زندگی کے دن بھی کم ۔۔۔ اب تو ہوجائے مرے اُوپر کرم
عمر کا اکثر ہوا حصہ تو طے ۔۔۔ ہائے غفلت میں رہوں گا تابہ کے
عمر سی انمولی شے کی رائیگاں ۔۔۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا زیاں
ہے مگر تو بھی تو وہاب و کریم ۔۔۔ کردے اس نقصان کو بھی نفعِ عظیم
اب بھی ہوجائے جو مجھ پر فضل شہ ۔۔۔ ہو کے تائب ہوں کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهُ
کیوں ہراساں ہوں بڑا قادر ہے تو ۔۔۔ زانکہ خود فرمودہ لَا تَقْنَطُوْا

غرق بحرِ معصیت ہوں سر بسر رحم کر مجھ پر الٰہی رحم کر
عمر جتنی رہ گئی ہے میری اب ذِکر و طاعت میں بسر ہو روز و شب
اب بسر ہو زندگی طاعات کی ہو تلافی ما بقی مافات کی
ہمتِ ترکِ معاصی کر عطا بخش دے سارے مرے جرم و خطا
اب تو ایسی دے مجھے توفیق تو تیرے پاس آؤں میں ہوکر سرخرو
دِل میں تیری یاد، لب پر نام ہو عمر بھر اب تو یہی بس کام ہو
کردیئے تو نے ولی بندے ہزار مجھ کو بھی اپنا بنالے کردگار
مجھ گدا کو بھی بحقِ شاہِ دیں بخش یا ربّ دولتِ صدق و یقیں
ڈگ نہ جائیں پھر کہیں میرے قدم ہو کرم ہاں ہو کرم ہاں ہو کرم
سن مرے مولیٰ مری فریاد کو آمرے مالک مری امداد کو

ہوں تو میں مجذوبؔ لیکن نام کا
کر مجھے مجذوبؔ یا ربّ کام کا

رات دن ہوں نشۂ غفلت میں چور شغل ہے لہو و لعب، فسق و فجور
دینداروں کی سی ہے صورت مری کردے یا ربّ ویسی ہی سیرت مری
دینداری میں رہوں میں عمر بھر دینداروں ہی میں میرا حشر کر
تجھ پہ روشن ہیں مرے سارے عیوب جانتا ہے تو مری حالت کو خوب
گو ترے آگے ذلیل و خوار ہوں حشر میں رُسوا نہ اے ستار ہوں
تیرے آگے خوار ہوں میں سر بسر غیر کے آگے مجھے رُسوا نہ کر
اے خدا! مجھ کو پلا وحدت کا جام مست اور سرشار رکھ اپنا مدام
یاد میں رکھ اپنی مستغرق مجھے ہو نہ ہوشِ ما سوا مطلق مجھے
دِل مرا ہوجائے اِک میدانِ ہو تو ہی تو ہو، تو ہی تو ہو، تو ہی تو
اور مرے تن میں بجائے آب و گل دردِ دِل ہو، دردِ دِل ہو، دردِ دِل
آخری عرضِ گدا ہے شاہ سے تا دَمِ آخر نہ بھٹکوں راہ سے

سب سے بڑھ کر ہے یہ عرضِ مختصر خاتمہ کردے مرا ایمان پر
مرتبوں کی تو کہاں ہے حیثیت مغفرت ہو، مغفرت ہو، مغفرت
یہ مناجات اے خدا مقبول ہو
درگزر فرما، اگر کچھ بھول ہو

تمت بالخیر

***

مآخذ

اس کتابچے کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے:-

کتاب	مصنف
۱:- قرآنِ کریم	
۲:- صحیح بخاری شریف	امام بخاریؒ
۳:- صحیح مسلم شریف	امام مسلمؒ
۴:- جامع ترمذی	امام ترمذیؒ
۵:- سنن ابی داوٗد	امام ابوداوٗد سجستانیؒ
۶:- فتح الملہم شرح صحیح مسلم	شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ
۷:- مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین محمد الخطیبؒ
۸:- مرقاۃ شرح مشکوٰۃ	شیخ مُلّا علی قاریؒ
۹:- ہدایۃ مع عنایۃ و فتح القدیر	علامہ مرغینانیؒ
۱۰:- البحر الرائق	علامہ ابنِ نجیمؒ
۱۱:- درِمختار و شامی	علامہ ابنِ عابدین شامیؒ
۱۲:- شرح عقود رسم المفتی	علامہ ابنِ عابدین شامیؒ
۱۳:- فتح القدیر	علامہ ابن الہمامؒ
۱۴:- زاد المعاد	علامہ ابنِ قیم جوزیؒ
۱۵:- سراجی	الشیخ سراج الدین محمد بن عبدالرشید سجاوندیؒ
۱۶:- شریفیہ شرح سراجی	محقق السید الشریف الجرجانیؒ
۱۷:- مراقی الفلاح شرح نور الایضاح	الشیخ علی الشرنبلالیؒ
۱۸:- حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح	علامہ احمد الطحطاویؒ
۱۹:- بدائع الصنائع	علامہ کاسانیؒ
۲۰:- مدارج النبوۃ	حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ
۲۱:- نور الصدور فی شرح القبور (علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی مشہور کتاب ''شرح الصدور'' کا ترجمہ)	حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب خلیفہ حضرت تھانویؒ